دینی تعلیم کا رسالہ
۱۰
ادارہ فیضانِ حضرت گنگوہی رح
الجمعیتہ بک ڈپو قاسم جان اسٹریٹ دہلی ۔ ۶

بسم اللہ علی الجماعۃ

دینی تعلیم کا رسالہ

نمبر ۱

عقائد و عبادات

پانچویں جماعت کی پہلی ششماہی کا

دینی نصاب

منظور کردہ

تعلیمی کمیٹی جمعیۃ علماء ہند۔ و دینی تعلیمی بورڈ کل ہند

شائع کردہ
الجمعیۃ بک ڈپو دہلی

Rs. 20/-

فہرست مضامین دینی تعلیم کا رسالہ نمبر ۲

حضرات اساتذہ سے خطاب

۱۔ بہت سی باتیں آپ حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ وہ آپ جیسے علم دوست حضرات کیلئے علمی تحفہ ہیں۔ آپ اُن کو ملاحظہ فرمائیں۔ اگر کوئی سمجھ دار بچہ اُن میں سے کوئی بات دریافت کرے تو اس کو بتا بھی دیں لیکن یہ مقصد نہیں ہے کہ ان کو آپ بچوں کو پڑھائیں۔

۲۔ اس کتاب میں جو مسائل ہیں وہ بچوں کو یقیناً یاد ہونے چاہئیں لیکن مسائل کے علاوہ باقی باتیں ذہن نشین ضرور کرا دیجئے مگر ان کو رٹوانے زحمت نہ دیجئے۔

۳۔ ذہن نشین کرانے کی بہتر صورت یہ ہے کہ آپ بچوں سے کہیں کہ وہ اپنا سبق پڑھ کر خود اس کا مطلب بتائیں۔ جماعت میں سے نمبروار ایک روز ایک بچہ سبق پڑھے اور اس کا مطلب بتلائے اگلے روز دوسرا بچہ۔ اس طرح ابتدا میں پریشانی ضرور ہوگی لیکن اگر ایک مہینہ یہ پریشانی برداشت کر لی گئی تو پھر آپ کو بہت زیادہ سہولت رہے گی اور بچوں کو بھی یہ فائدہ پہنچے گا کہ گویا پارس کی پتھری ان کے ہاتھ لگ جائے گی کیونکہ اُن میں یہ سلیقہ پیدا ہو جائے گا کہ وہ کتاب پر نظر ڈال کر مضمون ذہن نشین کرلیں اور اپنے الفاظ میں ادا کردیں۔ یعنی مطالعہ کی قوت بھی پیدا ہوگی اور "اظہار ما فی الضمیر" کی طاقت بھی نشو ونما پائے گی۔

۴۔ مگر یہ فائدہ اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب جماعتی طریقہ پر تعلیم ہو۔

۵۔ ہفتہ واری جلسہ پابندی سے کرائیں اور اس کتاب کے مضامین ان جلسوں میں بچوں سے تقریر کے طور پر ادا کرائیں۔ ابتدا میں تقریر نہ کر سکیں تو ان کو ہدایت کریں کہ وہ کتاب دیکھ کر اس طرح پڑھیں جیسے وہ تقریر کر رہے ہوں۔

۶۔ جن بچوں کی مادری زبان اردو نہیں ہے ان کو ہدایت کی جائے کہ وہ اپنی مادری زبان میں مطلب بتائیں۔

مولانا محمد میاں صاحب کا لکھا ہوا طریقہ تقریر دو حصوں میں شائع ہو چکا ہے۔ یہ دونوں حصے آپ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ اس کے علاوہ "مسئلہ تعلیم و طریقہ تعلیم" مصنفہ مولانا موصوف بھی آپ کے مطالعہ میں رہنا ضروری ہے۔

۷۔ مشکل الفاظ کا ترجمہ حاشیہ میں کر دیا گیا ہے۔ الفاظ قصداً اسلئے نہیں لائے گئے کہ بچے دینی اُردو سمجھ سکیں۔

تمام کتابوں کے ملنے کے پتے { ۱۔ الجمعیۃ بک ڈپو۔ قاسم جان اسٹریٹ دہلی ۶ ۲۔ کتابستان۔ قاسم جان اسٹریٹ۔ دہلی ۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۙ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ؕ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ؕ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۙ۬ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّیْنَ ع

حمد

ہر ایک تعریف اللہ کی مُسَلَّم　　ہے جس کی پرورش میں سارے عالم
بڑا ہی مہرباں اور رحم والا　　وہ مالک اور حکمِ روزِ جزا کا
تری ہی کرتے ہیں ہم سب عبادت　　تجھی سے چاہتے ہیں ہم سب اعانت
چلا تو ہم کو سیدھے راستے پر　　چلا تو ہم کو اُن کے راستے پر
نوازا جن کو تو نے اور سنوارا　　نہ وہ جن پر غضب تو نے اُتارا
نہ اُن کی راہ جو بھٹکے ہوئے ہیں　　فریبِ نفس میں اٹکے ہوئے ہیں

درس الاسلام حصہ اول

[illegible] - مصنف - ثالث

نعت

بالاتر[1] از قیاس ہے عظمت رسول کی
تفسیر اسم ذات[2] ہے بعثت رسول کی

سرچشمہ حیات سیاست رسول کی
دستور کائنات[3] رسالت رسول کی

خیر الامم ہے اس لئے اُمت رسول کی
ہے مظہر کمال رسالت رسول کی

لَا تَاْسَوْا[4] کی شان ہے خلق عظیم[5] میں
لَا تَقْنَطُوْا[6] کی فرح شفاعت رسول کی

مبہوت[7] آج تک ہیں فصاحت کے مدعی
عالم پہ چھا گئی ہے فصاحت رسول کی

دل اُنکے پاکباز تھے وہ ہیں خوش نصیب
جن کو ہوئی نصیب رفاقت رسول کی

دُنیا ہی اس کے دل کی یکایک بدل گئی
جس پر پڑی ہے چشم عنایت رسول کی

نامعتبر ہے دعوئ توحید[8]۔ دوستو!
تسلیم اگر نہیں ہے وضاحت رسول کی

راہ طلب میں خوب خرد[9] کے دیئے جلاؤ
لیکن بہر قدم ہے ضرورت رسول کی

مجرم ہوں میرا نامۂ اعمال ہے سیاہ
حاصل تو ہے مگر مجھے نسبت رسول کی

واصف اگر نہیں ہے تمہیں تابِ انتظار
خود کو مٹا کے دیکھ لو صورت رسول کی

---

[1] بالا۔ بلند تر۔ زیادہ۔ بالاتر۔ بہت زیادہ [2] اللہ۔ اسم ذات ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اسکی عبادت کے طریقے بتلائے اس کی صفات شمار کرائیں۔ وہ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہیگا (حی قیوم) ہے۔ سمیع و بصیر ہے وغیرہ وغیرہ [3] دستور۔ قانون۔ کائنات۔ سارا عالم۔ اللہ تعالیٰ کے ماسوا۔ دستور کائنات یعنی قانون فطرت [4] مایوس مت ہو [5] خلق عظیم۔ بڑے اخلاق۔ قرآن شریف میں ہے اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ اے رسول آپ کو بہت بڑے اخلاق کا مالک بنایا ہے [6] نا امید مت ہو [7] مبہوت۔ حیران [8] توحید۔ اللہ کو ایک ماننا۔ توحید کے مدعی عیسائی اور یہودی بھی ہیں اور ہندو اور پارسی بھی مگر اس کا مطلب الگ الگ لیتے ہیں۔ ان کے مطلب معتبر نہیں۔ توحید کا وہی مطلب معتبر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا جس کی تشریح قرآن پاک میں جگہ جگہ کی گئی ہے [9] خرد۔ عقل۔

مناجات مقبول

اے خدائے پاک رحمٰن و رحیم
قاضی حاجات و وہاب و کریم

اے الہ العالمین اے بے نیاز
دین و دنیا میں ہمارے کارساز

تو ہی معبود اور تُجھی مقصود ہے
تیرے ہی ہاتھوں میں خیر و جود ہے

ہم ترے بندے ہیں اور تو ہے خدا
تو کریم مطلق اور ہم ہیں گدا

ہم گنہگار اور تو غفار ہے
ہم بھرے عیبوں سے تو ستار ہے

ہم ہیں بیکس اور تو بیکس نواز
ہم ہیں ناچار اور تو ہے چارہ ساز

تو وہ قادر ہے کہ جو چاہے کرے
جس کو چاہے دے جسے چاہے نہ دے

تو وہ داتا ہے کہ دینے کے لئے
در تری رحمت کے ہیں ہر دم کُھلے

تیرے در پر ہاتھ پھیلاتا ہے جو
پا ہی لیتا ہے وہ ہر مقصود کو

مانگنا ہم پر کیا ہے تو نے فرض
اور سکھا ہم کو دیئے آداب عرض

مانگنے کو بھی ہمیں فرما دیا ‏ ‏ ‏ مانگنے کا ڈھنگ بھی بتلا دیا

بلکہ مضموں بھی ہر ایک درخواست کا ‏ ‏ ‏ ہم کو یارب تو نے خود سکھلا دیا

ہر گھڑی دینے کو تو تیار ہے ‏ ‏ ‏ جو نہ مانگے اس سے تو بیزار ہے

ہر طرف سے ہو کے ہم خوار و تباہ ‏ ‏ ‏ آ پڑے اب تیرے در پر یا الٰہ

گرچہ یارب ہم سراپا ہیں بُرے ‏ ‏ ‏ اب تو لیکن آ پڑے در پر ترے

دل میں ہیں لاکھوں امیدیں جلوہ گر ‏ ‏ ‏ ہاتھ اٹھاتے شرم آتی ہے مگر

تو غنی ہے اور ہم ہیں بے نوا ‏ ‏ ‏ کون پوچھے گا ہمیں تیرے سوا

ہے تو ہی حاجت روائے دو جہاں ‏ ‏ ‏ ہم ترا در چھوڑ کر جائیں کہاں

صدقہ اپنی عزت و اجلال کا ‏ ‏ ‏ صدقہ پیغمبر کا۔ اُن کی آل کا

اپنی رحمت ہم پہ اب مبذول کر

یہ مناجات اور دعا مقبول کر

پہلا سبق

(۱)

عزیزو! سب سے پہلا سبق یہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز سے سبق لینا سیکھو۔
رات جب تم سوئے تھے کتنے تارے آسمان پر جگمگا رہے تھے۔ بیچ میں تاروں کا راجا "چاند" تھا۔ اُس کی بھینی بھینی چاندنی کیسی پیاری معلوم ہو رہی تھی۔
چھوٹے بڑے پودے۔ کھیت۔ کیار۔ باغ تالاب۔ پہاڑ۔ غرض جو چیز بھی تھی اُس پر نور کی چادر پھیلی ہوئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا ہر چیز اس نورانی سائبان کے نیچے اپنے پروردگار کی یاد میں محو ہے اور چپکے چپکے تسبیح پڑھ رہی ہے۔

تم نے یہی سمجھا ہوگا کہ چاند تاروں کی یہ محفل ہمیشہ یونہی جمی رہیگی مگر جب صبح سویرے آنکھ کھلی تو نہ چاند تھا نہ تارے۔ وہ محفل اجڑ چکی تھی اور ہر محفل کے اُجڑنے کا سبق دے چکی تھی۔ رہے سدا نام اللہ کا۔

جب سویرے اُٹھے، پورب کی طرف، آسمان کی پیشانی چمک رہی تھی ایک سرخی مائل سنہری جھالر لٹکا ہوا تھا۔ بڑا سہانا سماں تھا۔
اچانک سنہری جھالر کے بیچ میں کرنوں کے تیر نمودار ہوئے پھر دہکتے ہوئے انگارے کی طرح ایک سرخ گولا اوپر اٹھا۔ گویا روشنی کا بادشاہ رونق افروز ہوا۔ گنبدوں اور میناروں کے کلس چمکنے لگے۔ درختوں او

پہاڑوں کی چوٹیوں نے بڑھ کر اپنی پیشانیوں پر روشنی کے جھومر لٹکا دیئے چڑیوں نے چہک چہک کر خوشی کے ترانے گائے اور کائنات کی ہر چیز نے تازی تازی وضو کر کے روشنی اور گرمی کے اس ساہنشاہ کا استقبال کیا یہ کرۂ نور جس کا نام آفتاب ہے، بلند ہوا، بڑھتے بڑھتے ہر چیز پر اس طرح چھا گیا گویا جو کچھ ہے یہی ہے۔ اسی کی حکومت ہے۔ اس کے سوا جو کچھ بھی ہے، ہیچ ہے۔ مگر جیسے ہی وہ بلندی کے آخری نقطے پر پہنچا فوراً ڈھلنا شروع ہو گیا۔ جیسے اوپر چڑھا تھا ویسے ہی نیچے اترنے لگا۔ اس کی چمک دمک بھی ماند پڑنے لگی۔ اول دھوپ میں زردی آئی۔ پھر وہ خود زرد ہو گیا۔ اس کے چہرے سے حسرت ٹپکنے لگی۔ اسی حسرت کے عالم میں بے بسی کے ساتھ وہ پچھم کے کنارے میں روپوش ہو گیا۔ اپنے پیچھے کچھ سرخی مائل زرد دھاریاں چھوڑ گیا۔ جس کو عربی میں شفق کہا جاتا ہے تھوڑی دیر بعد وہ دھاریاں بھی مٹ گئیں۔

پورے دن کے اس تماشے نے ہمیں سبق دیا کہ اس بدلتی سدلتی دنیا کے ہر عروج کو زوال ہے۔ ہر ایک ترقی کے بعد تنزل ہے۔ باقی رہنے والا کوئی اور ہے۔ اسی کے سہارے زمین و آسمان کا کارخانہ قائم ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کس طرح سبق لیا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام نامی تم نے سنا ہو گا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السّلام اُن کے لڑکے اور حضرت یعقوب علیہ السلام جن کا دوسرا نام اسرائیل تھا، اُن کے پوتے تھے۔

حضرت یوسف علیہ السّلام، حضرت موسیٰ علیہ السّلام حضرت ہارون علیہ السّلام حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت عمران علیہ السلام حضرت زکریا علیہ السلام حضرت ایوب علیہ السلام۔ حضرت یونس علیہ السلام۔ حضرت الیاس علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام جیسے بڑے بڑے نبی سب آپ کی اولاد میں گذرے ہیں۔

ساری دنیا کے آخری نبی ہمارے حضرت خاتم الانبیا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ ہی اولاد میں تھے۔

اُن کا ایک قصہ سنو۔ اور سبق لو کہ ہونہار نوجوان ترقی و تنزل اور عروج و زوال کے تماشوں سے اللہ کی معرفت اور خدا ر لایزال کی پہچان کا سبق کس طرح لیا کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جس قوم اور ملک میں بھیجے گئے تھے وہ

تاروں کو پوجا کرتی تھی[1] زہرہ، چاند، سورج کے نام کے مندر بنے ہوئے تھے جہاں یہ لوگ صبح و شام پوجا پاٹ کے لئے اکٹھے ہوتے تھے[2] حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا روشن دماغ اور آپ کی پاک طبیعت اس پوجا پاٹ کے لئے تیار نہیں ہوئی۔ آپ نے اُن میں سے ایک ایک پر غور کیا اور اُن کی حالت سے سبق لیا۔

شام کے وقت زہرہ نمودار ہوئی اور اپنے چمکتے ہوئے چہرہ کے ساتھ اندھیری کے پردہ سے جھانکنے لگی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے زہرہ پر نظر ڈالی اور اپنی قوم کے عقیدہ کو جانچا۔

جیسا کہ لوگوں کا خیال ہے کیا یہ زہرہ واقعی رب ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس مسئلہ پر غور کیا۔ کچھ دیر نہیں گذری تھی کہ "زہرہ" ڈوبنے لگی تو آپ کے فکر صحیح[3] نے فیصلہ کیا۔

"جو ڈوبنے اور چھپنے والے ہیں، وہ رب بننے کے قابل نہیں۔ کیونکہ جو ہستی اپنے طلوع و غروب میں کسی ٹھہرائے ہوئے قاعدہ اور حکم کی پابند ہو، وہ پروردہ[4] ہوگی۔ پروردگار نہیں ہو سکتی"

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ جلد اول - ایضاً ترجمان القرآن

[2] حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ظہور ایسے عہد اور ایسے ملک میں ہوا جب بابل اور نینوا کی عظیم الشان قومیں اجرام سماویہ کی پرستش میں مبتلا تھیں اور شہروں میں زہرہ، چاند اور سورج کے مندر تھے جہاں صبح و شام پرستاری کے لئے لوگ جمع ہوتے تھے۔ ترجمان القرآن ج ۲ ص ۴۵۲

[3] فکر سوچ بچار اور غور کرنا۔ صحیح کے معنی درست

[4] پروردہ پالی ہوئی۔ پرورش کی ہوئی۔ پروردگار، پالنے پرورش کرنے والا۔

پردۂ ظلمت[1] چاک ہوا اور چاند چمکتا ہوا نکل آیا۔ وہ بولے یہ پروردگار ہے؟ لیکن وہ بھی نہ ٹک سکا اور غروب ہو گیا۔

اب صبح ہوئی اور آفتاب جہاں تاب[3] درخشاں[4] ہوا۔ یہ سب سے بڑا ہے کہ اس سے بڑا "اجرام سماویہ"[5] میں کوئی نہیں۔ لیکن دیکھو یہ بھی تو کسی کے حکم کے آگے جھکا ہوا ہے۔ اس کی روشنی کو بھی قرار نہیں پہلے بڑھی۔ پھر ڈھلنے لگی۔ پھر رفتہ رفتہ چھپ گئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔ نہیں ان میں سے کوئی بھی پروردگار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ سب زبان حال سے کہہ رہے ہیں ہم آزاد نہیں پابند ہیں مختار نہیں، مجبور ہیں۔ حاکم نہیں، محکوم ہیں۔ ہم سے بالاتر ایک ہستی ہے جس نے ہمیں اپنے حکموں اور قاعدوں کے سامنے جھکا رکھا ہے بس، وہ جو ان سب سے بالاتر اور ان سب کا بنانے والا ہے میں صرف اسی کا ہو رہا۔ میری راہ شرک کرنے والوں کی راہ نہیں[5]

---

[1] ظلمت، اندھیری۔ چاک ہونا، پھٹنا کھلنا [3] جہاں تاب۔ جہاں کو روشن کرنے والا

[4] درخشاں۔ روشن، چمکدار۔ درخشاں ہوا، چمکنے لگا۔

[5] اجرام، اجسام، جرم، جسم۔ سما، آسمان۔ اجرام سماویہ، وہ جسم جو آسمانوں میں ہیں یعنی چاند تارے۔ سورج وغیرہ

[5] ماخوذ از ترجمان القرآن بتغیر۔

(۳)

ہم کس طرح سبق لیں

ہم نے ایک گھنٹہ دیکھا۔ بہت خوبصورت بہت مضبوط اور خوبی یہ کہ رات کی اندھیری میں بھی سوئیں نظر آتی تھیں اور نہ صرف گھنٹے کا بلکہ منٹ اور سکنڈ تک کا پتہ دیتی تھیں۔ اس گھنٹہ کی ایک سوئی سے مہینہ کی تاریخ بھی معلوم ہو جاتی تھی اور سب سے بڑی خوبی یہ کہ ایک سوئی یہ بھی بتا دیتی تھی کہ دنیا کے کس ملک میں، اس وقت کیا بجا ہے۔ اس کے ڈائل پر ایک طرف نمبر پڑے ہوئے تھے۔ اُن سے گرمی اور سردی کا درجہ بھی معلوم ہو جاتا تھا۔

یہ گھنٹہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی۔ زبان پر بے اختیار بنانے والے کی داد آئی۔ کتنا بڑا کاریگر ہے! کیسا ماہر فن! اور کیسا ذہین! جس نے یہ گھنٹہ ایجاد کیا۔ اس کو انعام ملنا چاہیئے۔ اگر وہ سامنے آئے تو اس کے ہاتھ چومنے چاہئیں۔ پیشانی کو بوسہ دینا چاہیئے۔

ہم دل میں یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ اچانک خیال آیا ”رات اور دن بھی ایک گھڑیال ہے۔ اس کے سامنے یہ گھنٹہ کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا“ یہ ایک گھٹیا درجہ کی نقالی ہے۔ اس کی اگر تعریف ہے تو بس اتنی کہ یہ نقل اصل کے مطابق ہے۔ چاند اور سورج کے اس گھڑیال کو دیکھو

کسی طرح روز وشب، صبح شام، ہفتوں اور مہینوں، برسوں اور صدیوں کا حساب بتاتا ہے۔ نہ صرف حساب بتاتا ہے بلکہ حساب بناتا ہے۔ چاند کے گھٹنے اور بڑھنے سے اور ہلال[1] بن کر نمودار ہونے سے قمری[2] ماہ وسال بنتے ہیں جن سے سنہ[3] ہجری کا حساب چلتا ہے۔ جو زیادہ حساب داں ہیں وہ آفتاب کے چکر سے مہینوں اور برسوں کا حساب بناتے ہیں۔

آفتاب کا ایک چکر پورب سے پچھم کو ہوتا ہے جس سے دن اور رات گھنٹے، منٹ اور سکنڈ بنتے ہیں۔ ایک اور چکر ہے جس سے وہ کبھی اُتر کی طرف جھک جاتا ہے اور کبھی دکھن کی طرف۔ اس سے سردیوں اور گرمیوں کے موسم آجاتے ہیں، دن چھوٹا اور بڑا ہوتا ہے۔ آفتاب کا یہ دوسرا چکر ۳۶۵ دن اور ۶ گھنٹہ میں پورا ہوتا ہے۔ اس سے شمسی مہینے اور سال بنتے ہیں جن کو ہمارے یہاں انگریزی سال کہا جاتا ہے۔ ہندی مہینے اور سمت بھی اسی حساب سے بنتے ہیں۔

ہم نے سوچا نمائش کا یہ گھنٹہ جو ہمارے سامنے ہے۔ اس کی عمر بہت سے بہت سو برس ہوگی۔ سو برس بعد اس کے پرزے گھس کر ختم ہوجائیں گے۔ کیس کو کیڑا لگ جائے گا۔ ڈائل زنگ آلود ہوجائے گا اور اس سو سال میں بھی بارہا ٹائم غلط ہوگا۔ اور کتنی ہی بار اس کی صفائی کرنی ہوگی۔ لیکن سیکڑوں ہزاروں برس گذر گئے۔ چاند سورج کے اس گھڑیال

---

[1] ہلال پہلی رات کا چاند [2] قمر چاند۔ قمری مہینے چاند کے مہینے۔

[3] سنہ ہجری پانچویں نمبر میں بتایا جاچکا ہے۔ بچوں سے دریافت کرکے یاد کرایا جائے۔

میں کوئی فرق نہیں آیا۔ نہ کوئی پرزہ خراب ہوا، نہ کبھی مشین کی صفائی کرانا پڑی اور ٹائم اتنا صحیح کہ ایک ہزار برس پہلے یکم جنوری کو زمین کے جس خطہ پر[1] جس گھنٹہ منٹ اور جس سیکنڈ میں آفتاب طلوع ہوا تھا ایک ہزار سال گذرنے کے بعد بھی اس تاریخ پر اُس جگہ اُسی گھنٹہ اور منٹ اور اُسی سیکنڈ پر آفتاب طلوع ہوگا اور ٹھیک اسی وقت غروب ہوگا جس وقت ایک ہزار سال پہلے غروب ہوا تھا۔ کوئی فرق تو کیا آتا فرق کا تصور بھی مذاق معلوم ہوتا ہے۔ یہ ایسا پختہ نظام ہے کہ لوگوں نے اس سے صدیوں اور ہزاروں سال کی جنتریاں بنا لیں ہیئت[2] اور نجوم۔ جوتش وغیرہ کے کتنے ہی علوم ایجاد کر لیے۔

ہمیں پھر خیال آیا کہ وہ کونسی طاقت ہے جو اس پورے نظام[3] شمسی کو اس طرح جکڑ بند کئے ہوئے ہے کہ بے انتہا پھیلاؤ اور لاکھوں کروڑوں میل کے فاصلوں کے باوجود گھڑی کی مشین سے بھی زیادہ عمدگی اور مضبوطی سے چل رہا ہے۔

لاکھوں کروڑوں بلکہ اربوں کھربوں گھڑیاں بنیں اور بگڑ گئیں لیکن گردش روز و شب[4] کی اس گھڑی میں آج تک سر مو برابر کوئی فرق نہیں آیا۔ اس سے زیادہ ستم ظریف[5] کون ہوگا جو ایک گھنٹہ کو دیکھ کر اس کے کاریگر کا قائل ہو جائے لیکن چاند سورج۔ زہرہ[6] اور مشتری۔ مریخ اور

---

[1] یعنی سطح زمین کی جس بلندی پر [2] ہیئت، ایک علم کا نام ہے جس میں آسمانوں کی ہیئت اور ان کی گردش وغیرہ بیان کی جاتی ہے [3] وہ خاص ترتیب جو آفتاب کے سہارے قائم ہے [4] گردش۔ چکر۔ گردش روز و شب۔ رات دن کا چکر [5] ستم۔ ظلم۔ ظریف۔ مذاقی، مزاح۔ خوش طبع۔ ستم ظریف۔ جو ہنسی مذاق میں لوگوں پر ظلم کرے [6] زہرہ مشتری۔ مریخ اور عطارد تاروں کے نام ہیں۔

عطارد[1] کے اس مضبوط نظام کو دیکھے اور سمجھ لے کہ بلا کسی کاریگر کے یونہی چل رہا ہے۔ اور اگر کوئی کاریگر ہے تو وہ علم وارادہ اور حکمت و دانش سے محروم ہے۔ معاذ اللہ۔

قرآن شریف میں جگہ جگہ اللہ تعالیٰ کی ان نشانیوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو ہمیں یقین دلاتی ہیں کہ اس کارخانہ عالم کا خالق و مالک صاحب[2] علم وارادہ۔ صاحب حکمت[3] و دانش اور سمیع[4] و بصیر[5] ہے۔ آؤ ہم ایمان تازہ کریں اور گواہی دیں کہ ہمارا خالق و مالک علیم[6]۔ خبیر[7] سمیع۔ بصیر ہے جس کے نہ علم کی کوئی انتہا ہے نہ اس کی حکمت و دانش کی کوئی حد ہے جل مجدہ[8] و تعالیٰ شانہ۔

---

[1] سات ستارے ایسے ہیں جن کے خود اپنے چکر ہیں اور وہ ان چکروں میں گھومتے رہتے ہیں انہیں سبع سیارہ (یعنی چکر کاٹنے والے سات ستارے) کہا جاتا ہے اور وہ سات یہ ہیں شمس (سورج آفتاب) قمر (چاند) زہرہ۔ مشتری۔ مریخ۔ عطارد اور زحل ان کے علاوہ باقی تاروں کے اپنے چکر نہیں ہیں اس لئے ان کو ثوابت کہا جاتا ہے یعنی اپنی جگہ جمے ہوئے۔

[2] صاحب۔ مالک اور اولاد کے معنی میں آتا ہے۔ صاحب علم وارادہ یعنی علم و ارادہ والا۔

[3] حکمت۔ عقل مندی۔ دانش یعنی عقل سمجھ بوجھ۔ صاحب حکمت و دانش۔ عقلمندی اور سمجھ بوجھ والا۔

[4] سمیع، سننے والا [5] بصیر، دیکھنے والا [6] علیم، علم والا [7] خبیر، خبر رکھنے والا

[8] بڑی ہے اس کی عظمت و بڑائی۔ بلند ہے اس کی شان۔

شرک کی قباحت

تمثیلیہ کالج

الیشور نگر کے دو پرنسپلوں کے قصہ سے سبق

باکمال خود مختار (قادر مطلق) دو نہیں ہوسکتے

الیشور نگر میں تمثیلیہ کالج قائم کیا گیا تو اس کے پرنسپل دو مقرر کئے گئے کہ کام زیادہ سے زیادہ اور نہایت عمدگی سے ہو سکے گا۔

دونوں پرنسپل عالم۔ فاضل۔ بہت بڑے باکمال۔ ہر فن مولیٰ قابلیت میں طاق، کام میں چست، نہایت شریف اور خوش اخلاق یعنی کسی بات میں نہ خود کم تھے۔ نہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں کم تھے۔

بڑی دھوم دھام سے کالج کا افتتاح ہوا۔ طلبہ بھی اس کثرت سے داخل ہوئے کہ چند روز بعد ہی داخلہ بند کر دینا پڑا۔ کیونکہ طلبا کو بھی یہ خیال ہو گیا تھا کہ نہایت قابل، مستعد اور خود مختار[1] پرنسپل جب ایک کے بجائے دو ہوں گے تو تعلیم بھی بہت عمدہ ہوگی اور سال بھر کا کام چھ مہینہ میں ہو جائے گا مگر ــــــ خود غلط بود انچہ ما پنداشتیم

---

[1] درحقیقت بات وہ غلط تھی جو ہم نے سمجھی۔

ایک ہفتہ بھی پورا نہیں ہوا تھا کہ دونوں باکمال قابل پرنسپلوں میں چشمک شروع ہوئی۔ یہ پرنسپل جتنے باکمال اور قابل تھے، اتنی ہی آزادی اور خود مختاری چاہتے تھے کہ اپنی قابلیت کا مظاہرہ عمل کر کر سکیں۔ مگر دوسرے پرنسپل کا وجود، ہر قدم پر رکاوٹ بنتا تھا۔ اسی بنا پر چشمک شروع ہوئی۔ کچھ دنوں مخالفت کی یہ چنگاری دبی دبائی سلگتی رہی۔ پھر یک لخت ایسی بھڑکی کہ کالج کا سارا انتظام درہم برہم ہوگیا۔ یہی باکمال پرنسپل جو نہایت مہذب، با اخلاق مانے جاتے تھے۔ ایک روز ایسے بے قابو ہوئے کہ تو تو۔ میں میں سے بڑھ کر ہاتھا پائی اور گتھم گتھا تک نوبت پہنچ گئی۔ رفتہ رفتہ سررشتہ تعلیم کو اس خانہ جنگی کی اطلاع پہنچی۔ وہاں سے تحقیقات کا حکم کیا گیا۔ تحقیقات کی رپورٹ وزیر تعلیم کی خدمت میں پیش کی گئی۔ وزیر تعلیم کالج کے ممبروں پر بہت ناراض ہوئے۔ انہوں نے اپنے نوٹ میں لکھا۔

کالج کے منتظمین کیا بے وقوفوں کی دنیا میں رہتے ہیں! وہ اتنا نہیں سمجھتے کہ ذمہ داری کا ایک ہی منصب دو با اختیار اور باکمالوں کے سپرد نہیں کیا جاتا ورنہ نتیجہ تباہی و بربادی ہوتا ہے۔ مثل مشہور ہے ؎

دو بادشاہ در اقلیمے نہ گنجند[1]

ہم نے یہ افسانہ اخبارات میں پڑھا تو ہمارا ذہن فوراً اللہ تعالے

---

[1] ایک ملک میں دو بادشاہ نہیں سما سکتے۔

کے اس ارشاد کی طرف منتقل ہوا۔

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا (انبیاء پ)

اگر زمین آسمان میں ایک سے زیادہ بہت سے معبود ہوتے تو یہ دونوں برباد ہو چکے ہوتے۔

کیونکہ معبود وہی ہو سکتا ہے۔ جو ہر لحاظ سے کامل و مکمل، ہر طرح با اختیار (قادر مطلق) ہر عیب اور ہر ایک احتیاج سے پاک اور ہر حیثیت سے بے نظیر و بے مثال ہو۔ پس اگر ایک سے زیادہ معبود مان لئے جائیں تو بے نظیر و بے مثال تو کوئی بھی نہیں رہا کیونکہ ہر ایک دوسرے کی نظیر و مثال ہوگا اور یہ بھی ضروری ہوگا کہ ہر ایک کے اختیارات پر پابندی لگائی جائے ورنہ قدم قدم پر تصادم اور ٹکراؤ ہوگا اور تمثیلیہ کالج کی طرح دنیا جہان کا کارخانہ بھی دم بھر میں تباہ و برباد ہو جائے گا۔

اور جب اختیارات پر پابندی لگی تو آزادی رخصت اور قادر مطلق کی شان ختم ہوئی۔ پھر ان پابندوں کو معبود مانا جائے یا اس کو جس نے ان پر پابندی لگادی جو یقیناً ان سے بڑا ہوگا۔

مختصر یہ کہ ممکن نہیں کہ دو کامل و مکمل۔ قادر مطلق اور ہر طرح با اختیار ہوں۔ اور اگر بفرض محال ہوں تو اول تو اتنے بڑے کارخانہ عالم کا وجود میں آنا ہی محال۔ اور اگر بفرض محال کسی طرح وجود میں آجائے تو سالہا سال اور ہزاروں لاکھوں سال قائم رہنا ناممکن ہے اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ کارخانۂ عالم کا یہ مضبوط نظام قائم ہے تو ہمیں کہنا پڑتا ہے کہ اس کا خالق و مالک صرف ایک ہے۔ وہی کامل و مکمل ہے اور وہی قادر مطلق۔ سبحانہ تعالیٰ شانہ[1]

[1] وہ ہر عیب سے پاک ہے۔ اس کی شان بلند ہے۔

ایک بلب دو کرنٹ

ایک جوشیلے طالب علم کی نادانی

تمثیلیہ کالج کا یہ قصہ چل ہی رہا تھا کہ مدرسہ اشتراکیہ میں ایک وحشت انگیز حادثہ پیش آیا اس نے گویا آنکھوں سے دکھا دیا کہ قادر مطلق اور ہر قسم کی قوت و قدرت کے با اختیار مرکز دو نہیں ہو سکتے۔ ورنہ تباہی اور بربادی لازمی ہے۔ اس حادثہ کی تفصیل سنئے۔

مدرسہ اشتراکیہ کا سالانہ جلسہ بڑی دھوم دھام سے کیا جا رہا تھا۔ عظیم الشان پنڈال کو ہزاروں رنگین قمقموں سے سجایا گیا تھا کئی بلب ہزار ہزار والٹ کے لگائے گئے تھے۔ اور رات کو گویا روز روشن کر دیا گیا تھا مجمع اکٹھا ہو رہا تھا جلسہ شروع ہونے میں چند منٹ باقی تھے کہ ایک دم قمقمے چٹخے بلبوں میں لپٹیں اٹھیں اور کانچ کے ریزے تڑخ تڑخ کر فرش پر گرے۔ شامیانوں میں آگ لگی اور سارا پنڈال چند منٹ میں جل کر خاک ہو گیا سب لوگ گھبرا کر ادھر اُدھر بھاگے۔ گویا قیامت برپا ہو گئی۔ ہر شخص جو خوشی سے پھولا نہیں سما رہا تھا۔ غم کی تصویر بن گیا۔

یہ افسوس ناک حادثہ تو ہو گذرا۔ اب اس کے وجوہات کی تحقیق و تفتیش شروع ہوئی بڑی کھود کرید کے بعد معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ ایک جوشیلے

طالب علم کی ناداتی کا نتیجہ تھا۔

واقعہ یہ تھا کہ اس وسیع اور عظیم الشان پنڈال میں چونکہ کئی ہزار قمقمے لگائے گئے تھے تو جلسہ کے منتظمین نے عارضی طور پر بجلی کا ایک چھوٹا پاور ہاؤس اس جلسے کے لئے الگ تیار کرایا تھا۔ تمام تار اسی سے جڑے ہوئے تھے اور ہر ایک لین کا کنکشن اسی سب پاور ہاؤس سے ملا ہوا تھا۔ ایک جوشیلے طالب علم کو خیال ہوا کہ ان تاروں کا کنکشن اگر بجلی کی اس لین سے بھی جوڑ دیا جائے جو شہر کے بڑے پاور ہاؤس سے آرہی ہے تو روشنی دوچند ہوجائے گی۔ چنانچہ قریب کے ایک کھمبے پر چڑھ کر ایک تار بڑے پاور ہاؤس کی لین سے جوڑ دیا۔ اس تار کا جڑنا تھا کہ فوراً ایک دوسرا کرنٹ قمقموں میں دوڑا جس نے نور کو نار بنا کر ایک لمحہ میں پورے پنڈال کو بھسم کر دیا۔

اس حادثہ نے ہمیں آنکھوں سے دکھا دیا کہ مستحق عبادت یعنی وہ ذات جو ہر ایک طاقت کا آخری مرکز ہو اور ایک کمال کی آخری انتہا ہے۔ اگر دو ہوں تو جس طرح دو پاور ہاؤسوں کے کرنٹ ایک بلب نہیں برداشت کرسکتا۔ اسی طرح یہ کارخانہ عالم بھی دو مرکزوں کی قدرت کاملہ کے فیضان کو برداشت نہیں کرسکے گا اور نشو ونما اور روز افزوں ترقی کرنے کے بجائے تباہ وبرباد جائے گا۔

اس تصور کے ساتھ فوراً ہی ہماری زبان نے اس آیت کی تلاوت شروع کردی اور کچھ ایسا مزہ آیا کہ بار بار یہی آیت دہراتے رہے۔

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا

اگر ان میں اللہ کے سوا چند معبود ہوتے تو یہ دونوں کبھی کے برباد ہوچکے ہوتے۔

انسانیت پر بہت بڑا ظلم

انھیں دنوں کی بات ہے کہ مدرسہ کے طلبہ میں ایک بحث شروع ہوئی بحث اس پر تھی کہ بے شک قادر مطلق اگر دو ہوں تو تعمیر و ترقی کے بجائے تباہی اور بربادی لازم ہے لیکن اس میں کیا خرابی ہے کہ وہ معبود جو قادر مطلق ہو وہ تو ایک ہی ہو۔ وہی "رب اعلیٰ" اور "خالق السمٰوات والارض" ہو۔ باقی اس کے سوا چھوٹے چھوٹے معبود اور بھی ہوں جن کی حیثیت بادشاہ کے وزیروں کی ہو۔

صدر مدرس صاحب کے سامنے یہ مسئلہ پیش ہوا تو آپ نے مدرسہ کے طلبہ کو جمع کیا اور سمجھایا۔

جو انسان اپنی حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔ ایسی غلطیوں کا شکار ہو جاتے ہیں وہ فرشتوں کو دیوتا مانتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اُن کا درجہ انسان سے بلند ہے اور معبود حقیقی پر اُن کا وہی اثر ہے جو وزیروں کا بادشاہوں پر ہوا کرتا ہے۔

مگر اللہ تعالیٰ یعنی معبود حقیقی نے خود اپنے کلام پاک میں یہ بتایا اور بار بار واضح فرمایا ہے کہ انسان کا درجہ سب سے افضل ہے حضرت آدم علیہ السلام جن کی پشت سے تمام گورے اور کالے، عربی اور عجمی انسانوں

کا سلسلہ چلا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا نائب اور خلیفہ مقرر فرمایا اور بجائے اس کے کہ فرشتوں کی تعظیم کرتے، فرشتوں کو حکم ہوا کہ وہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں۔ پس آگ پانی یا جن اور پری کی تو کیا حقیقت، فرشتے جو تمام گناہوں سے پاک مانے جاتے ہیں ان کو بھی اگر انسان دیوتا مانتا ہے تو نہ صرف اپنے اوپر بلکہ پوری انسانیت پر ظلم کرتا ہے کہ اپنی پیشانی اس کے سامنے رگڑتا ہے جس کی پیشانی رب العالمین نے اس کے سامنے جھکائی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا تو یہ کرم کہ اس نے فرمایا ہے کہ ہم[1] نے اولاد آدم کو عزت بخشی، اس کا جواب انسان یہ دے کہ اپنے آپ کو ان کے سامنے ذلیل کرے جن پر خدا نے اس کو عزت بخشی تھی۔

اللہ تعالیٰ[2] فرماتا ہے کہ ہم نے انسان کی بناوٹ ایسی عمدہ اور ایسی اعلیٰ رکھی کہ ساری مخلوقات میں کسی کو بھی یہ نصیب نہیں۔ یہ ہماری[3] قدرت کا خاص الخاص نمونہ ہے اور یہ انسان اللہ تعالیٰ کے ان انعامات کو ٹھکرا کر اپنے سے کمتر کو نہ صرف بڑا۔ بلکہ اتنا بڑا کہ خدا کی برابر اور اس کی خدائی میں شریک ماننے لگے تو اس سے زیادہ خود فراموشی[4] ناشکری و ناسپاسی اور کیا ہو سکتی ہے۔

---

[1] ولقد کرمنا بنی آدم الآیۃ سورۃ بنی اسرائیل ع ۷

[2] لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم سورۃ تین پ ۳۰

[3] قال یا ابلیس ما منعک ان تسجد لما خلقت بیدی سورۃ ص ع ۵ پ ۲۳

[4] خود اپنی حقیقت کو فراموش کر دینا اور اس سے غافل ہو جانا۔

گورنری کے عہدہ پر اس سے بڑا ظلم کیا ہو سکتا ہے کہ گورنر اپنے چپراسی کو آقا سمجھنے لگے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کے مقبول اور دانشور بندے حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو وصیت فرمائی تھی۔

يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ۔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۔ لقمان
بیٹا۔ اللہ کا شریک نہ گردانو۔ بے شک شریک ماننا بہت بڑا ظلم ہے۔

اس کے بعد صاحب صدر نے ایک قصہ سنایا۔

ایک بادشاہ اور غلام

ایک غلام بچہ کی قسمت جاگی۔ ایک بہت بڑے بادشاہ کی نظر اُس پر پڑ گئی۔ یہ غلام بچہ بہت ہی کمزور۔ لاغر[1] اور نحیف بے بس اور لاچار تھا۔ نہ اُس کا کوئی سرپرست تھا۔ نہ والی وارث۔

بادشاہ کی نظرِ عنایت نے اس کو آغوشِ[2] شفقت میں لے لیا۔ اُس کی تربیت[3] کے لئے بہت سی نرسیں اور نائیں مقرر کر دیں۔ رہنے کے لئے خوبصورت محل۔ جھولنے کے واسطے جھولے۔ کھیلنے کے واسطے صاف ستھرے میدان۔ سیر تفریح کے لئے ہرے بھرے باغیچے عطا کر دیئے۔ شاہی باورچی خانہ کے خانساماں اس کے اشاروں پر بہتر سے بہتر کھانا تیار کرتے۔ اور توشہ خانہ[4] کا

[1] لاغر۔ دُبلا۔ نحیف کمزور [2] آغوش۔ گود۔ شفقت۔ مہربانی [3] تربیت۔ پرورش کرنا پالنا [4] توشہ خانہ۔ یعنی لباس۔ پوشاک۔ اور سامانِ آرائش کا میگزین۔ جہاں بادشاہ کے پہننے کے کپڑے۔ اوڑھنے بچھانے اور سجانے کے سامان کا ذخیرہ رہتا ہے۔

داروغہ ہر وقت کمر کسے کھڑا رہتا کہ جب بھی اشارہ پائے بہتر سے بہتر پوشاک اور سامان آرائش اس کی خدمت میں حاضر کر دے۔ تعلیم کے لئے بہتر سے بہتر اتالیق[1] معلم مقرر کئے گئے۔ باڈی گارڈ[2] کا ایک مضبوط دستہ ہر وقت محل کی حفاظت کرتا رہتا تھا اور بے وردی پولیس اور سی آئی ڈی اس کے دائیں بائیں نگرانی میں مصروف رہتی۔ غرض وہ تمام ناز برداریاں جو خاص شہزادوں کی ہو سکتی ہیں اس غلام بچہ کی گئیں۔ بچہ جوان ہو کر سرکاری خدمت انجام دینے کے قابل ہوا۔ تو شاہانہ عنایت نے ایک پورے صوبے کی حکومت اس کے سپرد کر دی۔

یہ خانہ زاد بچہ نائب السلطنت اور گورنر کی حیثیت سے بڑے کروفر سے اس صوبے میں پہنچا۔ راجدھانی میں اس کا عظیم الشان جلوس نکالا گیا۔ گورنمنٹ ہاؤس (سرکاری محل) میں فروکش ہوا۔ حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی۔

صوبہ کی حکومت پالینے کے بعد اس خانہ زاد[3] کا فرض تھا کہ جس مالک نے اس کو بلا کسی استحقاق کے ان بے شمار مہربانیوں اور عنایتوں سے نوازا اس کی وفاداری اور اطاعت شعاری میں اپنی زندگی قربان کر دیتا اور کبھی

---

[1] اتالیق: وہ استاد جو پڑھانے سکھانے کے ساتھ ساتھ سدھانے کی خدمت بھی انجام دے۔

[2] وہ خاص اور بھروسہ کے قابل فوج جو بادشاہ یا گورنر کی حفاظت کے لئے متعین ہو۔

[3] وہ خادم جن کی پیدائش شاہی محل میں ہوئی ہو یعنی جس کے باپ دادا بھی خادم خاص اور وفادار رہے ہوں اور خود بھی بچپن سے شاہی محل میں پلا بڑھا ہو۔

یہی فیصلہ کرتا کہ حق ادا نہ ہو سکا۔ کیونکہ اس کے پاس اس کا کچھ بھی نہ تھا جو کچھ تھا شاہ کا عطیہ تھا۔ اس کا لطف و احسان تھا۔ مگر اس بدبخت غلیطے کو جیسے ہی حکومت ملی، وفا کی بجائے جفا کی باتیں سوچنے لگا۔

کمینہ خصلت غدار جو بادشاہ کے ملک میں چھپے پڑے تھے اُن سے ساز باز شروع کر دی گئی اور امن و امان قائم کرنے، کمزوروں کی امداد مظلوموں کی فریاد رسی، ملک کی آبادی اور سلطنت کو ترقی دینے کے بجائے فساد پھیلانے اور بغاوت برپا کرنے کے منصوبے تیار کر لئے۔ لیکن یہ بادشاہ بہت ہوشیار اور سمجھدار تھا۔ اس کا نظام حکومت بہت مضبوط تھا۔ وہ خود بھی ہر وقت چوکنا رہتا اور اس کی مستعد و نہایت چست سی آئی ڈی بھی ایک ایک لمحہ کی خبر اس کو پہنچاتی رہتی تھی۔ بادشاہ کو فوراً ہی اس غلیطے کے ارادوں کا علم ہوا اور یہ پوری سازش پکڑ لی گئی۔ یہ غلام بچہ گرفتار ہوا۔ فوجی عدالت میں پیش کیا گیا۔ مقدمہ کی سماعت شروع کر دی۔ فاضل ججوں کا یہ فیصلہ ہوا کہ یہ گردن زدنی ہے۔ کم سے کم سزا یہ ہے کہ اس کو ہمیشہ جیل خانہ میں سڑایا جائے۔ اس بدبخت نے بادشاہ پر ظلم کا ارادہ کر کے خود اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔

یہ قصہ تم نے پڑھا۔ اب خود انسان کی حالت پر غور کرو۔ یہ انسان کچھ بھی نہیں تھا۔ خاک کی ایک مٹھی تھا۔ سب آقاؤں کے آقا۔ سب مالکوں کے مالک سب حاکموں کے سب سے بڑے حاکم اور حقیقی بادشاہ کی نظر عنایت نے اس مشت خاک کو ایسا پیکر[۱] پاک عطا فرمایا جو سب سے زیادہ موزوں

---

[۱] پیکر۔ جسم۔

اور سب سے زیادہ معتدل ہے۔ اس کو ایسے قالب کا گہوارہ عطا فرمایا جس کی نظیر سے ساری مخلوق عاری ہے۔ زمین و آسمان کی بے شمار مخلوقات میں کسی کو بھی کوٹھی بنگلہ، قلعہ یا محل بنانے کی صلاحیت نصیب نہ ہوئی۔ نہ کسی میں خوشبو۔ بدبو یا اچھے برے کھانے کی تمیز پیدا ہوئی۔ شیر کو جنگل کا بادشاہ کہا جاتا ہے، مگر اس بادشاہ کا نہ کوئی محل ہے نہ قلعہ نہ دربار نہ تخت و تاج۔ اُسے شاہانہ پوشاک تو کیا پھٹے پرانے چیتھڑے بھی نصیب نہیں۔ لیکن خانہ بدوش انسان کے لئے کوٹھیاں اور بنگلے نہ سہی اس کو چمڑے اور سوت کے ہلکے پھلکے خیمے میسر ہیں جن کو وہ جہاں چاہتا ہے نصب کرتا ہے اور اپنا محل بنا لیتا ہے۔ قدرت کا توشہ خانہ اس کے لئے کپاس۔ اون سن اور چمڑا۔ اتنا فراہم کرتا رہتا ہے کہ وہ استعمال کرتے کرتے تھک جائے لیکن قدرتی سامان کے خزانے ختم نہیں ہوتے۔

خریف ربیع اور بہار و خزاں کے باورچی طرح طرح کے میوے پھل اور غلے فراہم کرنے میں بارہ مہینے لگے رہتے ہیں اور ہر ایک غذا کے بے شمار انبار اس کے سامنے لگا دیتے ہیں جن کو انسان بلا شرکت غیرے استعمال کرتا ہے۔ چنانچہ وہ ایک چوہے اور گلہری تک کو اجازت نہیں دیتا کہ ایک دانہ بھی منہ میں ڈال لیں۔ اگر کوئی ایسا جرم کر گذرتا ہے تو اس کو موت کی سزا دینے میں بھی تامل نہیں کرتا

آفتاب کا پاور ہاؤس روشنی، حرارت اور بجلی فراہم کرتا ہے جس سے اُس کے کروڑوں کارخانے اور فیکٹریاں چلتی ہیں۔ کام کرتے کرتے تھک جاتا

ہے تو شام کی ٹھنڈی ہوائیں اس کی تھکن دور کرتی ہیں اور تھپک تھپک کر سلاتی ہیں۔ سویرے اٹھتا ہے تو نسیم صبح کی دل آرام نرسیں تفریح کے لئے حاضر ہوتی ہیں اور اپنی اٹھکیلیوں سے اس کا دل بہلا کر تمام دن کام کرنے کے لئے تازہ دم کر دیتی ہیں۔ سیکڑوں حسین[1] مناظر اپنے جلووں سے اسکی نگاہیں سینکتے ہیں اور بدن کی نس نس میں تازہ خون کے فوارے دوڑاتے ہیں۔

ان بے شمار نعمتوں کے ساتھ سب سے بڑا انعام یہ ہے کہ اس کو نائب اور خلیفہ بنا کر ساری مخلوق میں اس کا درجہ سب سے بلند کیا اور نہ صرف بحر و بر خشکی و تری بلکہ موجودہ کائنات کا یہ تمام کارخانہ اس کے سپرد کر دیا۔ وہ جس طرح چاہے سمندروں سے کام لے۔ سربفلک پہاڑوں کی چوٹیوں کو کاٹ کر تفریح گاہیں بنائے۔ ہرے بھرے جنگلات پر آرے چلا کر اپنے محلات کے لئے اعلیٰ قسم کا فرنیچر تیار کرائے۔ پرندوں کا شکار کرے۔ درندوں کو گرفتار کر کے عجائب خانوں میں بند کرے۔ مویشی سے باربرداری کا کام لے۔ ہوا اور بجلی کو قبضہ میں لا کر اپنی شان و شوکت کی فوجیں تیار کرے۔ چاند تاروں تک پہنچے اور وہاں اپنی حکومت قائم کرے۔

یہ تمام نعمتیں پانے کے بعد اس مشت خاک کا فرض ہے کہ اپنے مالک اور آقا کو پہچانے اس کی وفاداری کو اپنا فرض اور زندگی کا آخری مقصد قرار دے اگر وہ ایسا کرتا ہے تو یہ اس کی انسانیت اور اس کی انصاف پسندی اور شرافت ہے لیکن اگر اس کے برعکس وہ ان کو آقا اور مالک ماننے

---

[1] حسین: خوبصورت مناظر منظر کی جمع سینری کو کہتے ہیں یعنی وہ پیاری چیزیں جو نظر کو بھی اچھی معلوم ہوں

جو کچھ بھی نہیں ہیں تو ظاہر ہے یہ بہت بڑی جہالت بلکہ حماقت ہے اور یہ بات
کہ آقا سے توڑ کر ان سے جوڑے جو اس سے بھی زیادہ ذلیل اور حقیر ہیں اور
اُن کو اپنا آقا مانے جن کی پیدائش خود اس کی خدمت کے لئے ہوئی ہے تو یہ
حماقت و جہالت ہی نہیں بلکہ اپنے آقا کے حق میں بہت بڑی نمک حرامی اور
خود اپنی ہستی کے حق میں بہت بڑا ظلم اور نا انصافی ہے۔ تم اگر دھوکا کھا کر
کسی ایسے شخص کو استاد سمجھ لو جس سے کبھی ایک حرف بھی نہیں پڑھا تو اس کو
اپنی حماقت قرار دو گے اور اگر کسی بہروپئے سے دھوکا کھا کر تم نے اس کو
افسر سمجھ لیا اور اس کی تعظیم و تکریم کے لئے کھڑے ہو گئے تو یہ ایسی حماقت ہوگی
کہ کسی کے سامنے اس کا ذکر کرنا بھی پسند نہ کرو گے۔

اس تفصیل کے بعد یہ بات صاف ہو گئی کہ غیر اللہ کی عبادت سب سے
بڑی جہالت، حماقت، ذہنی خودکشی اور خود اپنے اوپر اور نہ صرف اپنے اوپر
بلکہ عالم انسانیت پر ظلم عظیم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے سمجھ عطا فرمائی ہے وہ
اس کا مرتکب[1] تو کیا ہوتا اس کا ذکر کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔ اور اگر کسی طرح
زبان پر ذکر آ جاتا ہے تو فوراً کہتا ہے نعوذ باللہ (ہم اللہ کی پناہ لیتے ہیں)

---
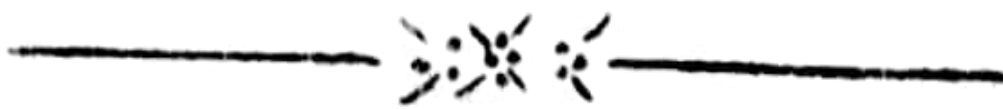
[1] مرتکب کرنے والا۔ عمل میں لانے والا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ اس پر عمل تو کیا کرتا۔

Scanned by CamScanner

توحید کی تفسیر اور اس کی عملی تصویر

توحید کی تفسیر خواجہ الطاف حسین حالیؒ کے اشعار میں یہ ہے

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق
زباں اور دل کی شہادت کے لائق
اسی کے ہیں فرمان طاعت کے لائق
اسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق

لگاؤ تو لو اس سے اپنی لگاؤ
جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ

اسی پر بھروسہ ہمیشہ کرو تم
اسی کے سدا عشق کا دم بھرو تم
اسی کے غضب سے ڈرو گر ڈرو تم
اسی کی طلب میں مرو جب مرو تم

مُبرّا[۱] ہے شرکت سے اس کی خدائی
نہیں اس کے آگے کسی کی بڑائی

خرد[۲] اور ادراک[۳] رنجور ہیں واں
مہ[۴] و مہر[۵] ادنیٰ سے مزدور ہیں واں
جہاں دار[۶] مغلوب و مقہور[۷] ہیں واں
نبی اور صدیق[۸] مجبور ہیں واں

---

[۱] مبرا۔ پاک [۲] خرد۔ عقل [۳] ادراک یعنی تحقیق و تفتیش [۴] مہ۔ چاند [۵] مہر۔ سورج [۶] جہاں دار۔ جہان رکھنے والا یعنی بادشاہ [۷] مقہور یعنی مغلوب اور بے بس۔ جس پر جبر اور قہر کیا گیا ہو [۸] صدیق۔ نہایت سچا۔ ہر موقع اور ہر کام میں سچائی سے کام لینے والا۔ انبیاء علیہم السلام پر سب سے پہلے ایمان لانے والا۔ اپنی تمام زندگی راست بازی میں بسر کرنے والا جس کی فطرت سچائی پسند ہو جیسے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

نہ پرستش ہے رہبان[1] و احبار[2] کی واں
نہ پھیلے ہے ابرار[3] و احرار[4] کی واں

———

یعنی

یہ بات کہ دل سے مانا جائے اور زبان سے اقرار کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں یکتا ہے۔ نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے نہ اس کی صفات میں کوئی اس کی مثال اور مانند ہے۔ اس پر عمل اس طرح ہوگا کہ:۔

(الف) ہر ایسی تعظیم جو پرستش اور پوجا کے وقت کی جاتی ہے صرف اسی ایک اللہ کے لئے کی جائے اور کسی کے لئے نہ کی جائے

(ب) جب بھی دنیا کے کسی حاکم یا کسی سرکار کا کوئی حکم یا خاندان اور برادری کی کوئی رسم اللہ کے کسی فرمان کے مقابلہ میں آئے تو صرف اللہ کے فرمان پر عمل ہو نہ پنچایت یا برادری کے رسم و رواج کی پابندی ہو۔ نہ کسی حاکم یا سرکار کے حکم کے سامنے گردن جھکے۔

(ج) کسی کا حکم اس لئے مانا جاتا ہے کہ اس سے کسی نفع کی امید ہوتی ہے۔ یا کسی نقصان کا خطرہ ہوتا ہے یا اس سے محبت ہوتی ہے یا

---

[1] رہبان۔ جمع راہب کی۔ راہب عیسائیوں کے تارک الدنیا درویش [2] احبار جمع حبر کی۔ بڑا عالم یہودی اپنے علما کو احبار کہا کرتے تھے [3] ابرار جمع بر کی۔ نیک آدمی [4] احرار جمع حر کی جس کے معنی شریف

اس کے غضب اور قہر کا ڈر ہوتا ہے کہ وہ مار ڈالے یا جیلخانہ میں ڈال دے
توحید کا اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ نفع۔ نقصان۔ امید و خوف رہیم و رجا عشق و محبت
طلب و جستجو، جو کچھ ہو صرف اسی ایک ذات سے ہو۔ اسی ایک ذات کی ہو۔
اس کے سوا جس کی بھی ہو، وہ اسی کے لئے ہو، اسی کی اجازت اور حکم سے ہو۔

(د) وہ اپنی صفات میں ایسا بے مثل و بے نظیر ہے کہ دنیا کی کسی چیز سے، کسی کی بھی صفت سے اس کی مثال نہیں دی جا سکتی وہ بے چون و چرا ہے۔ نہ اس کے کسی صفت کا چون یعنی کیف بیان کیا جا سکتا ہے۔ نہ کسی حکم اور قانون و قاعدہ کے متعلق چرا یعنی کیوں کا سوال اٹھایا جا سکتا ہے۔ بیشک سننا، دیکھنا، تکلم کرنا، جاننا، اس کی صفات ہیں۔ مگر اس کے سننے، دیکھنے، جاننے اور بولنے کو اپنے اوپر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ ہم محتاج ہیں، ہمیں سننے کے لئے کان، دیکھنے کے لئے آنکھ اور جاننے کے لئے بہت سے آلات کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک احتیاج سے پاک ہے۔ لہٰذا اس کو ہم جیسے کانوں، آنکھوں یا واقفیت کے آلات کی بھی ضرورت نہیں وہ اپنی ذات اور صفات میں اتنا بلند ہے کہ ہماری محدود عقل اس کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتی اور ہماری تحقیق و تفتیش کی ساری دوڑ دھوپ، ہمارے فکر و تخیل کی ہر ایک پرواز اس کی ذات و صفات کے بلند معیار سے بہت نیچے تھک کر اور عاجز ہو کر رہ جاتی ہے۔

(ہ) عظمت اور کبریائی[1] اور ہر قسم کی بڑائی صرف اسی کا حصہ ہے۔

---

[1] عظمت کے معنی بڑائی۔ کبریا۔ بڑا اور کبریائی، بڑائی

اور صرف اُسی کو حاصل ہے۔ اس کے مقابلہ میں کسی بھی بڑے کی کوئی حقیقت نہیں۔

دُنیا کے بڑے ہوں جیسے بادشاہ اور شہنشاہ۔ یا آخرت کے بڑے جیسے اولیاء اللہ اور انبیاء علیہ السلام، اُس کے سامنے سب ہیچ ہیں۔ ان کو جو کچھ بھی بڑائی ہے وہ اُسی کی دی ہوئی ہے۔ اُسی نے ان کو وجود بخشا اُسی نے ان کو یہ عظمت و بڑائی عطا فرمائی۔ اُسی سے سب کچھ ہے اور جو کچھ ہے وہ اسی سے ہے۔ اس کے بغیر کوئی بھی کچھ نہیں۔

(۵) دین مذہب اور شریعت سب کچھ اسی ایک اللہ عزّ و جل کا بنایا ہوا ہے۔ وہی صحیح ہے۔ کوئی عالم ہو یا درویش[1]۔ فقیہ[2] ہو یا فقیر اس کا وہی حکم اور وہی رائے اور مشورہ ماننے کے قابل ہے جو اللہ کے بتائے ہوئے دین کے مطابق اور اس کے احکام کی روشنی میں ہو۔ اور جو اس روشنی سے محروم ہے وہ سراسر گمراہی ہے۔ خواہ وہ کسی راہب کی زبان سے نکلے یا کسی درویش کے قول سے ثابت ہو۔ اگر وہ فرمان خداوندی کے خلاف ہے تو اس پر عمل کرنا گناہ ہے اور اس کو حق ماننا شرک ہے[3] (معاذ اللہ)

---

[1] تارک دنیا بزرگ۔ سادھو [2] فقیہ: جس کو دین اور شریعت کی گہری سمجھ بوجھ دی گئی ہو۔

عقیدہ توحید کا اثر

ایک خدا پرست جب توحید کا مطلب سمجھ کر اس پر عمل کرے گا تو اس کا اثر لامحالہ یہ ہو گا کہ

(۱) اس کی نظر اونچی اور اس کا حوصلہ بلند ہو گا۔ وہ ذات واحد یعنی خدا تعالیٰ اور اس کے بتائے ہوئے سچے اصول کے سوا کسی کے سامنے گردن نہیں جھکائے گا۔ کیونکہ اس کی نظر میں جو کچھ ہو گا صرف وہی ایک ہو گا۔ وہی موجود و معبود ہو گا اور وہی مقصود و مطلوب۔ اس کے سوا ساری کائنات ناپائیدار فانی اور محتاج نظر آئے گی۔ لہذا کسی بھی غیر اللہ[1] کے سامنے گردن نیاز[2] خم نہ ہوگی۔

(۲) وہ باغیرت اور خوددار ہو گا۔ کسی بھی نفع کے لالچ میں کسی کے سامنے جھکنے یا ہاتھ پھیلانے پر آمادہ نہیں ہو گا۔ کیونکہ اس کا یقین ہو گا کہ کارساز[3] و حاجت روا اور مشکل کشا صرف اللہ ہے۔ بنانا اور بگاڑنا۔ نفع۔ نقصان پہنچانا، اسی کا کام ہے۔ وہی اس کو نفع بخش سکتا ہے اور اسی کے حکم سے راحت و آرام میسر آسکتا ہے۔

---

[1] غیر اللہ۔ اللہ کے سوا [2] گردن نیاز خم نہ ہو گی یعنی حاجت کے وقت گردن نہ جھکے گی۔

[3] کارساز۔ کام بنانے والا۔ حاجت روا۔ ضرورت پوری کرنے والا۔ مشکل کشا۔ مشکل کو آسان کرنے والا۔

(۳) خودداری اور غیرت کے ساتھ وہ حددرجہ متواضع اور منکسر المزاج بھی ہوگا۔ وہ کتنا ہی بڑا دولت مند، کتنا ہی بڑا بادشاہ اور کتنا ہی بڑا عالم وفاضل کیوں نہ ہو، غرور اور گھمنڈ اس کے پاس تک نہ ہوگا۔ عاجزی اور فروتنی کی نرمی اُس کے چہرے بشرے سے نمایاں رہے گی۔ کیونکہ اس کی نظر اس حقیقت پر ہوگی کہ ذاتِ واحد کے سوا جو کچھ ہے ہیچ ہے۔ وہ خود بھی ہیچ اور جو دولت وحکومت یا علم وفضل اُس کے پاس ہے وہ بھی ہیچ در ہیچ۔ سمندر میں ایک قطرہ کی کچھ حقیقت ہوتی ہے مگر اس ذات واحد کے سامنے اس کی یا اُس کی دولت وبادشاہت کی یہ بھی حقیقت نہیں۔ بس وا کہیں بھی اپنی بڑائی نہیں جتائے گا۔ دنیا کے کسی بھی حقیر وذلیل پر اُس کی نظر پڑے گی تو خود اپنی حقارت بھی اُس کے سامنے آجائے گی اور غرور و گھمنڈ کی بجائے تواضع اور عاجزی کا جذبہ اُبھر آئے گا۔

(۴) وہ نڈر اور بہادر ہوگا۔ حق وصداقت کی حمایت اور سچی بات کے کہنے میں نہ کسی جابر وظالم بادشاہ کے جبر وقہر سے اس کا دل لرزے گا اور نہ کوئی بڑی سے بڑی فوجی طاقت اس کو مرعوب کر سکے گی۔ کیونکہ اس کا یقین یہ ہوگا کہ مارنا جلانا، تکلیف یا نقصان پہنچانا اللہ کے حکم کے بغیر کسی کے بس کی بات نہیں وہ اگر چاہے موت کے منہ میں زندہ رکھے اور جس کو چاہے محفوظ قلعہ کی چار دیواری میں باڈی گارڈ اور فوجی دستوں کے پہروں میں راحت وآرام کے بستر ہی پر موت کی نیند سلادے۔

(۵) وہ جس طرح دنیاداروں کی طاقت اور اُن کی شوکت وسطوت کے

سامنے نڈر اور بے خوف ہوگا۔ اتنا ہی زیادہ اللہ کا خوف اُسکے رگ و ریشہ میں رچا ہوا ہوگا۔ اُس کی بے نیازی کے تصور سے بدن کے رونگٹے کھڑے رہیں گے اور دل ہمیشہ لرزتا رہے گا۔ کیونکہ اُس کا یقین یہ ہوگا کہ جس طرح اس ذات واحد کے رحم کی کوئی انتہا نہیں، ایسے ہی اُس کے قہر و غضب کی بھی کوئی حد نہیں۔ وہ بے نیاز ہے۔ اس کو نہ ہماری عبادت کی ضرورت ہے نہ ہماری وفاداری کی حاجت ہے۔ اُس پر کسی کا زور چل سکتا ہے نہ کوئی اس سے اُس کے کسی بھی فعل کے متعلق کوئی بازپرس کر سکتا ہے۔ وہ ورا الورا ہے۔ نہ اُس کا کوئی رشتہ ہے نہ قرابت۔ اُس سے صرف ایک ہی رشتہ ہے کہ وہ خالق ہے اس کے علاوہ جو کچھ ہے مخلوق۔ وہ قادر مطلق ہے۔ اس کے سوا جو بھی ہے بے بس اور عاجز۔ پس کوئی رشتہ اگر کارگر ہو سکتا ہے تو صرف ایک رشتہ یہی یعنی اپنی عاجزی کا یقین و اعتراف اور اُس کی بے نیازی کا خوف و خشیہ۔

(۶) اس کا دل صرف خدائے واحد کی محبت کا والہ و شیدا ہوگا۔ کیونکہ اس کو یقین ہوگا کہ حسن و جمال، ہر ایک کمال، اور ہر وہ اچھی صفت جس سے پاک محبت پیدا ہوتی ہے۔ وہ حقیقتہ اللہ کی صفت ہے۔ اس کے سوا جہاں بھی ہے وہ اسی کا عکس ہے۔ اُس کا پرتو اور اسی کی پرچھائیں ہے پس اصل محبت اللہ کی۔ اس کے سوا جس کی بھی محبت ہو وہ اللہ کے لئے ہو۔

(۷) وہ کسی حال میں مایوس نہیں ہوگا۔ اس کے عزم و استقلال

ہ۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ آپ کی نظر ایک مرغی پر پڑی تو آپ نے فرمایا کہ مرغی تو کسی اچھی ہے۔ تجھ پر نہ حساب نہ کتاب۔ کاش میں تجھ جیسا ہوتا (تاریخ الخلفاء وغیرہ)

میں کبھی فرق نہیں آئے گا کیونکہ خود اس کی طاقت خواہ کتنی ہی کمزور ہو اور اُس کے ذرائع اور اس کے وسیلے خواہ کتنے ہی محدود ہوں مگر اُس کی نظر اُس خدا پر ہے جس کا فضل و کرم بے حد و حساب ہے جس کی قوتیں بے پایاں و بے انتہا۔ وہ جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے۔ جب سارے سہارے ختم ہو جائیں ناکامی سامنے آجائے تب بھی جس کو چاہتا ہے نامرادی کے بھنور سے نکال کر مراد بخشتا ہے۔ ناکاموں کو دفعۃً کامیاب کرتا ہے۔ اُس نے اپنے فضل و کرم سے مُشت خاک کو آدم بنایا اپنا خلیفہ بنا کر تمام فرشتوں سے سجدہ کرایا اور جب اس کی نظر پھری تو فرشتوں میں جو پیش پیش تھا اس کو شیطان لعین بنا کر ہمیشہ کے لئے راندہ درگاہ کر دیا۔

(۸) اُس کے دل میں خدا کی ہر ایک مخلوق کے لئے جذبۂ رحم ہوگا۔ کیونکہ وہ اُس کے محبوب کی چیز ہے اور محبوب کی چیز محبوب ہوا کرتی ہے۔ [1]

---

[1] یہ جو ہم دیکھتے ہیں کہ کاشتکار کو اپنے کھیت سے، باغبان کو اپنے باغ سے، مالی کو چمن سے اور کاریگر کو اپنی کاریگری کی چیز سے محبت ہوتی ہے۔ یہ اُس محبت کی پرچھائیں ہے جو خالق کو اپنی مخلوق سے ہے جو اُس محبت سے بہت زیادہ ہے جو باپ کو اپنی اولاد سے ہوا کرتی ہے۔ اس موقع پر مسدس حالی کے یہ شعر یاد رہنے چاہئیں۔

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدیٰ کا — کہ ہے ساری کنبا خدا کا
وہی دوست ہے خالق دوسرا کا — خلائق سے ہے جس کو رشتہ ولا کا

یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

نوٹ: (۱) محبت کے سلسلہ میں دینی تعلیم کے رسالہ نمبر ۹ کا مضمون دہرایا جائے (۲) حالی کے اشعار میں کتاب ہدیٰ سے مراد احادیث۔ خالق دوسرا یعنی دونوں جہان کا پیدا کرنے والا۔ ولا یعنی دوستی اور محبت۔

(۹) اللہ کے راستہ میں جان دیدینا اس کی سب سے بڑی آرزو ہوگی۔ کیونکہ وہ اسکو وصال محبوب کا ذریعہ سمجھے گا۔ اس کو یقین ہوگا کہ اس طرح اپنی جان عزیز نذر عقیدت میں پیش کردینے سے معبود و مقصود کی بارگاہ میں اُسکے درجے بلند ہوں گے۔ بس وہ اللہ کے حکم کے مطابق سچے اور بلند اصول کے واسطے خدمتِ خلق اور خدمت ملک و ملت کے لئے جان و مال کی قربانی سے کبھی بھی پیچھے نہیں ہٹے گا۔ بلکہ اس قربانی کے لئے اس کے دل میں تڑپ ہوگی۔

ایک مسلمان جرنیل نے غیر مسلم مدمقابل کو لکھا تھا۔

"میرے ساتھ ان اللہ والوں کی فوج ہے جن کو میدان جنگ میں مرنے کا ایسا ہی شوق ہے جیسا تمہیں رقص خانوں میں شراب کا۔"

(۱۰) وہ اللہ والوں کا ادب کرے گا۔ اللہ کے تمام نبیوں، رسولوں، (علیہم السّلام) اور تمام پاکباز بندوں کی تعظیم و تکریم اس کے ایمان کا جزو ہوگا۔ کیونکہ اس کے محبوب کے محبوب و مقرب ہیں اور معبود حقیقی نے ان کے ادب و احترام کا حکم فرمایا ہے۔

(۱۱) وہ ہمیشہ پاک نفس، پاکباز اور خدا کا فرماں بردار بننے کی کوشش کرتا رہے گا کیونکہ اس کو یقین ہوگا کہ وہ خدا ر واحد جس سے اس کو واسطہ ہے اسکے یہاں صرف اسی جنس کی قدر ہے۔ یہ اگر نہ ہو تو کوئی نہ کوئی دیوی دیوتا کام آسکتا ہے۔ نہ کوئی جن یا پری اس کی مدد کرسکتی ہے۔ کیونکہ اس کا کوئی شریک نہیں۔ کسی کو اُس پر زور زبردستی کا حق نہیں۔ بس کامیابی کا صرف ایک ہی راستہ ہے یعنی ایمان اور عمل صالح۔

قیامت اور حشر[۱] و نشر

جو کچھ ہمارے سامنے ہے۔ ہزاروں تبدیلیوں کا نتیجہ ہے۔ یہ زمین اور آسمان جو ہماری نگاہوں میں سب سے بڑے ہیں۔ ان کے بننے میں بہت سی تبدیلیاں ہوئی ہیں۔

سوال یہ ہے کہ تبدیلیوں کا یہ سلسلہ ختم ہو گیا یا آئندہ بھی ہونیوالا ہے۔ سائنس دانوں کی زبان میں یوں کہو کہ نظام شمسی[۲] میں ایک بہت بڑی تبدیلی تو ہو چکی ہے کہ آفتاب کا ایک کنارہ جھڑا جس سے زمین بنی اور نظام شمسی میں داخل ہو گئی۔ اسی طرح کی اور بھی تبدیلیاں ہو چکی ہیں تو کیا آئندہ اس نظام میں اور بھی تبدیلیاں ہوں گی اور کیا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ پورا نظام ہی بڑھیا کے چرخے کی طرح ٹوٹ پھوٹ کر درہم برہم ہو جائے۔

قرآن شریف میں بتایا گیا ہے اور بار بار آگاہ کیا گیا ہے کہ تبدیلیوں کا

---

۱ حشر: اٹھنا۔ نشر: پھیلنا۔ چونکہ لوگ قیامت کے دن زندہ ہو کر دوبارہ اٹھیں گے اور منتشر ہوں گے لہٰذا قیامت کو حشر و نشر اور یوم محشر بھی کہا جاتا ہے۔

۲ کہا جاتا ہے کہ اس کائنات کی جو ہمارے سامنے ہے اصل آفتاب ہے۔ زمین، چاند، عطارد، مریخ وغیرہ تمام تارے اسکے گرد گھوم رہے ہیں۔ نور کشش کا ایک خاص توازن ہے جو ان تاروں کو انکے گرد گھومتے ہوئے انکو اپنے مرکز پر قائم کئے ہوئے ہے۔ آفتاب اور تاروں کے اس مجموعہ کو نظام شمسی کہا جاتا ہے۔ سمجھنے کیلئے اتنا بتا دینا کافی ہے کہ آفتاب، زمین اور تاروں کی موجودہ ترتیب کا نام نظام شمسی ہے

یہ سلسلہ ختم نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی ایک ذات کے علاوہ ہر چیز میں تبدیلی ہوئی، ہو رہی ہے اور ہوگی۔

کائنات کا یہ نظام جس کو اب نظامِ شمسی کہا جاتا ہے اس کے اندر تبدیلیاں ہوئیں اور ہو رہی ہیں اور آخر میں وہ سب سے بڑی تبدیلی ہوگی جس کا نتیجہ فنا ہوگا۔

آفتاب کی ساری خصوصیتیں فنا ہو جائیں گی۔[1] چاند اور سورج کا درمیانی فاصلہ ختم ہو جائے گا۔[2] تارے بکھر جائیں گے۔[3] آسمان پگھل جائیں گے۔[4] زمین پھٹ جائے گی۔ سمندر بھڑکا دیئے جائیں گے[5] اور پہاڑ گرد و غبار بن کر اڑ جائیں گے۔[6] یہ ایک نفخہ یعنی صُور کی ایک گڑگڑاہٹ پر ہوگا۔ اس بھونچال کی دہشت ناقابلِ اندازے سے باہر ہے۔ بطور مثال کے ایک معمولی سی بات ہے کہ دودھ پلانے والی مائیں اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھول جائیں گی۔ حاملہ عورتوں کے پیٹ کے بچے گر جائیں گے اور بڑے بڑے ہوشمند بے ہوش اور بدحواس ہو جائیں گے۔

یہ تبدیلی موجودہ عالم کی سب سے بڑی اور آخری تبدیلی ہوگی۔ قیامت کہلاتی ہے۔ قرآن پاک میں اس کو القارعۃ[7]، الساعۃ، الآزفہ وغیرہ بھی کہا گیا ہے۔

---

[1] اذا الشمس کورت (سورۂ تکویر) [2] وجمع الشمس والقمر (سورۂ قیامت) [3] و اذا الکواکب انتثرت [4] یوم تکون السماء کالمہل (سورۂ معارج) [5] و اذا البحار سجرت [6] اذا الجبال نسفت [7] القارعۃ کا ترجمہ ہے کھڑکھڑانے والی (سورۂ قیامت)۔ الساعۃ کے معنی وقت معین، آزفہ کے معنی قریب آنے والی۔

یہ گویا موسم خزاں کی باد سموم[1] ہو گی۔ باد سموم ہر جاندار کو موت کے گھاٹ اُتار دیتی ہے اور قیامت کی یہ باد سموم ہر وجود کو فنا کے گھاٹ اتار دے گی۔ اس کے بعد دوسرا نفخ صور ہو گا۔ گویا موسم بہار[2] کی بارانِ رحمت نازل ہو گی جس سے یہ اُجڑی ہوئی کھیتی پھر لہلہانے لگے گی۔ بوسیدہ[3] زمین اور چرخِ کہن کے بدلے نئی زمین اور نیا آسمان وجود میں آئے گا۔ اللہ[4] کے نور سے زمین جگمگا اٹھے گی۔ ہر ایک ہستی ذاتِ برحق و یکتا کے حضور میں حاضر ہو گی۔ مجرم آہنی زنجیروں میں جکڑے ہوئے۔ ان کے کرتے گندھک کی سڑاند

---

[1] تیز اور زہریلی لُو۔ ... کو سموم کہتے ہیں۔ باد کے معنی ہوا۔ [2] موسم خزاں میں گھاس کا نام و نشان بھی نہیں رہتا۔ زمین ایسی چٹیل ہو جاتی ہے کہ نہ اس میں گھاس کی کوئی جڑ نظر آتی ہے یا کسی پودے کا کوئی بیج۔ لیکن جیسے ہی بارش ہوتی ہے وہ بے نام و نشان گھاس ایک ہی رات میں جمنے لگتی ہے۔ اس عرصہ میں یہ جڑیں یا یہ بیج کہاں رہے خدا ہی خوب جانتا ہے کہاں رہے قرآن حکیم میں یہ مثال بار بار دی گئی ہے فاحیینا به الارض بعد موتها کذالک النشور (سورہ فاطر ع ۲) و فی سورۃ الحج قوله تعالی یا ایها الناس ان کنتم فی ریب من البعث (رتا) بهیج۔ وقال حجة الاسلام الشاہ ولی اللہ الدهلوی ثم اذا نفخ فی الصور ای جاء فیض عام من باری الصور بمنزلة الفیض الذی کان منه فی بدء الخلق حین نفخت الارواح فی الاجساد و اسس عالم المواليد اوجب فیض الروح الا لنی ان ینکسی لباسا جسما نیا او لباسا بین المثال والجسم. فیتحقق جمیع ما اخبر به الصادق المصدوق علیه افضل الصلوۃ و ایمن التحیات حجة اللہ البالغه باب حقیقة الروح [3] یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات و برزوا للہ الواحد القهار (سورہ ابراہیم) [4] و اشرقت الارض بنور ربها (زمر)

میں سڑے ہوئے۔ چہرے سیاہ۔ اُن کے اوپر آگ کے گھونگھٹ لٹکے ہوئے صف بصف مالک یوم الدین کے بارگاہ میں حاضر کئے جائیں گے۔ ہر ایک کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں ہوگا۔ جو پروانۂ موت سے بھی زیادہ اس کے لئے وحشت انگیز ہوگا[۱] اور خدا کے نیک اور پاکباز بندے اُس طرح پیش ہوں گے کہ ایمان و عمل صالح کا نور آگے آگے ہوگا اور اُن کی ذریات اُن کے جلو میں ساتھ ساتھ۔ امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام) کے چہرے اور ہاتھ پاؤں وضو کے نور سے منور ہوں گے۔

نامۂ اعمال ان کے داہنے ہاتھوں میں ہوں گے۔ اُن کے توقعات کے عین مطابق امید افزا اور ایسے اطمینان بخش کہ وہ مارے خوشی کے پھولے نہیں سمائیں گے[۲]

یہ میدان حشر کی ابتدا ہوگی۔ اس کے بعد حساب وکتاب۔ میزان عمل شفاعت۔ جنت دوزخ کا داخلہ۔ حوض کوثر اور اس کے آب حیات سے سیراب ہونے وغیرہ وغیرہ کے وہ تمام پروگرام ہوں گے جن کی تفصیل قرآن شریف اور احادیث میں پیش کی گئی ہے۔

---

[۱] وحشت انگیز اس لئے بھی ہوگا کہ جس کو وہ عمر بھر مذاق سمجھتا رہا تھا آج حقیقت بن کر سامنے آگیا جو اس کی توقعات کے برعکس اس کے تمام چھوٹے بڑے گناہوں کا کچا کھاتہ ہے آج اسکی دولت و ثروت، قوت و شوکت سب کچھ فنا ہو چکی وہ سب ایک خواب پریشان بن گئی آج وہ ہے اور اس کی عمر بھر کی کرتوتوں کا کچا چٹھا۔ [۲] چنانچہ لوگوں کو دکھاتے پھریں گے

ھاؤم اقرءوا کتابیہ۔ لیجیو، پڑھیو۔ میرا لکھا۔ (سورۃ الحاقہ)

تمثیلات

(۱) کہتے ہیں سلسلہ ارتقاء[1] دنیا میں پہلے سے چل رہا ہے۔ اس ارتقاء کا خلاصہ یہ ہے کہ بیکار چیز بوسیدہ ہو کر ختم ہو جاتی ہے اور کام کی چیز باقی رہتی ہے۔

بارش برستی ہے۔ سیلاب امنڈتے ہیں۔ سیلاب کے ساتھ کوڑا کرکٹ اور جھاڑ جھنکار بھی بہ آتے ہیں۔ یہ کوڑا کرکٹ یوں ہی بہ جاتا ہے اور صاف پانی ندیوں نالوں، تالابوں اور جھیلوں میں سال بھر باقی رہتا ہے جس سے کھیتیاں شاداب ہوتی ہیں اور باغ سرسبز ہوتے رہتے ہیں۔

ایک سنار سونا کٹھالی میں ڈال کر آگ پر رکھتا ہے۔ کھوٹ جل جاتا ہے۔ خالص سونا باقی رہ جاتا ہے۔

پس سمجھو پیدائش انسانی کا مقصد ایمان و عمل صالح ہے۔ ساری مخلوق انسان کے لئے پیدا ہوئی اور انسان عمل صالح اور اپنے رب کی عبادت اور اس کی معرفت کے لئے پیدا کیا گیا۔

یہ گوشت و پوست کی بناوٹ اور دنیا کا یہ ساز و سامان جو کوڑا کرکٹ ہے ختم ہو جائے گا۔ صرف عمل باقی رہ جائے گا۔ یہی عمل جنت بھی ہوگا اور جہنم بھی۔

اگر اپنی پیدائش کے مقصد کو تم نے پہچانا تو تمہیں پائیدار، عقول اور ہمیشہ رہنے والے راحت و آرام کی وہ زندگی میسر آئے گی جو اللہ کے خلیفہ کے شایان شان ہو

اور جو لوگ اس مقصد سے ہٹ کر ایمان سے محروم اور برے اعمال میں

---

[1] ارتقاء۔ ترقی کرنا۔ چڑھنا۔

مبتلا ہوتے ہیں۔ ان کا ٹھکانا اسفل سافلین یعنی دوزخ میں سب سے بدتر جگہ اور سب سے نیچے کی تہ۔

دیکھو جس کا مرتبہ سب سے بلند ہوتا ہے۔ اس کی سزا بھی سب سے سخت ہوتی ہے۔

جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے۔

انسان[1] جو اس کائنات کا خلاصہ اور تمام مخلوق میں سب سے اشرف و اعلیٰ ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیفہ بنایا اور جس کے جد امجد حضرت آدمؑ کو فرشتوں کا قبلہ و کعبہ بنایا جس کی طرف سب فرشتوں نے سجدہ کیا اور جس نے نہیں کیا وہ ہمیشہ کے لئے راندہ درگاہ ہوا اس انسان کے انعامات بھی سب سے سوا ہیں اور اس کی سزا بھی سب سے سخت۔

(۲) ایک بات اور سمجھو۔ مادی دنیا جیسے جیسے ترقی کر رہی ہے کثافت چھوڑ کر لطافت اختیار کر رہی ہے

جو کام پہلے گھوڑوں، گدھوں، اونٹوں اور بیلوں یا بھینسوں سے لیا جاتا تھا جب بھاپ (اسٹیم) کی طاقت کا علم ہوا وہ کام اسٹیم سے لیا جانے لگا۔ "اسٹیم" لطیف ہے۔ اس کی طاقت بھی بہت زیادہ ہے ایک مال گاڑی کا ہزاروں ٹن بوجھ جس کو ہزاروں گھوڑے نہیں کھینچ سکتے تھے اس کو اسٹیم کا ایک انجن دن میں سینکڑوں میل پہنچا دیتا ہے۔

پھر اسٹیم سے بھی زیادہ لطیف یعنی بجلی دریافت ہوئی اس کی طاقت

---

[1] مفہوم لیجئے۔ سورہ والتین۔

اسکیم سے کہیں زیادہ اور اُس کے فائدے بھی اسٹیم سے بہت زیادہ ہیں۔
اب بجلی سے بھی زیادہ لطیف چیزیں تحقیقات میں آچکی ہیں یعنی جوہری (اٹیمی) طاقت یا ریڈیائی قوت وغیرہ۔ یہ بجلی سے بھی زیادہ لطیف ہیں تو ان کی قوت بھی بجلی سے بہت زیادہ ہے۔
یہ سب طاقتیں ہمیشہ سے دنیا میں تھیں۔ مگر معلوم نہیں تھیں تو ان کا سمجھنا سمجھانا اور اُن پر یقین[1] کرنا بھی مشکل تھا۔ جب سامنے آگئیں تو ان کا انکار کرنا ناممکن ہو گیا۔
اب تم خود اپنے اوپر نظر ڈالو۔ تمہارے چھوٹے سے چھوٹے وجود میں خدا نے بہت سی طاقتیں رکھی ہیں[2]۔ اُن میں سب سے بڑی طاقت اخلاق کی طاقت ہے

[1] یقین تو درکنار اگر کوئی شخص سو سال پہلے موجودہ ترقیات خواب میں دیکھ لیتا تو اس کو خواب پریشاں سمجھتا اور اگر کسی سے اس کا تذکرہ کرتا تو وہ بھی مذاق سمجھتا

[2] بلکہ علمائے کرام کا قول تو یہ ہے کہ وہ تمام طاقتیں جو پوری کائنات میں کام کر رہی ہیں، اُن سب کے نمونے انسان کے اندر موجود ہیں اسی بنا پر انسان کو "عالم صغیر" کہا جاتا ہے۔ یعنی "عالم کبیر" پوری دنیا اور "عالم صغیر" انسان وفی الارض آیات للموقنین۔ وفی انفسکم افلا تبصرون (سورہ ذاریات) خدا پرستی۔ سچائی۔ عدل و انصاف۔ رحم و کرم، شجاعت سخاوت قناعت۔ صبر و شکر وغیرہ اعلیٰ اور بہتر اخلاق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول اور اُسکے پاکباز بندے انہیں طاقتوں کو استعمال کرتے ہیں اور وہ کام کر ڈالتے ہیں جو بڑی سے بڑی فوج یا سائنس کی سب سے بڑی قوت سے کبھی نہیں ہو سکتا۔ دلوں کو موہ لینا انسان کو معتقد اور گرویدہ بنا دینا انہیں اخلاق کا فعل و عمل ہوتا ہے۔ اخلاقی قوت کے علاوہ آج تک دنیا میں کوئی ایسی قوت دریافت نہیں ہو سکی جو دلوں کو مسخر کر سکے اور انسانی عقائد پر حکمرانی کرے ان اعلیٰ اخلاق کے برعکس ناشکری، ناسپاسی، خدا فراموشی۔ کفر و شرک، ظلم و غرور، بخل، حسد کینہ، بغض، جھوٹ۔ فریب وغیرہ وہ خبیث اور کمینہ خصلتیں ہیں جو (باقی حاشیہ صفحہ پر)

ہے، یہ طاقت اللہ تعالیٰ نے مخصوص طور پر اپنے خلیفہ یعنی انسان کو عطا
فرمائی ہے۔ پس موجودہ زندگی اسلئے ہے کہ اچھے اخلاق کی طاقت پیدا کرو
بُری خصلتوں کو ختم کرو۔

اللہ تعالیٰ کی تمام کتابوں میں خبر دی گئی ہے اور اس کے تمام
رسولوں اور نبیوں (علیہم الصلوٰۃ والسّلام) نے بڑے شد و مد سے آگاہ کیا
ہے کہ ایک دن آنے والا ہے۔ جب تمام مادّی طاقتیں ختم ہو کر اخلاقی قوتوں
کا ظہور ہو گا اور وہ نعمتیں یا زحمتیں سامنے آئیں گی جو ان اخلاقی طاقتوں
کی پیداوار ہوں گی۔ ایک مثال[1] سے اس حقیقت کو ذہن نشین کرو۔

تمہیں آم کا یقیناً شوق ہو گا۔ یہ ہندوستان کا سب سے بہتر پھل ہے۔
آم کے موسم میں شاید ہی کوئی ہو جو آم نہ چوستا ہو۔ آم کا درخت خاصہ بڑا
ہوتا ہے۔ یہ گٹھلی سے پیدا ہوتا ہے۔ اچھا تم گٹھلی کو چیرو۔ اس میں سفید گری

---

[1] یہ مثال حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند کی
مشہور کتاب انتصار الاسلام سے ماخوذ ہے۔ بہتر ہو کہ حضرات اساتذہ یہ کتاب اور
اس کا حاشیہ ملاحظہ فرمالیں۔ حاشیہ میں کتاب کے مضامین کو عام فہم اور سہل الحصول بنا دیا گیا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۶) جو نفرت و عداوت، خوف اور بے اعتمادی و بے اطمینانی پیدا کرتی ہیں
فرعون اور قارون میں یہ خصلتیں پورے پیمانہ پر تھیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ
آج تک کی تمام لڑائیوں میں کسی ظالم سے وہ نفرت نہیں پیدا ہوئی جو فرعون اور
قارون شداد و ہامان سے دلوں میں رچی ہوئی ہے یعنی بڑے بڑے ظالم بادشاہ یا چنگیز
کی خونخوار فوجیں اور اس کی تباہ کن جنگی قوتیں، وہ کام نہ کر سکیں جو شیطان یا قارون۔
فرعون اور ہامان۔ شداد کی بُری خصلتوں نے کیا۔

نکلے گی۔ اس سفیدگری کو چھیلو۔ تراشو۔ جس طرح چاہے اس کو کاٹ تراش کر دیکھو نہ کوئی پتہ نظر آئے گا۔ نہ جڑ نہ کونپل نہ شاخ یا تنہ دکھائی دے گا لیکن اگر زمین میں دبا دو تو دو تین دن ہی میں ایک پودا جم آئے گا۔ جس میں پتیاں بھی ہوں گی۔ چھوٹا سا تنہ بھی ہوگا۔ کچھ دنوں بعد یہی پودا عظیم الشان درخت بن جائے گا۔ یہ پتے شاخ۔ ٹہنیاں۔ ٹھنے۔ تنہ۔ جڑ اور اس کی بیلیں کہاں سے آئیں۔ اسی گٹھلی کے نشوونما۔ بڑھنے اور پھولنے کا نتیجہ ہے جو یہ سب کچھ ظہور میں آرہا ہے۔

املی کا درخت آم سے بھی بڑا ہوتا ہے اور اس کی گٹھلی آم کی گٹھلی سے بہت چھوٹی ہوتی ہے لیکن اس گٹھلی کے ننھے سے وجود میں یہ عظیم الشان درخت جو اپنی جوہری شکل کے ساتھ سمویا ہوا ہے۔ ہم اس کا پورا یقین رکھتے ہیں البتہ اس جوہری شکل کا مشاہدہ نہیں کرسکتے۔

مرغی کا انڈا تم نے بارہا دیکھا ہے اس کو توڑ و تو خول کے اندر سفیدی اور سفیدی کے اندر لیسی زردی نکلے گی۔ نہ پر ہوگا نہ ہڈی۔ نہ چونچ نہ پنجہ لیکن چند روز سیئے جانے کے بعد یہی سفیدی اور زردی بال و پر اور استخوان بن جائے گی۔ چونچ پنجے سینے اور ٹانگوں کی ہڈیاں اور پیٹ کی آنتریاں سب اسی سفیدی اور زردی کی پوشیدہ قوتوں کی نشوونما سے ظہور میں آجائیں گی۔

تم یہ تماشہ رات دن دیکھتے ہو اور کبھی تعجب نہیں کرتے۔ بس اس پر کیوں تعجب کرتے ہو کہ ہمارے عمل۔ ہمارے اخلاق اور ہماری خصلتیں

اور عادتیں بھی جوہری قوتیں ہیں جو ماحول کی آب و ہوا سے نشوونما پا رہی ہیں اُن سب کا وجود محفوظ ہے اور قدرتی طور پر دن بدن اپنے عالم میں ترقی کر رہا ہے[1]

عمدہ اخلاق اور عمل صالح کے لئے ایمان اور بُرے اخلاق اور بُری باتوں کے لئے کفر جوہر حیات کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس نشوونما اور پرورش پانے کی انتہا نفخ صور پر ہوگی۔

ایک اور بات سمجھ لو۔ انڈا اس وقت تک انڈے کی شکل میں رہتا ہے جب تک اُس کی اندرونی طاقتیں۔ گوشت پوست اور بال و پر نہیں بنتیں لیکن جیسے ہی بچہ کی تخلیق پوری ہو جاتی ہے اور اس میں جان پڑ جاتی ہے۔ انڈا پھٹ کر ختم ہو جاتا ہے اور جیتا جاگتا چوزہ سامنے آجاتا ہے۔

قدرت کا یہ عمل ہمیں سبق دے رہا ہے کہ جیسے ہی ہمارے اچھے بُرے

---

[1] وہ ایک دوسرا عالم ہے جو اخلاق کے مناسب ہے۔ عربی میں اس کا نام "برزخ" ہے۔ علاء اعلیٰ" یا عالمِ آخرت یا عالم ارواح۔ سب ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں جو موجود ہیں۔ مگر ہمارے ادراک سے بالا ہیں جس طرح ہم اپنی روح یا اخلاقی قوت کا مشاہدہ نہیں کر سکتے حالانکہ موجود ہیں اور ایسی موجود کہ ان سے انکار ناممکن ہے۔ پس اسی طرح اس عالم اور وہاں کی چیزوں کا مشاہدہ بھی نہیں کر سکتے [2] انسان کے وہ متعدی عمل جن کے اچھے یا بُرے اثر سے دوسرے متاثر ہوتے ہیں مثلاً کسی اچھے یا بُرے سلسلہ کا ایجاد کرنا یا دوسروں کو سکھانا جب تک وہ سلسلہ باقی رہے گا اس کا ثواب یا گناہ جس طرح کرنے والے کو ہوگا اسکے موجد اور بانی کو بھی ہوتا رہے گا۔ لہٰذا متعدی اعمال کا نشوونما مرنے کے بعد بھی ختم نہیں ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا میں جتنے قتل ہوتے ہیں اُن کا گناہ جیسے قاتل کو ہوتا ہے ویسے ہی اس کے ذمہ بھی ہوتا ہے جس نے سب سے پہلے قتل کر کے یہ سلسلہ ایجاد کیا تھا۔

اخلاق و کردار ارتقاء نشو و نما اپنی آخری حد پر پہنچے گا۔ مادی دنیا کا یہ خول فنا ہو جائیگا اور وہ عالم ظہور میں آئے گا جس کو ہم عالم آخرت کہتے ہیں جس کی ابتدا دوسری مرتبہ کے نفخ صور سے ہوگی۔ جہاں نیکیاں الگ ہوں گی اور برائیاں الگ۔ نیکیوں کا باغ و بہار جنت ہوگی جہاں جنتی جائیں گے اور برائیوں کا آتش فشاں دوزخ ہوگا جہاں دوزخی پہنچیں گے۔

تم سوال کرو گے کہ پہلے نفخہ پر سب کچھ فنا ہونے کے بعد دوسرے نفخہ پر یہ ظہور کیسا؟ اور کس طرح؟

جواب کے لئے تم خود سوچو کہ موسم خزاں اور گرم لو کے زمانہ میں خود رو سبزہ ختم ہو چکنے کے بعد ایک ہی بارش پر یہ خود رو سبزہ دوبارہ کہاں سے آیا اور کس طرح۔ ایک ہی طریقہ ہے جو کار فرما ہے اور کار فرما رہے گا۔

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا

ہرگز نہیں پاؤ گے اللہ کے قاعدہ میں کوئی تبدیلی
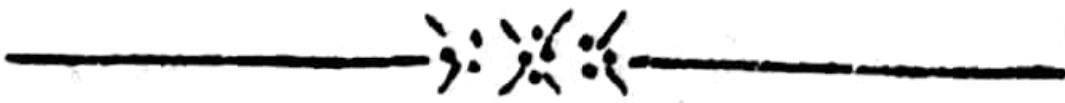
قبر عالم برزخ اور پہلی قیامت

یہ "قیامت کبریٰ" ہے۔ جس کا ذکر پچھلے صفحات میں گذرا۔ یہ قیامت تمام جہان کے لئے ہے۔ کیونکہ اس میں ایک ذاتِ برحق کے سوا سب کچھ فنا ہو جائے گا۔

مگر دیکھو ایک انسان پر تو قیامت گویا اُسی وقت آجاتی ہے جب وہ اس جہان سے رخصت ہوتا ہے بلکہ جب سے نزع کی حالت شروع ہوتی ہے۔

کیونکہ اسی وقت سے وہ عالم شروع ہو جاتا ہے جس کی آب و ہوا انسان کے عمل سے تیار ہوتی ہے۔ جہاں عیش و آرام روپیہ پیسہ سے نہیں بلکہ ایمان اور عمل صالح سے میسر آتا ہے۔ علماء اس کو "عالم برزخ" کہتے ہیں۔ یہی "قبر کی دُنیا" ہے۔ اصل جنت اور دوزخ وہ ہے جس میں ان حشر اور حساب کتاب کے بعد داخلہ ہوگا۔ یہ درمیانی وقفہ "عالم برزخ"

لہ دنیا کے اصل معنی ہیں زیادہ قریب۔ وہ زندگی جو زیادہ قریب ہے دنیا کہلاتی ہے آج ہماری دنیا یہ ہے جس میں ہم موجود ہیں۔ مرنے کے بعد ہماری دُنیا وہ ہوگی جس میں ہم اس وقت موجود ہوں گے۔ موت فنا نہیں کرتی بلکہ ایک عالم سے دوسرے عالم کی طرف گویا ایک دنیا سے دوسری دنیا کی طرف منتقل کر دیتی ہے۔ چنانچہ موت کو انتقال بھی کہتے ہیں۔

ہے۔یہاں جنت اور دوزخ کا اثر پہنچتا ہے۔ یہ اثر نزع کے وقت سے
شروع ہو جاتا ہے۔ اس کی پوری تفصیل بڑی کتابوں میں ملے گی یہاں
تو مختصر طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات[1] سن لو اور یاد رکھو۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ روح قبض ہونے کے وقت
نیک بندے کے پاس رحمت کے فرشتے آتے ہیں۔ اس کو اطمینان دلاتے
ہیں اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی نعمتوں کی خوشخبری سناتے ہیں:
یہ روح ہشاش بشاش بدن کے اس قالب سے باہر آتی ہے عالم بالا میں
جاتی ہے اور دوسری پاک روحوں سے ملتی ہے۔ وہ اس کا استقبال کرتی ہیں
عزیزوں اور دوستوں کی روحیں اس کی آمد پر خوشیاں مناتی ہیں۔ اس کے
برخلاف برے انسان کے پاس موت کے فرشتے ڈراونی شکل بنائے ہوئے
گھڑکتے، ڈپٹتے اور دھمکاتے ہوئے آتے ہیں۔ اس کو روح کو بدن کے
ڈھانچے سے ذلت کے ساتھ کھینچکر نکالتے ہیں۔ دوسری روحیں بھی اس
پر لعنت ملامت ہی کرتی ہیں۔ پھر سوال وجواب کا وقت آتا ہے یہاں سے
دوسرے فرشتوں[2] کی کارگذاری شروع ہوتی ہے۔ وہ اپنی سپردگی میں لیتے

---

[1] ماخوذ از سنن ابن ماجہ شریف

[2] ان کو منکر نکیر کہا جاتا ہے۔ منکر کے معنی ہیں اجنبی اور اوپرا۔ کراماً کاتبین یعنی وہ فرشتے جو زندگی
بھر ساتھ رہے تھے ان کا کام مرنے کے وقت ختم ہو جاتا ہے۔ اب یہ نئے اور اجنبی فرشتے آتے ہیں
اسی اجنبیت کی بنا پر ان کو منکر اور نکیر کہا جاتا ہے۔ نکیر کے معنی بھی یہی ہیں۔ یعنی
اجنبی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہوئے اس سے اللہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے دین کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ اگر مرنے والا ایمان پر مرا۔ اور اس نے جواب صحیح دیئے تو پہلے اسکے سامنے دوزخ کا منظر پیش کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ تمہارا ٹھکانا یہاں ہوتا۔ اگر تم باایمان و باعمل نہ ہوتے مگر خدا نے تم کو اس سے بچایا۔ پھر جنت کا نظارہ دکھایا جاتا ہے اور اس کو اطمینان دلادیا جاتا ہے کہ تمہاری مستقل آرام گاہ یہ ہوگی۔ اور ایک تعلق (کنکشن) قائم کر دیا جاتا ہے جس سے جنت کے رَوح[1] و رَیحان یعنی جنت کا راحت و سکون اور جنت کی خوشبوئیں اس کو پہنچتی رہتی ہیں۔

اور بے ایمان و بے عمل انسان ان فرشتوں کے سوالات کا صحیح جواب نہیں دے سکتا۔ وہ رونا چیختا ہائے ہائے کرتا ہوا یہی کہتا رہتا ہے۔ مجھے خبر نہیں۔ میں نہیں جانتا۔ اس ناکامی کے بعد پہلے اس کو جنت کا منظر دکھایا جاتا ہے کہ اگر تم باایمان و باعمل ہوتے تو تمہارا ٹھکانا یہاں ہوتا۔ پھر دوزخ کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے جہاں سے حدت[2] و شدت[3]

---

[1] رَوح اور رَیحان دونوں میں را کو زبر ہے۔ رَوح کے معنی آرام۔ سکون اور مسرت۔ ریحان کے معنی خوشبو۔ ٹھنڈی ہوائیں اور پاکیزہ رزق (حاشیہ ابن ماجہ از حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب قدس اللہ سرہ العزیز)

[2] حدت۔ تیزی۔ گرمی

[3] شدت۔ سختی

کوفت و سوزش۔ اور طرح طرح کی اذیتیں اس کو پہنچتی رہتی ہیں۔ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہتا ہے۔

البتہ متعدی عمل جن کا سلسلہ مرنے کے بعد بھی باقی رہتا ہے اُن سے عذاب و ثواب کی کیفیت میں اللہ کے حکم سے کمی بیشی ہوتی رہتی ہے[2]۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے[3]۔ جو اچھا طریقہ ایجاد کرتا ہے اس کو خود اپنے فعل کا ثواب بھی ملتا ہے اور جتنے بھی آدمی اس پر عمل کریں گے اُن کے عمل کا ثواب جتنا ان کو ملے گا اتنا ہی اس ایجاد کرنے او[1]ر بتانے والے کو ملتا رہے گا۔

اسی طرح بُرے کام ایجاد کرنے والے کو خود اس کے فعل کا عذاب ملے گا پھر جو بھی اس پر عمل کرے گا اس کا عذاب اس کو بھی ملے گا اور ایجاد کرنے والے کے اوپر بھی اس کا بار پڑتا رہے گا۔

---

[1] مدرسہ قائم کرنا یا معلم خیر۔ اور با اخلاص استاد کا تعلیم دینا سکھانا اور سدھانا اچھا طریقہ ہے کہ لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں پھر شاگردوں کا سلسلہ چلتا ہے تو اس میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے مثلاً ایک استاد سے دس نے پڑھا۔ اسکے بعد ان دس شاگردوں نے تعلیم دینی شروع کی تو فرض کرو ان میں سے ہر ایک سے دس دس نے پڑھا تو دوسرے نمبر پر بالواسطہ سو شاگرد ہوں گے اور اسی طرح ان میں سے ہر ایک سے دس دس نے پڑھا تو تیسرے نمبر فیض پانے والے ہزار ہو جائیں گے اور اس طرح یہ سلسلہ جب تک جاری رہے گا اس کا ثواب استادوں کو ملتا رہیگا اور ان کی جنت کی نعمتوں میں اضافہ ہوتا رہیگا۔ [2] اسی وجہ سے قیامت سے پہلے حساب کتاب نہیں ہوتا۔ کیونکہ اچھے بُرے کھاتے ابھی چلتے رہتے ہیں اور اس وقت بند ہونگے جب ثواب اور ثواب یا گناہ در گناہ کا سلسلہ بند ہو جائیگا [3] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سن سنۃ حسنۃ ۔ الحدیث ۔ وقال صلی اللہ علیہ وسلم الدال علی الخیر کفاعلہ (صحاح)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور مثال فرمایا۔ کہ قتل ناحق کا گناہ قاتل پر بھی پڑتا ہے اور اس پر بھی جس نے پہلے[1] قتل کا ارتکاب کر کے مار ڈالنے کا طریقہ ایجاد کیا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

خلاصہ

جو کچھ قیامت اور قبر کے بارے میں آپ نے پڑھا اور قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں میں جو کچھ اس سلسلہ میں بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ[2] یہ ہے کہ مرنے کے بعد تین منزلیں آنے والی ہیں

(۱) پہلی منزل مرنے کے وقت سے لے کر قیامت آنے تک کی ہے اس کو عالم برزخ کہتے ہیں۔

مرنے کے بعد آدمی کا جسم زمین میں دفن کر دیا جائے یا دریا میں بہا

---

[1] بخاری شریف کی احادیث میں ہے کہ جس نے سب سے پہلے مار ڈالنے کا طریقہ درایت کیا وہ حضرت آدم علیہ السلام کا لڑکا قابیل ہے۔ جس نے اپنے چھوٹے بھائی ہابیل کو مار ڈالا تھا اس وقت جتنے نفوس وجود میں آئے تھے اُن کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ مرنے کے بعد کیا کرنا چاہیئے۔ قاتل یعنی قابیل۔ اسی فکر میں تھا کہ ہابیل کی لاش کو کیا کرے کہ اس نے ایک کوّے کو دیکھا کہ وہ پنجے سے زمین کھود کر مردہ کوّے کو دبا رہا ہے تو قابیل سمجھ گیا کہ مردہ نعش کو آنکھوں سے اوجھل کرنے کا طریقہ یہ ہے چنانچہ اس نے گڑھا کھود کر ہابیل کی لاش کو دبا دیا (واللہ اعلم) [2] یہ خلاصہ مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی مشہور تصنیف "اسلام کیا ہے" سے ماخوذ ہے۔ کہیں کہیں الفاظ میں تغیر کیا گیا ہے اور کسی قدر حذف اور کہیں اضافہ کیا گیا ہے۔

دیا جائے یا جلا کر خاک سیاہ کر دیا جائے۔ بہر صورت اس کی روح فنا نہیں ہوتی۔ صرف اتنا ہوتا ہے کہ اس عالم سے منتقل ہو کر دوسرے عالم میں چلی جاتی ہے۔ وہاں اللہ کے فرشتے اس کے دین و مذہب کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ وہ اگر سچا ایماندار ہوتا ہے تو صحیح صحیح جواب دیتا ہے۔ جس پر فرشتے اس کو خوشخبری سنا دیتے ہیں تو قیامت تک چین و آرام سے رہ اور اس کا انتظام کر دیا جاتا ہے اور اگر ایمان و عمل سے محروم ہوتا ہے تو اسی وقت سے سخت عذاب اور دکھ میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔ جس کا سلسلہ قیامت تک جاری رہتا ہے۔

اس کے بعد دوسری منزل قیامت اور حشر کی ہے۔ قیامت کا مطلب یہ کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ اللہ کے حکم سے ساری دنیا ایک دم فنا کر دی جائے گی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا حشر برپا کرے گا۔ حشر کا مطلب یہ کہ سب انسان پھر سے اللہ کے حکم سے زندہ کئے جائیں گے۔ اگلے پچھلے تمام انسان ایک میدان[1] میں جمع ہوں گے۔ اُن کی دنیوی زندگیوں کا پورا پورا حساب ہوگا۔ عدل کی ترازو میں ظلم و انصاف، اچھائی اور بُرائی، کانٹے کی تول تولی جائے گی۔ اس جانچ پڑتال اور حساب کتاب میں جو اللہ کے بندے جنت کے مستحق ثابت ہوں گے۔ ان کو جنت کا حکم دیا جائے گا اور جو ظالم اور مجرم اللہ کے عذاب اور دوزخ کے سزاوار ہوں گے

---

[1] اس میدان میں طمازت اور گرمی کا یہ عالم ہوگا کہ آفتاب گویا سوا نیزے پر ہوگا۔ سروں سے ملا ہوا۔ اس وقت صرف ایک سایہ ہوگا وہ "عرش رحمٰن" کا سایہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ سایہ عطا فرمائے۔

ان کو دوزخ کا حکم سنایا جائے گا۔

یہ مرنے کے بعد دوسری منزل ہے جس کا نام قیامت اور حشر ہے
اس کے بعد جنتی ہمیشہ کے لئے جنت میں چلے جائیں گے جہاں صرف آرام
اور چین ہوگا اور وہ نعمتیں ہوں گی جو اس دنیا میں نہ کسی نے دیکھی یا سنی
ہوں گی اور نہ اُن کی پوری کیفیت کسی کے تصور میں آئی ہو گی۔ جو دوزخ
کے مستحق ہوں گے وہ دوزخ میں پہنچا دیئے جائیں گے جہاں بڑی سخت
قسم کے عذاب اور دکھ ہوں گے جن کا پورا تصور بھی ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ
ہم سب کو اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔

یہ دوزخ اور جنت مرنے کے بعد تیسری اور آخری منزل ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

اسلام پر ظلم

اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ارفع واعلیٰ میں بے ادبی

اسلام کامل و عمل دین ہے۔ جن باتوں پر عمل کرنا چاہیے۔ جن عقیدوں کو پختہ رکھنا چاہیے، اسلام میں وہ سب کھول کھول کر بتا دیئے گئے ہیں۔ جو باتیں تمہیں نہیں کرنی چاہئیں، ان سے صاف صاف منع کر دیا گیا ہے۔ بس اس قانون مکمل میں اگر تم اپنی عقل سے کوئی چیپی لگا رہے ہو یعنی اپنی سمجھ سے کوئی ایسی بات بڑھا رہے ہو جس کی تعلیم اسلام نے نہیں دی تو گویا اسلام کو نامکمل اور معاذ اللہ دین ناقص سمجھ رہے ہو۔ تم خود سوچو۔ یہ اسلام پر کتنا بڑا ظلم ہے۔

اور دیکھو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سب سے اعلیٰ اور بلند آپ کے تمام طریقے نہایت عمدہ بہت ہی بہتر، وضع قطع، رفتار گفتار، چال ڈھال، غرض ہر ایک انداز بہت ہی پیارا، تمام خصلتیں بہت ہی عمدہ۔ ایسی عمدہ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اُن کی تعریف فرمائی۔ ارشاد ہوا آپ بہت ہی بڑے اخلاق پر ہیں۔[1]

مسلمانوں کو بار بار آپ کی پیروی کا شوق دلایا گیا۔ ارشاد ہوا۔

---

[1] انک لعلیٰ خلق عظیم۔ سورۂ نون۔

"رسول اللہ صلعم کی تمام باتوں میں تمہارے لئے عمدہ نمونہ ہے۔" [1]
قرآن شریف میں بار بار تاکید فرمائی گئی۔

"جو رسول بتائیں اس پر عمل کرو۔ جس سے منع کریں رک جاؤ۔" [2]
یہ بھی بتا دیا گیا کہ "یہ عمل زور زبردستی نہیں ہونا چاہیے بلکہ دل کی رغبت اور
پورے شوق سے ہونا چاہیئے۔ ورنہ تمہارے دین و ایمان میں کمی ہے۔" [3]

پس اگر تم کوئی ایسی بات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو نہیں
بتائی، نہ آپ نے کبھی اس پر عمل کیا۔ اور نہ کسی اشارہ، کنایہ سے اس کا
ثبوت ملتا ہے، دین میں داخل کر رہے ہو تو گویا اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم
سرکار دو جہاں، افضل الانبیاء (علیہم السلام) کی معاذ اللہ غلطی نکال رہے ہو
گویا (معاذ اللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو نہ سمجھ سکے اس لئے تمہیں
ضرورت پڑی کہ حریر میں ٹاٹ کا پیوند لگاؤ۔ معاذ اللہ! یہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی شان ارفع و اعلیٰ میں کتنی بڑی گستاخی اور بے ادبی ہے۔

عزیزو۔ خوب سمجھ لو اور ہمیشہ یاد رکھو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کامل و مکمل ہیں۔ ایک مسلمان کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے نمونہ پر ہو۔ آپ کی عادتوں کو اپنی عادت بنا لے۔ آپ کے اخلاق
کا اس کو شوق ہو جائے اور آپ کی تعلیمات اس کے دل کی چاہ بن جائیں
یہی کمال ہے ولایت اور یہی ہے بزرگی۔ ایسا ہی شخص مرشد کامل اور پیر روشن

---

[1] لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (سورہ احزاب) [2] ما اتاکم الرسول فخذوہ
الخ سورہ حشر [3] فلا و ربک لا یؤمنون حتی یحکموک الی قولہ تعالیٰ ویسلموا تسلیما (سورہ نساء)

ضد ہے

یعنی اگر تم نے دوسروں کی دیکھا دیکھی یا خود اپنی سمجھ سے کسی چیز کو اچھا سمجھ کر اس پر عمل شروع کر دیا اور اس کو دینداری سمجھنے لگے تو یہ دینداری نہیں بلکہ گمراہی ہے۔ شریعت میں ایسی بات کو بدعت کہا جاتا ہے۔ جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

کل بدعة ضلالة و کل ہر ایک بدعت گمراہی ہے اور

ضلالة فی النار [1] ہر گمراہی دوزخ کا حصہ ہے۔

بُری باتوں کا تو ذکر کیا۔ اُن کو تو کوئی دین کی بات سمجھ ہی نہیں سکتا۔ خود نماز۔ روزہ۔ صدقہ خیرات جو دین کی باتیں ہیں۔ اگر منشار شریعت کے موافق نہیں ہیں تو بدعت اور گمراہی ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ نے پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں، تم چھٹے وقت کی نماز اور بڑھا لو۔ اللہ تعالیٰ نے رمضان شریف کے روزے فرض کئے ہیں تم ایک ماہ کے بجائے سوا ماہ کے روزے فرض کر لو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ وقت کے فرضوں میں جماعت اور اذان و تکبیر کی سنت قائم کی ہے تم نفلوں کے لئے بھی اذان دینے لگو تو یہ تمام باتیں بظاہر اچھی اور دین کی باتیں ہیں مگر درحقیقت گمراہی ہیں کیونکہ تم اس طرح دین کو بگاڑ رہے ہو۔

دیکھو اسلام کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ کامل اور مکمل ہونے کے باوجود آسان ہے۔ اُس کی تعلیمات میں انسان کی فطرت اور اس کی ضرورتوں اور

---

[1] صحاح۔

مجبوریوں کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے [1] اور تم ان آسانیوں کو نظر انداز کر کے اپنے اوپر مشقتیں بڑھا لو۔ یہ بھی جائز نہیں۔ شریعت میں اس کو رہبانیت [2] اور بیصورت کہا جاتا ہے جس کی قرآن پاک اور احادیث میں مذمت کی گئی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک کا ایک واقعہ پڑھ لو۔ اس کو یاد رکھو اور ہمیشہ اس سے سبق لیتے رہو۔

واقعہ یہ ہے کہ تین صاحبوں کو شوق ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات [3] جو تنہائی اور گھر کے اندر ہوتے ہیں ان کو معلوم کریں اور ان پر عمل کیا کریں۔ یہ بہت ہی مبارک شوق تھا۔ بہت سے صحابہ کرام نے تنہائی کے معمولات معلوم کئے ہیں۔ ان بزرگوں نے ان پر

---

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی "الدین یسر" "دین آسان ہے" کا مطلب یہی ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ جو آسان معلوم ہو وہی دین ہے اور جہاں کوئی الجھن یا دشواری پیش آئے اس کے خلاف کسی آسان بات کو تلاش کر کے اس کو جائز قرار دینے لگو۔ اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کیونکہ یہ تو معاذ اللہ دین کے ساتھ مذاق کرنا ہے۔ اگر پانی لگنے سے مرض بڑھنے کا خطرہ ہے تو شریعت نے تیمم کی اجازت دیکر خود ہی آسانی کر دی ہے لیکن اگر سردیوں میں یا نیند کے غلبہ میں پانی برا معلوم ہو تو تب بھی تیمم کرنے لگو اور کہدو کہ دین آسان ہے۔ اس طرح تم مسئلہ پر عمل نہیں کر رہے ہو بلکہ اپنی من مانی اور ایک قسم کی دھاندلی کو مذہب بنا رہے ہو۔ یہ مذہبیت نہیں بلکہ دہریت بے دینی یا الحاد ہے۔ [2] رہبانیت یعنی راہب بن جانا۔ راہب عیسائیوں میں اس کو کہا جاتا ہے کہ جو دنیا چھوڑ کر سادھوؤں کی زندگی اختیار کرے۔ [3] دنیا سے الگ تھلگ ہو کر سادھو بن جانا [4] معمولات۔ جو کام پابندی سے کئے جائیں معمول (کیا ہوا کام) معمولات اس کی جمع ہے۔ معمولات کے لئے آجکل کا عام فہم لفظ پروگرام ہے۔

عمل کیا اور انہیں کے ذریعہ ان معمولات کا علم ہم تک پہنچا۔

مگر ان صاحبوں نے اپنی غلطی سے غالباً یہ سمجھ لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں جاکر نہ کسی سے بولتے ہوں گے۔ نہ آرام کرتے ہوں گے نہ بیویوں سے میل جول رکھتے ہوں گے، سب سے الگ تھلگ کونے میں بیٹھ کر تسبیحیں اور نمازیں پڑھتے رہتے ہونگے۔

پس گھر والوں نے جو معمولات بتائے وہ ان کو کم معلوم ہوئے کیونکہ ان کا حاصل یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں پہنچکر ہنس مکھ رہتے ہیں۔ گھر والوں سے خلا ملا رکھتے ہیں۔ ایک گھرستی کی طرح کام کاج میں حصہ لیتے ہیں۔ رات کا ایک حصہ ضرور تہجد اور نوافل میں کھڑے ہوکر گذارتے ہیں لیکن آرام بھی فرماتے ہیں خاص خاص دنوں کے روزے رکھتے ہیں اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ روزے سے نہیں ہوتے۔ یہ باتیں ان صاحبوں کے اپنے خیال سے کم تھیں۔ تو انہوں نے تاویل شروع کر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کیا کہنے؟ اور آپ کی کیا حرص؟ آپ کی شان بہت بلند ہے قرآن شریف میں آپ کو بشارت دی جا چکی ہے کہ تمام اگلی پچھلی غلطیاں اور کوتاہیاں معاف کر دی گئیں۔ لہٰذا جو کچھ آپ کریں وہ زیادہ ہی زیادہ ہے آپ فرض بھی پڑھیں تو وہ نفل کا درجہ رکھتا ہے[1]۔ باقی ہم گنہگار بندے

[1] نفل کے معنی زائد۔ نفل ایسے کام کو کہتے ہیں جو فرض اور واجب سے زیادہ ہو جس کے نہ کرنے پر گناہ نہ ہو یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے تو اگر آپ فرض نہ پڑھیں تو گناہ نہیں ہوگا۔ لہٰذا یہ فرض بھی نفل کے درجہ میں ہوگا۔

ہماری زیادہ عبادت بھی کم ہے ہمیں اس سے زیادہ محنت اور نفس کشی کرنی چاہیے۔ چنانچہ ان میں سے ایک صاحب نے عہد کر لیا کہ وہ رات بھر نفلیں پڑھا کریں گے۔" دوسرے صاحب نے فرمایا "میں ہمیشہ روزے رکھا کروں گا۔ کبھی ناغہ نہیں کروں گا۔" تیسرے صاحب نے طے کر لیا کہ وہ ہمیشہ یونہی الگ تھلگ رہیں گے۔ نکاح بیاہ کے جھگڑے میں کبھی نہیں پڑیں گے۔

یہ صاحبان قول و قرار کر رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ آپ نے یہ باتیں سُنیں تو بڑی ناگواری سے فرمایا۔ دیکھو میرے دل میں تم سب سے زیادہ خدا کا خوف ہے۔ میں تم سب سے زیادہ متقی ہوں لیکن اس کے باوجود نفل روزے رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا۔ رات کو تہجد بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ میں نے نکاح بھی کر رکھے ہیں۔ یہی ہے سنت جو میری سنت سے منہ موڑے وہ میرا نہیں۔ [1]

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے سبق لو۔

۱۔ تقوٰی اور پرہیزگاری یہ نہیں کہ راحت و آرام کو تج دو۔ بدن کو مصیبت میں ڈالو۔ بیوی بچوں اور کاروبار سے الگ ہو کر کسی پہاڑ کی چوٹی پر یا کسی مسجد کے کونے میں زندگی گذارنے لگو۔ بلکہ تقوٰی یہ ہے کہ ہر موقع پر اللہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مرضی اور منشا معلوم کرو اور پھر پورے شوق و ذوق سے ٹھیک ٹھیک اس پر عمل کرو۔ آرام کے موقع پر آرام۔ خوشی

---

[1] بخاری شریف ، باب النکاح

کے موقع پر خوشی کرو اور جب محنت، مشقت یا جان و مال کے قربان کرنے کا حکم ہو تو سو جان سے سب کچھ قربان کر دو۔

(۲) اسلام دنیا میں دل لگانے سے منع کرتا ہے، مگر دنیا چھوڑنے کا حکم نہیں دیتا[1] دنیا کے کام پوری محنت سے کرو۔ مگر دل دنیا میں کبھی نہ پھنساؤ مسافر منزل پر قیام کرتا ہے، مگر دل منزل میں نہیں لگاتا۔ تم مسافر ہو، دنیا ایک منزل ہے۔ اس اسٹیشن پر اپنی تمام ضرورتیں پوری کرو۔ راحت و آرام کا سب سامان کرو۔ مگر اس طرح مشغول نہ ہو جاؤ کہ گاڑی چھوٹ جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

ایک شخص کو پیر کی تلاش تھی۔ وہ ایک شہر میں پہنچا۔ وہاں ایک پیر صاحب کی تعریف سنی۔ یہ پیر صاحب کے یہاں پہنچا۔ تو دیکھا بہت بڑے رئیس ہیں عظیم الشان محل میں تشریف فرما ہیں۔ محل نہایت آراستہ طرح طرح کا نہایت قیمتی سامان سب طرف سجا ہوا۔ اس کو خیال ہوا کہ یہ دنیا دار خدا رسیدہ کیسے ہو سکتا ہے۔ حج کا زمانہ قریب تھا رات کو بات چیت ہو رہی تھی کہ حج کا ذکر آیا۔ اس مسافر نے کہا میری آرزو ہے۔ اس رئیس پیر نے کہا۔ میرا ارادہ ہے۔

آخر شب میں تڑکے کے وقت پیر صاحب نے عصا ہاتھ میں لیا اور

---

[1] اس لئے یہ بھی اسلام کی تعلیم نہیں کہ بیوی بچوں کو چھوڑ کر رات بھر نوافل میں کھڑے رہو۔ کاروبار سے الگ ہو کر نفل روزوں اور نمازوں میں غرق ہو جاؤ۔

حج کے لئے روانہ ہوگئے - یہ مرید بھی ساتھ ہولئے تھوڑی دور چل کر مرید صاحب کو خیال آیا کہ اُن کا تھیلا اور پیالہ وہیں رہ گیا ہے پھر اگر پیر صاحب سے کہنے لگے میری ضرورت کی چیزیں وہاں رہ گئی ہیں وہ لے آؤں - یہ اپنا جھولا اور پیالہ لینے واپس ہوئے اور جب پلٹ کر مکہ معظمہ پہنچے تو حج ختم ہوچکا تھا - رئیس صاحب اپنا عصا لئے مکہ معظمہ وقت پر پہنچے اور حج کی برکتوں سے مشرف ہوئے -

فقیر محروم رہا کیونکہ وہ ظاہر میں فقیر تھا مگر دل اس کا جھولے اور پیالے میں تھا -

رئیس صاحب کامیاب ہوئے کیونکہ ظاہر میں وہ بہت بڑے دُنیا دار تھے - مگر دل اُن کا دنیا داری سے پاک تھا - اسی کو کہا جاتا ہے

دست بکار دل بیار

ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ حج کے زمانہ میں، میں نے ایک درویش کو دیکھا کہ حرم کعبہ میں شب و روز تسبیح و وظائف میں مشغول رہتا - مگر اس کا دل دنیا میں پھنسا ہوا تھا - ہر دم یہ خیال کہ بادشاہ سے کس طرح ملاقات ہو - امیروں پر اُس کا اثر کس طرح قائم ہو - اور ایک بہت بڑے سوداگر کو دیکھا کہ ہر وقت گاہکوں کے جھگڑے میں پھنسا ہوا - مگر اُس کا دل اللہ کی طرف لگا ہوا - ہر سانس سے خدا کا ذکر جاری -

(۳) بدعت کی ظاہری صورت بہت اچھی ہوتی ہے - مثلاً تمام رات نفلوں میں کھڑے رہنا اور آرام نہ کرنا - یا مثلاً کسی رسم

کے موقع پر قرآن شریف پڑھنا[1] مگر اس کی روح خراب ہوتی ہے۔
کیونکہ اس میں منشا رشریعت کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔

(۴) کہا جاتا ہے کہ بدعتی کو توبہ نصیب نہیں ہوتی۔ یہ کتنی افسوس ناک بات ہے مگر بظاہر صحیح ہے کیونکہ انسان توبہ اس سے کرتا ہے جس کو گناہ سمجھے۔ بدعتی اس بدعت کو جو سراسر گمراہی ہوتی ہے گناہ نہیں سمجھتا بلکہ ثواب سمجھتا ہے تو توبہ کرتا تو درکنار توبہ کا تصور بھی اس سے کوسوں دور رہتا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مرتے دم تک یہ گمراہی ساتھ رہتی ہے (معاذ اللہ)

شبہے کا اور مکروہ فعل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد ہے۔

حلال[2] اور حرام صاف صاف بیان کردئے گئے ہیں البتہ عمل کرنے والے کے سامنے کچھ ایسی چیزیں آئیں گی کہ اس کو شبہ پیدا ہوگا کہ اُن کو حلال سمجھے یا حرام۔

---

[1] تلاوت کلام اللہ شریف سراسر عبادت ہے، مگر سجدہ میں ممنوع۔ فرضوں کی تیسری رکعت میں پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہوجاتا ہے۔ درود شریف سراسر برکت ہے مگر قعدہ اولیٰ میں التحیات کے بعد بھولے سے پڑھ لو تو سجدہ سہو واجب ہوجاتا ہے۔
پس شریعت ہے اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی تعمیل

[2] قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم الحلال بین والحرام بین وبینھما مشتبھات الی ان قال الاان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب (صحاح)

واضح بات اس کے سامنے نہیں آئے گی۔

ایسے موقع پر جس نے شک کی چیز سے احتیاط برتی، اُس نے اپنا دین اور آبرو محفوظ کر لی اور جو اس میں پڑ گیا وہ حرام ہی میں جا پھنسا۔

مثلاً سرکاری چراگاہ کے آس پاس جو اپنے مویشی چراتا ہے وہ جُرم کا مرتکب بھی ہو جاتا ہے کیونکہ اس کا کوئی جانور ممکن ہے ایک قدم آگے رکھے اور سرکاری چراگاہ میں گھس جائے جس میں جانور چرانا جُرم ہے۔

دیکھو ہر ایک سرکار کی محفوظ چراگاہیں ہوا کرتی ہیں۔

دیکھو اللہ تعالیٰ کی سرکار کی محفوظ چراگاہ۔ یہ حرام کام ہیں

دیکھو حرام سے بچنے کے ساتھ ایسی باتوں سے بھی دُور رہو جن میں حرام ہونے کا شبہ[1] ہے۔ (یعنی مکروہ اور مشتبہ کام[2])

---

[1] ہر ایک مسلمان جانتا ہے کہ سود حرام ہے لیکن بعض صورتیں ایسی آتی ہیں کہ اُن کے سود ہونے میں شک ہو جاتا ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مشفقانہ ارشاد کی روشنی میں ایک سچے مسلمان کا کام یہ ہے کہ وہ اس مشکوک چیز سے بھی بچے۔ اسی طرح مثلاً شراب قطعی طور پر حرام ہے۔ اب مثلاً افیون یا بھنگ کے بارے میں شبہ ہوتا ہے کہ ان کو شراب کی حیثیت دی جائے یا نہیں۔ ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ وہ افیون اور بھنگ کو بھی عملی طور پر حرام ہی جانے۔ اسی طرح عبادات کے سلسلہ میں فرض، واجب، سنت اور مستحب کی تصریحات موجود ہیں۔ اُن پر پوری طرح عمل کرو لیکن جہاں شبہ ہو کہ ثواب ہے یا بدعت۔ وہاں اس حدیث مقدس سے سبق لو (باقی حاشیہ صفحہ ۶۸ پر دیکھئے)

پس اگر تم اپنی زندگی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ پر پاک صاف رکھنا چاہتے ہو تو اس حدیث مقدس کو ہر وقت اپنے سامنے رکھو دنیا داری کے کام ہوں یا دینداری کے کام، جہاں کہیں شک ہو اُس سے پرہیز کرو۔ اسی کا نام پرہیزگاری ہے۔ اسی کو تقویٰ کہا جاتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مشہور قول ہے۔

خُذْ مَا صَفَا وَدَعْ مَا كَدَرَ

جو صاف ہو لے لو جو گدلا ہو چھوڑ دو

واللہ اعلم بالصواب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۷)

بہت سے ثواب کے کام ہیں جو نہیں کئے جاتے اور ان کے نہ کرنے پر گناہ نہیں ہوتا لیکن اگر گناہ کا شبہ ہو تو اس حدیث مقدس کی تعلیم یہ ہے کہ اس سے پرہیز کرو۔

سلہ اسی حدیث کا آخری ٹکڑا یہ ہے کہ دیکھو انسان کے بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے وہ سارے بدن پر حکمراں ہے اگر وہ ٹھیک رہتا ہے تو سارا بدن ٹھیک رہتا ہے وہ اگر بگڑ جاتا ہے تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے۔ دیکھو وہ پارہ گوشت وہ ہے جسے "دل" کہا جاتا ہے۔

عبادات

موزوں اور جبیرہ پر مسح شرائط اور احکام

میں اور میرا سب کچھ قربان اس پاک پروردگار پر جس نے ہمیں ایسے دین سے نوازا جس کے ہر حکم میں ہماری کمزوریوں کا خیال کرتے ہوئے آسانی رکھی گئی ہے۔ دیکھو اپنی ذات پر غور کرو۔ بدن کے جوڑ جوڑ میں خون کی نالیاں بہہ رہی ہیں۔ خون ناپاک۔ خون سے بننے والی راد۔ پیپ ناپاک جو پسینہ نکلتا ہے وہ ناپاک نہ سہی مگر بدبودار۔ اگر اس بندۂ گندہ کو یہ حکم ہوتا کہ جب وہ اس ذات پاک کا نام لے جو ہر طرح ایک ہی پاک ہے تو پہلے گلاب اور کیوڑے سے غسل کرے۔ گوشت اور چمڑے سے بنی ہوئی تھوک اور رال میں لتھڑی ہوئی زبان کو بار بار عطر سے دھوئے۔ تو بالکل درست ہوتا لیکن اس ارحم الراحمین کی کتنی بڑی مہربانی ہے کہ اس نے اپنا نام لینے کے لئے کوئی پابندی نہیں لگائی۔

بیشک اس نے کلام پاک میں یہ ضرور فرمایا کہ ایک صاحب ایمان کو سب سے زیادہ محبت اپنے اللہ سے ہوتی ہے، اس کے ذکر سے روح مومن کو سکون اور دل کو اطمینان ہوتا ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ اللہ کی یاد کثرت سے کرو۔ ہر وقت اور ہر آن دل کو اس کی یاد میں محو اور زبان کو اس کے ذکر سے تر رکھو مگر اس کے لئے غسل تو کیا وضو کی بھی شرط نہیں لگائی۔

ہاں خاص خاص عبادتوں کے لئے کچھ شرطیں لگائیں۔ مگر وہ شرطیں خود آسان۔ پھر جہاں جہاں ہماری کمزوری نے دہائی دی اُن آسان شرطوں میں اور بھی زیادہ آسانی کردی۔

مثلاً نماز جو سب سے مقدم عبادت ہے جس میں بدن بھی مصروف ہوتا ہے اور دل بھی مصروف رہنا چاہیئے۔ اس کے لئے پاکی کی شرط لگائی۔ مگر پورے بدن کو دھونے کے بجائے صرف ہاتھ پاؤں چہروں کے دھونے اور سر پر ہاتھ پھیرنے کا حکم فرمایا۔ اسی کا نام وضو رکھا اور تاثیر یہ رکھدی کہ تن بدن میں چستی پیدا ہو۔ جان میں جان آئے۔ روح تازہ ہو اور ہر ہر عضو سے یہاں تک کہ ناخونوں کے نیچے سے بھی گناہ[1] جھڑ جائیں لیکن اگر پانی میسّر نہ آئے یا کوئی ایسا بیمار ہو کہ پانی کا استعمال اس کے لئے مضر ہو تو اس کو اجازت دے دی گئی کہ سوکھی مٹی کو دو دفعہ چھو کر چہرہ اور ہاتھوں پر ہاتھ پھیر لے (تیمم کرلے) مگر ہماری کمزوریاں اسی پر ختم نہیں ہو جاتیں ایسی صورتیں بھی سامنے آتی ہیں کہ کسی تھوڑے سے حصہ کے لئے پانی کا استعمال مضر ہو (مثلاً کوئی زخم ہوگیا ہو) باقی حصوں کے لئے پانی کا استعمال مضر نہ ہو۔ یا مثلاً ہم نے موزے پہن رکھے ہوں جن کو اتارنے اور

---

[1] یعنی صغیرہ گناہ لقولہ عزوجل۔ ان تجتنبوا کبائر ما تنهون عنه نكفر عنكم سيئاتكم۔ وقال الله تعالى۔ ان الحسنات يذهبن السيئات وقال العلامة الكشميري رحمة الله عليه السيئات الصغائر وكذا الذنوب هي الصغائر والكبائر المعاصي۔

پیروں کے دھونے میں کسی قدر دقت ہوتی ہو۔ تو ایسی صورتوں میں مسح کی اجازت دے دی گئی۔ یہ مسح کب ہوگا کس طرح ہوگا۔ موزے کیسے ہوں، زخم پر اگر پٹی یا پھایہ ہو تو وہ کیسا ہو۔ ان باتوں کی تفصیل آنے والے دو نمبروں میں پڑھئے اور یاد رکھئے ۔

(۱) مسح[1] علی الخفین (موزوں پر مسح)

کس قسم کے موزوں پر مسح جائز ہے تین قسم کے موزوں پر مسح جائز ہے (۱) چمڑے کے موزے جن سے پاؤں ٹخنوں سمیت چھپے رہیں

(۲) وہ اونی یا سوتی موزے جن میں چمڑے کا تلا لگا ہوا ہو۔

(۳) وہ اونی یا سوتی موزے جو اس قدر موٹے اور گاڑھے ہوں کہ اگر خالی ان ہیں کو پہن کر تین چار میل کی مسافت طے کی جائے تو وہ پھٹیں نہیں

کب جائز ہے (۱) جب وضو کر کے پہنے ہوں (۲) محض پاؤں دھو کر موزے پہن لئے ہوں ۔ مگر اس صورت میں شرط یہ ہے کہ کسی قسم کا ناقص وضو پیش آنے سے پہلے باقی وضو پوری کر لی۔ پس اگر پیر دھو کر موزے پہن لئے اور ابھی وضو پوری نہیں کی تھی کہ انگلی کٹ گئی جس سے خون نکل آیا۔ اس کے بعد وضو پوری کی تو اس صورت میں موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہوگا۔

مدتِ مسح مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات اور مسافر کے لئے تین دن اور تین رات۔ یعنی اگر آدمی اپنے وطن میں ہو یا پندرہ روز سے زیادہ

---

[1] مسح کے اصل معنی ہیں پونچھنا۔ علی اوپر۔ خفین۔ خف کا تثنیہ۔ خف کے معنی موزہ۔ خفین: دو موزے۔ مسح علی الخفین۔ دونوں موزوں پر مسح کرنا۔

دنوں کے لئے کہیں ٹھہرا ہوا ہو تو بعد ایک دفعہ موزے پہن کر اگلے دن کے اسی وقت تک مسح کر سکتا ہے اور سفر میں ہو تو تین دن اور تین رات تک مسح کر سکتا ہے۔

تشریحی سوال و جواب

سوال: ایک شخص نے آفتاب نکلنے کے وقت صرف پاؤں دھو کر موزے پہن لئے پھر کئی گھنٹے بعد دوپہر کے وقت باقی وضو پوری کی۔ تو کیا اس طرح اس کی وضو ہو گئی۔

جواب: اگر اتنی دیر میں کوئی ناقضِ[1] وضو پیش نہیں آیا تو اس کی یہ وضو ہو گئی[2]۔

سوال: اس وقت جب باقی وضو پوری کر رہا ہے (مثلاً دوپہر کے وقت) تو کیا موزوں پر مسح کرنا ضروری ہوگا۔

جواب: نہیں۔

سوال: اس صورت میں مسح کرنا کب ضروری ہوگا۔

جواب: جب وضو ٹوٹنے کے بعد دوبارہ وضو کرے۔

سوال: مدتِ مسح کب سے شمار ہوگی۔ یعنی آفتاب نکلنے کے وقت سے (جب اس نے پیر دھو کر موزے پہنے تھے) یا زوال کے وقت سے جب باقی وضو پوری کی تھی، یا کسی اور وقت سے

جواب: مدتِ مسح نہ آفتاب نکلنے کے وقت سے شمار ہو گی نہ زوال کے وقت سے بلکہ جب اس کا وضو ٹوٹے اس وقت سے۔ مثلاً۔

---

[1] کوئی ایسی بات جس سے وضو ٹوٹ جائے [2] کمی یہ رہی کہ دو سنتیں چھوٹ گئیں:۔
(۱) ترتیب وار وضو کرنا (۲) پے در پے بلا تاخیر وضو کرنا۔

نماز ظہر کے بعد چار بجے شام کو اس نے استنجا کیا تو چار بجے شام سے مدت مسح شروع ہوگی ۔

سوال : وضو اور غسل دونوں میں موزوں پر مسح جائز ہے یا نہیں ۔

جواب : وضو میں موزوں کا مسح جائز ہے غسل میں نہیں ۔

مسح کس طرح کیا جائے ہاتھ کی انگلیاں پانی سے بھگو کر تین انگلیاں پاؤں کے پنجے پر رکھ کر اوپر کی طرف کھینچیے ۔ انگلیاں پوری رکھے ۔ صرف اُن کے سرے رکھنا کافی نہیں ۔

مسح کس طرف کیا جائے موزوں کے اوپر کی طرف مسح کرنا چاہیے تلووں کی طرف یا ایڑی کی طرف مسح کرنے سے مسح نہیں ہوتا ۔

پھٹا ہوا موزہ (۱) اگر موزہ اتنا پھٹ گیا کہ پاؤں کی تین چھوٹی انگلیوں کی برابر پاؤں کھل گیا ہے یا چلنے میں کھل جاتا ہے تو اس پر مسح جائز نہیں اور اس سے کم پھٹا ہو تو جائز ہے ۔

(۲) اگر ایک موزہ کئی جگہ سے تھوڑا تھوڑا پھٹا ہوا ہے تو اگر یہ سب پھٹنیں مل کر تین انگلیوں کے برابر ہو جاتی ہیں تو مسح جائز نہیں اور اگر کم رہتی ہیں تو مسح جائز ہے ۔

(۳) اگر دونوں موزے تھوڑے تھوڑے پھٹے ہوئے ہوں اور دونوں کی پھٹنیں تین انگلیوں کی برابر ہوں لیکن ہر ایک پھٹن تین انگلیوں کی مقدار سے کم ہو تو ان پر مسح جائز ہے ۔

مسح توڑنے والی چیزیں

وہ تمام چیزیں جن سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اُن سے مسح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ ان کے علاوہ ان چیزوں سے بھی مسح ٹوٹ جاتا ہے۔

(۱) مسح کی مدّت گذر جانا۔

(۲) موزے اتار دینا۔

(۳) تین انگلیوں کے برابر موزے کا پھٹ جانا۔

تشریحی سوال و جواب

سوال: ایک شخص وضو کئے ہوئے ہے۔ اُس نے موزہ اُتار دیا یا اُس کے مسح کی مدت پوری ہوگئی تو اب پوری وضو کرکے موزہ پہنے یا صرف پاؤں دھوکر موزہ پہن سکتا ہے۔

جواب: ان دونوں صورتوں میں صرف پاؤں دھوکر موزے پہن لینا کافی ہے اور پورا وضو کرلینا مستحب ہے۔

سوال: کسی نے سفر میں موزوں پر مسح کرنا شروع کیا۔ پھر وہ مقیم ہوگیا یعنی اپنے گھر آگیا تو اس کے لئے مسح کی مدت کیا ہے۔

جواب: اگر مسح شروع کرنے سے ایک دن ایک رات کے بعد گھر پہنچا ہے تو فوراً موزے اُتار دے اور نئے سرے سے مسح کرنا شروع کردے اور اگر ایک رات سے پہلے گھر پہنچ گیا ہے تو ایک دن رات پوری کرلے پھر موزے اتار کر مسح شروع کرے۔

سوال: ایک شخص اپنے مکان پر مقیم تھا۔ اس نے مسح شروع کیا اور ابھی مدت مسح یعنی ایک دن ایک رات پوری نہیں ہوئی کہ وہ سفر میں چلا گیا تو اس کے لیے مسح کی مدت کیا ہوگی۔

جواب: تین دن تین رات

مختصر یہ کہ مدت کے آخری حصہ کا لحاظ ہوگا کہ اس میں مسافر ہے یا مقیم

(۳) مسح علی الجبیرہ (جبیرہ پر مسح)

جبیرہ جبیرہ اصل میں اس لکڑی کو کہتے ہیں۔ جو ٹوٹی ہوئی ہڈی درست کرنے کے لئے باندھی جاتی ہے۔ مگر چونکہ زخم کی پٹی یا مرہم کے پھایہ کا بھی یہی مسئلہ ہے۔ اس لئے یہاں جبیرہ سے ایک عام مفہوم مراد ہے[1]

مسئلہ اگر کسی ایسے عضو پر جس کا دھونا ضروری ہے۔ پٹی پھایہ یا کھپچی[2] بندھی ہوئی ہو اور اس کا اکھاڑنا یا کھولنا سخت تکلیف یا نقصان پہنچائے تو جائز ہے کہ اس پٹی یا پھائے وغیرہ پر مسح کرلے اور باقی اعضاء دھولے۔

(۲) مسح ساری پٹی پر کرنا ہوگا خواہ اس کے نیچے زخم ہو یا نہ ہو۔

(۳) پٹی کے کھولنے یا پھایہ اتارنے میں تو نقصان یا تکلیف نہ ہو لیکن پانی لگنا زخم کے لئے خطرناک ہو تو ایسی صورت میں زخم پر مسح کرلے

(۴) اگر زخم پر مسح کرنا بھی مضر ہے تو اب پٹی باندھ لے اور پٹی پر مسح کرے۔

---

[1] جس میں پھایہ، پٹی اور پلاسٹر وغیرہ داخل ہیں [2] کھپچی وہ لکڑی جو ہڈی درست کرنے کے لئے باندھی جاتی ہے۔

(۵) دکھتی آنکھوں پر بھی مسح جائز ہے اگر دھونے سے ممانعت کر دی گئی ہو۔

پاک اور ناپاک کھال اور چمڑا اور بال

کھال اور چمڑے سے تمہیں کوئی دلچسپی نہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ چمڑے کا نام سنتے ہی گھن آنے لگتا ہے۔ لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ چمڑا بھی خدا کا ایک انعام ہے۔ اس سے انسان کے ہزاروں کام نکلتے ہیں۔ چرخے، چرس اور ڈول سے لے کر مشین گن اور فوجی ٹینک تک۔ گھریلو دستکاریوں سے لے کر ڈیفنس فیکٹریوں اور اُن میں ڈھلنے والوں کل پرزوں اور مشینوں تک ہر چیز میں کہیں نہ کہیں تھوڑے بہت چمڑے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ٹھنڈے اور برفانی پہاڑ۔ جہاں روئی اور کپاس ملتی نہیں اور اگر مہنگے داموں مل بھی جاے تو کام نہیں دیتی۔ کیونکہ سردی بہت ہوتی ہے۔ ایسی جگہ چمڑا اور کھال بڑی نعمت ہے۔ لوگ پوستین بناتے ہیں۔ غالیچے اور نمگے بناتے ہیں اور ہاتھ پاؤں کے موزے بناتے ہیں اور اسی گھناونی چیز کو لپیٹ کر وہ کڑاکے کی سردی میں نجات پاتے ہیں۔

اسلام کی تعلیم ہر ملک اور ہر قوم کے لئے رحمت ہے۔ انسان جہاں بھی رہے جس حال میں بھی رہے وہ اس کی رہنمائی اور دستگیری کرتی ہے پس کھال اور چمڑے جیسی کام کی چیز کے متعلق بھی اسلام کے کچھ احکام ہیں۔ جو آگے بیان کئے جانے ہیں۔

مسائل اور احکام پڑھنے سے پہلے چمڑے اور کھال کی تھوڑی سی داستان

سن لو۔

جب کھال اتاری جاتی ہے تو اس میں کچھ رطوبت اور تری ہوتی ہے اس کو "کچی کھال" کہا جاتا ہے۔ کچھ دنوں یونہی پڑی رہے تو رطوبت خشک ہو جائے گی۔ اب اس کو سوکھی کھال کہا جائے گا۔ کھال کو دھوپ میں پھیلا دیں تو رطوبت جلد خشک ہو جائے گی۔ یہ بھی سوکھی کھال کہلائے گی۔ ان دونوں کھالوں میں بدبو باقی رہتی ہے اور اگر یہ بھیگ جائیں تو وہ رطوبت بھی نمودار ہو جاتی ہے۔ ہاں اگر نمک وغیرہ مل کر کھال کو دھوپ میں سکھائیں تو رطوبت بالکل جاتی رہتی ہے اور اگر یہ بھیگ بھی جائے تو رطوبت نمودار نہیں ہوتی۔ جو لوگ کھال کا کام کرتے ہیں وہ اس کی ترکیب پوری جانتے ہیں۔ پھر کچھ اور مسالے ملے جاتے ہیں جس سے بال صاف ہو جاتے ہیں سختی نہیں رہتی اور کپڑے کی طرح کھال نرم ہو جاتی ہے۔ ان ترکیبوں کے استعمال کرنے کو کھال کا بنانا یا رنگنا کہتے ہیں اور عربی میں اس کا نام "دباغت" ہے

اب ایک مسئلہ تو یہ یاد کر لیجئے کہ دباغت یعنی بنانے یا رنگ لینے کے بعد ہر ایک کھال پاک ہو جاتی ہے۔ یہ اگر بھیگ بھی جائے تو اس کی پاکی میں فرق نہیں آتا۔ صرف خنزیر اور آدمی کی کھال مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ خنزیر تو "نجس العین"[1] ہے۔ اس کی ہر چیز زندگی میں بھی ناپاک اور مرنے کے بعد بھی ناپاک۔ آدمی نجس تو نہیں ہے پاک ہے۔ خواہ ایمان دار ہو یا بے ایمان ہر ایک انسان پاک ہے۔ مگر چونکہ یہ اشرف المخلوقات ہے اس لئے اس کی کھال

---

[1] چنانچہ خنزیر کے بال بھی ناپاک ہیں۔

ہو یا ہڈی یا گوشت یا خون کسی بھی چیز کا استعمال جائز نہیں ہے۔ حرام ہے

دوسرا مسئلہ یہ بھی یاد کر لو کہ جو جانور حلال ہیں اُن کا ذبح کر لینا دباغت کا حکم رکھتا ہے۔ یعنی جس طرح دباغت سے کھال پاک ہو جاتی ہے حلال جانوروں کی کھال ذبح کر لینے سے پاک ہو جاتی ہے۔

اب ایسے جانور رہ گئے جن کا گوشت حلال نہیں ہے۔ جیسے بلّی یا گیدڑ[1]۔ ان کو ذبح کر لیا جائے تو ان کا گوشت حرام اور ناپاک ہی رہے گا مگر ان کی کھال پاک ہو جائے گی[2]

ہاں ایک شکل اور بھی ہے کہ حلال جانور کو ذبح نہیں کیا وہ اپنی موت مرگیا یا جھٹکے یا مشین وغیرہ سے اس کا گلا الگ کر دیا تو مسئلہ یہ ہے کہ جو بھی جانور ہو اگر ذبح بغیر کسی اور صورت سے مر جائے تو اس کا گوشت بھی ناپاک اور حرام ہے اور اس کی کھال بھی ناپاک اور حرام ہے۔

---

[1] کتے اور ہاتھی کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ کتے کو نجس العین نہیں مانا جاتا البتہ اسکی رال ناپاک ہے جیسے کہ شیر چیتے یا جنگلی بلی وغیرہ درندوں کی رال ناپاک ہے۔ (در مختار) ہاتھی کو اگرچہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نجس العین فرماتے ہیں مگر حضرات شیخین اور دوسرے ائمہ کے یہاں نجس العین نہیں ہے۔ اس کا بھی وہی حکم ہے جو دوسرے حرام جانوروں کا

[2] الدر المختار۔ ما طہر بہ طہر بذکاتہ لا لحمہ علی الاکثر (تنویر الابصار)

[3] یا ذبح تو کیا مگر شرعی طور پر ذبح نہیں ہوا۔ مثلاً مشرک یا مجوسی نے ذبح کیا۔ یا ذبح مسلمان ہی نے کیا مگر بسم اللہ نہیں پڑھی۔ قصداً چھوڑ دی تو ان صورتوں میں وہ مردار ہی ہوگا اور اس کا گوشت اور کھال دونوں حرام اور ناپاک ہوں گے۔

ہاں دباغت[1] کے بعد کھال پاک ہوجائے گی۔ گوشت کو اگر کسی صورت سے بنالیا جائے تو وہ تب بھی پاک یا حلال نہیں ہوگا۔

اس وہم میں نہ پڑنا چاہیئے کہ دباغت کا مسالہ پاک ہوگا یا ناپاک۔[2] ہاں اگر یقین ہوجائے کہ ناپاک مسالہ سے دباغت دی گئی ہے تو پہلے اس کو دھوکر پاک کرلیا جائے۔ پھر اس کو استعمال کیا جائے۔

بال، پر اور ہڈی

بال۔ پر۔ ہڈی پٹھے۔ سُم۔ کھُر۔ سینگ دانت اور ناخون پاک مانے جاتے ہیں۔ ذبیحہ کے ہوں یا مردار جانور کے صرف خنزیر مستثنیٰ ہے کہ اسکی ہر چیز ناپاک ہے۔ انسان کے بال۔ ناخن۔ دانت وغیرہ پاک ہیں۔ مگر ان کا استعمال کرنا حرام ہے۔

زندہ جاندار کے بدن کا کوئی جز کٹ کر جدا ہوجائے یا کاٹ لیا جائے

---

[1] دباغت سے عام مفہوم مراد ہے یعنی نمک اور مسالے لگا کر چمڑا بنایا جائے یا صرف دھوپ میں سکھا لیا جائے تمام صورتوں میں کھال پاک ہوجائے گی۔ البتہ بغیر کسی مسالے کے صرف دھوپ میں سوکھی ہوئی کھال اگر بھیگ جائے تو ناپاک ہوجائے گی۔ بنائی ہوئی کھال بھیگنے کے بعد بھی ناپاک نہیں ہوگی [2] یہی حکم سلے ہوئے یا بے سلے مستعمل اور غیر مستعمل کپڑے کا بھی ہے دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام اور سلف صالحین نے کبھی بھی ایسے کپڑوں کو دھونا ضروری نہیں سمجھا اور ہمیشہ سے یہی طریقہ رہا ہے کہ مال غنیمت میں غیر مسلموں کے جو کپڑے مسلمانوں کے ہاتھ لگا کرتے تھے مسلمان مجاہدین ان کا بغیر دھوئے استعمال شروع کردیا کرتے تھے بلا تامل انہیں پہن کر نماز پڑھ لیا کرتے تھے (رد المحتار ج ۱ فی آخر احکام الدباغۃ) [3] مثلاً مشک یا موزے اگر خریدے گئے ہیں تو دھوئے بغیر مشک میں پانی بھرا جاسکتا ہے۔ موزے پہن کر نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

تو اگر خون بہے تو یہ حصہ ناپاک[1] ہے اور اس کے کاٹنے سے خون نہیں بہتا تو ناپاک نہیں ہے[2]

سوالات

(۱) بلا وضو اللہ کا نام لے سکتے ہیں اور تسبیح پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟
(۲) خفین اور مسح کے معنے اور مسح علی الخفین کا مطلب بتاؤ۔
(۳) سوتی یا ٹسری موزے جو تم پہنا کرتے ہیں کیا اُن پر مسح جائز ہے؟
(۴) کس قسم کے موزوں پر مسح جائز ہے؟
(۵) اگر محض پیر دھو کر موزے پہن لئے پھر وضو پورا کیا تو یہ درست ہے یا نہیں اور کس صورت میں درست نہیں ہے؟
(۶) اگر آپ سفر میں ہیں تو کئے دن تک مسح کر سکتے ہیں اور مکان پر ہیں تو کے روز تک؟
(۷) موزوں پر مسح کرنے کا طریقہ بتاؤ۔
(۸) جبیرہ کے اصلی معنی کیا ہیں اور مسح علی الجبیرہ کا مطلب کیا ہے؟
(۹) خنزیر کسے کہتے ہیں۔ دباغت کا مطلب کیا ہے؟
(۱۰) خنزیر کی کھال دباغت سے کیوں پاک نہیں ہوتی؟
(۱۱) انسان کی کھال، ہڈی، گوشت، خون یا بال کا استعمال جائز ہے یا ناجائز؟
(۱۲) اگر ناجائز ہے تو کیوں اور کیا اس میں مسلمان اور کافر کا فرق ہے؟

---

[1] اگر یہ خون بہتا ہے تو گوشت کا حکم رکھے گا، غیر مذبوح کا گوشت ناپاک ہوتا ہے لہذا یہ بھی ناپاک ہوگا۔ [2] چنانچہ بال بڑھے ہوئے ناخون ناپاک نہیں مانے جاتے۔ اسی طرح سانپ کی کھینچلی اور مور کے پر بھی ناپاک نہیں ہیں۔

نماز

جماعت و امامت

کمال کی خصوصیت

آج خالد و حامد کی بحث بڑی دلچسپ تھی۔

حامد صاحب کہہ رہے تھے کہ "کمال" کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ محنت کم اُجرت زیادہ۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ تھوڑے وقت میں کام زیادہ ہو جاتا ہے اور اُس کے نتیجے اور فائدے اس سے بھی زیادہ ہوتے ہیں۔

خالد صاحب کا اعتراض یہ تھا کہ یہ تو اچھا خاصا ظلم ہے۔ ایک شخص نے صبح سے لے کر ظہر تک کام کیا۔ دوسرے نے ظہر سے عصر تک اور تیسرے صاحب عصر کے بعد آئے۔ تھوڑی دیر کام کر کے چلتے بنے۔ اب اگر ان سب کو ایک ہی سطح پر رکھا جائے تو وہی مثال ہوگی۔

اُلٹی نگری تل پٹ راجا
ٹکے سیر بھاجی ٹکے سیر کھاجا

حامد ——— میاں خالد۔ بیشک یہ ناانصافی اور دھاندلی ہے کہ بھاجی[1] اور کھاجا۔ یعنی بڑھیا اور گھٹیا دونوں کی قیمت ایک ہی رکھدی جائے۔

---

[1] بھاجی اور کھاجا کے معنی گھٹیا اور بڑھیا نہیں ہیں بلکہ بھاجی۔ سبزی ترکاری کو کہتے ہیں اور کھاجا۔ کھانا، طعام۔ البتہ ہماری مثال میں مراد گھٹیا اور بڑھیا ہے۔

مگر یہ تو آپ بھی مانتے ہیں کہ بڑھیا کا وجود کم ہوتا ہے اور اس کی قیمت زیادہ ہوتی ہے۔ گھٹیا کا وجود زیادہ اور قیمت کم ہوتی ہے۔ سیر بھر گیہوں کے جو دام ہوتے ہیں اتنے داموں کی گھاس خریدو تو من بھر آئے گی۔ سونے کا وجود کم ہوتا ہے قیمت زیادہ ہوتی ہے۔ خود حساب لگا کر دیکھو کہ اگر ایک تولہ سونا ہو تو اس کے بدلے میں گیہوں کے من آئیں گے۔

محنت اور اس کے معاوضہ میں بھی ایسا ہی فرق ہے۔ حمّال اور مزدور کی محنت زیادہ ہوتی ہے۔ وہ بھاری بوجھ اٹھا کر گھنٹہ بھر میں کسی جگہ پہنچاتا ہے۔ اس کا سانس پھول جاتا ہے۔ ایڑی سے چوٹی تک پسینہ میں نہا جاتا ہے۔ اس پورے وقت اور اس سخت محنت کا معاوضہ آپ اس کو چند آنے دیدیتے ہیں۔

لیکن ایک محرر اور ایک کلرک ایک گھنٹہ کام کرتا ہے تو اس کی محنت و مشقت مزدور کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ مزدور دھوپ میں تپتا ہوا ہانپتا کانپتا بوجھ پہنچاتا ہے اور کلرک ٹھنڈے کمرے میں برقی پنکھے کے نیچے بیٹھا بڑے اطمینان اور آرام سے اپنا کام کرتا ہے۔ مگر محرر کے ایک گھنٹے کی اجرت حمّال اور مزدور کی اجرت سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔

یہ فرق کیوں ہے؟ صرف اس لئے کہ حمّال کے لئے کسبی کمال کی ضرورت نہیں ہے بلکہ حمّال وہی ہوتے ہیں جن کے پاس کوئی کمال نہیں ہوتا۔ حمّال کے مقابلہ میں کلرک کے پاس ایک کمال ہوتا۔ مثلاً وہ حساب داں ہے یا انشا پرداز ہے یا خطاط ہے۔

پھر آپ غور فرمائیے۔ کمال، کمال میں بھی فرق ہے۔ ایک کمال یہ ہے کہ آپ اچھے کلرک ہیں۔ آپ حساب اچھا جانتے ہیں یا آپ کو ٹائپ کی مشق ہے
ایک کمال یہ ہے کہ آپ اعلیٰ درجہ کے انجینیر ہیں یا آپ کامیاب وکیل یا بیرسٹر ہیں یا آپ ہوشیار ڈاکٹر یا طبیب حاذق ہیں۔

ایک کمال یہ ہے کہ آپ بہت بڑے عالم و فاضل یا نئے علوم مثلاً سائنس وغیرہ کے آپ پروفیسر ہیں۔ اعلیٰ سند یافتہ ہیں۔

جیسے ان کاموں میں فرق ہے، اُن پر مرتب ہونے والے نتیجوں میں بھی فرق ہے، اُن کے معاوضہ اور حق المحنت میں بھی فرق ہے۔

بیرسٹر صاحب ایک مقدمہ میں پچیس ہزار فیس لے لیتے ہیں بحث صرف ایک گھنٹہ کرتے ہیں اور وصول پچیس ہزار کرتے ہیں کیونکہ اس سے فائدہ مقدمہ والوں کو لاکھوں کروڑوں کا ہوتا ہے یا جان جیسی انمول چیز بچ جاتی ہے۔

یونیورسٹی کے پروفیسر صاحب ایک گھنٹہ لیکچر دیتے ہیں۔ یا کسی بڑے دارالعلوم کے شیخ الحدیث ایک گھنٹہ درس دیدیتے ہیں تو اُن کے درس اور لیکچر سے اتنی معلومات حاصل ہو جاتی ہیں جو سیوں سال کے مطالعہ سے نہیں حاصل ہو سکتیں۔

یہاں وقت کم صرف ہو رہا ہے۔ مگر اس کے فائدے بے شمار ہیں۔ لہذا اُس کی اُجرت اور اُس کا حق الخدمت بھی سب سے زیادہ ہے۔

حاضر صاحب نے فرمایا۔ آپ مدرسوں اور معلموں کی مثال لے لیجیے

ابتدائی درجہ[1] کے مدرس کو محنت زیادہ کرنی پڑتی ہے۔ حق الخدمت کم ملتا ہے کیونکہ اس کی تعلیم ابتدائی[2] ہوتی ہے۔ پھر جیسے جیسے درجے بڑھتے رہتے ہیں کام کم ہوتا رہتا ہے اور اجرت زیادہ ہوتی رہتی ہے یہاں تک کہ سب سے اونچے درجوں کو پڑھانے والوں کا وقت سب سے کم صرف ہوتا ہے اور اُن کو اجرت سب سے زیادہ ملتی ہے وجہ صرف یہی ہے کہ مدرسوں کی بڑائی چھٹائی کمال کے لحاظ سے ہوتی ہے اور جیسے جیسے کمال بڑھتا رہتا ہے۔ جیسے جیسے تعلیم مکمل ہوتی رہتی ہے محنت کم اور اجرت زیادہ نفع اس سے بھی زیادہ ہوتا رہتا ہے۔

---

[1] ہو سکتا ہے کہ ابتدائی درجہ کا مدرس عالم فاضل ہو اور سرکاری اسکول ہے تو ممکن ہے کہ اس کا مدرس ایم۔ اے یا پی۔ ایچ۔ ڈی ہو۔ مگر جب وہ کسی درجہ کا مدرس ہے تو حق الخدمت اس کی قابلیت اور سند کے لحاظ سے نہیں ہوتا بلکہ خدمت کے معیار پر ہوتا ہے کہ وہ کس درجہ کے بچوں کو تعلیم دیتا ہے اور جن بچوں کو وہ تعلیم دیتا ہے ان کی استعداد اور صلاحیت کیا ہے

[2] یہ ابتدائی تعلیم درجہ کے بچوں کی صلاحیت اور اُن کی استعداد کے لحاظ سے خواہ کتنی ہی مکمل مگر تعلیم کے درجۂ اعلیٰ کے لحاظ سے لامحالہ ناقص ہوتی ہے۔ یہی حال انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کا تھا۔ وہ اپنے اپنے دور میں اس زمانہ کے لوگوں کی استعداد و صلاحیت کے لحاظ سے یقیناً مکمل تھی اور اس بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ ہر نبی نے مکمل تعلیم دی مگر وہ تعلیم دین کامل کے اعلیٰ اور انتہائی مرتبہ کے لحاظ سے یقیناً ناقص تھی۔

دین کامل کی مکمل تعلیم

نماز باجماعت کی مثال

حامد صاحب نے کہا۔ اس بحث سے اس حقیقت پر روشنی پڑ گئی کہ جب ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں (صلوات اللہ علیہم) اور جب تعلیم دین کا وہ سلسلہ جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا۔ آپ پر پہنچکر مکمل اور مختتم ہوا ہے اور آپ کی تعلیم سب سے کامل و مکمل تعلیم ہے تو یقیناً وہ سب سے افضل اور اعلیٰ بھی ہوگی اور اس کے ذریعے تھوڑے وقت میں زیادہ کام اور تھوڑی محنت میں زیادہ فائدہ حاصل ہو سکے گا اور جس طرح کسی تعلیم گاہ کا مدرس اعلیٰ جو سب سے اعلیٰ درجہ کی تعلیم دیتا ہے افضل ہوتا ہے۔[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی تمام انبیاء میں سب سے افضل ہوں گے۔

حامد صاحب یہیں تک کہنے پائے تھے کہ خالد صاحب بول اٹھے

[1] اپنے تعلیمی اداروں یعنی اسکولوں کالجوں یا مدرسوں کے ماسٹروں کا انتخاب ہم خود کرتے ہیں اس انتخاب میں ہم بسا اوقات جان بوجھ کر اپنی اغراض یا مصلحتوں کی خاطر یا قانونی پیچیدگیوں کے باعث غلطیاں بھی کر جاتے ہیں اور غیر قابل کو ہیڈ ماسٹر بنا دیتے ہیں حالانکہ اس سے زیادہ قابل اور اخلاق و اعمال کے لحاظ سے زیادہ بہتر کسی اور درجہ کا کوئی اور مدرس ہوتا ہے۔ بس اگر اس قسم کی بے ترتیبی ہو جاتی ہے تو وہ خود ہماری انسانی کمزوریوں کے باعث ہوتی ہے اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے اس کے انتخاب میں ایسی غلطی ہونا محال ہے۔ اس نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الائمہ بنایا تو اس لئے کہ وہ ذات اقدس اسی کے لئے موزوں تھی۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ

بہت بہتر میں سمجھ گیا۔ آپ کا منشا یہ ہے کہ اگر دنیا کو ایک تعلیم گاہ مان لیں تو حضرت آدم علیہ السلام ابتدائی درجات[1] کے سب سے پہلے مدرس ہوں گے جنھوں نے ابجد کی تعلیم دی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام درمیانی درجات کے اور ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری مدرس اور صدر المدرسین ہوں گے آپ خود بھی سب سے افضل و اکمل ہوں گے اور آپ کی تعلیم بھی کامل و مکمل ہوگی یعنی تھوڑے وقت میں زیادہ کام اور تھوڑی محنت میں زیادہ اجرت۔

میاں خالد نے کہا میں یہ بات بطور ایک عقیدہ کے مانے لیتا ہوں مگر جب تک آپ کوئی مثال دیکر نہیں سمجھائیں گے مجھے اطمینان نہیں ہوگا۔ مہربانی فرما کر کسی مثال سے یہ بات سمجھایئے۔

---

[1] ابتدائی درجہ کی تعلیم یقیناً ابتدائی ہوتی ہے اور درجہ اعلیٰ کی تعلیم کے لحاظ سے ناقص بھی ہوتی ہے مگر ضروری نہیں کہ اس کا مدرس بھی ناقص ہو۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ابتدائی درجہ کا مدرس بھی اسی طرح سند یافتہ عالم ہوتا ہے جیسے آخری اور انتہائی درجہ کا مدرس اور سلسلۂ انبیاء علیہم السلام کی مثال تو ایسی ہے جیسے کسی ایک استاد سے سند یافتہ شاگرد یا کسی ایک شیخ کے خلفاء ملکر کوئی تربیت گاہ قائم کرلیں اور تربیت کے مختلف کام آپس میں تقسیم کرلیں اور سب کے سب پورے اخلاص نیک نیتی اور پوری مستعدی سے اپنے کام انجام دیتے رہیں تو اتنی بات مسلّمہ ہوگی کہ اخلاص و محنت اور جانفشانی کے باوجود فطری اور طبعی طور پر کچھ درجے ہو جائیں گے اور کوئی ایک ان سب میں افضل ہوگا باقی کی فضیلتوں کے درجے اور مرتبے قائم ہو جائیں گے مگر چونکہ سب مخلص، نیک نیت اور ہمدرد و بااخلاق ہیں لہذا سب واجب الاحترام ہوں گے اور یہ قطعاً جائز نہ ہوگا کہ ایک کے مقابلہ میں دوسرے کی تحقیر یا تنقیص کریں چنانچہ انبیاء علیہم السلام کے درجات یقیناً مانے جاتے ہیں مگر تنقیص و تحقیر کسی کی بھی جائز نہیں ہے بلکہ حرام ہے اور بعض مرتبہ کفر بھی بن جاتی ہے۔

حامد صاحب — بہت اچھا، مثال سے سمجھیے۔ اسلام کی سب سے زیادہ مشہور اور سب سے زیادہ عام اور ہمہ گیر عبادت "نماز" ہے جو ہر عاقل و بالغ پر فرض ہے اور دن میں پانچ مرتبہ فرض ہے۔ اس کی مثال لیجیے۔

نماز کی تعلیم صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دی بلکہ ہر ایک نبی نماز کی تعلیم دیتے رہے ہیں مگر نماز کی جو کامل و مکمل شکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں آپ کی تعمیل کامل سے ہوئی وہ کمال کسی نبی کی سکھائی ہوئی نماز کو میسر نہیں آیا۔

مثلاً ظاہری لحاظ سے تو فرق یہ ہے کہ پہلے انبیاء کی سکھائی ہوئی نمازوں میں فقط سجدہ ہوتا تھا۔ کسی امت کو جو نماز بتائی گئی۔ اس میں فقط رکوع تھا اور کسی کی نماز صرف دست بستہ کھڑے ہونے سے ادا ہو جاتی تھی اور کسی امت کی نماز یہ ہوتی تھی کہ مودب بیٹھ کر مراقبہ کریں یعنی دھیان جمائیں

لیکن خاتم الانبیاء علیہم السلام نے جو تعلیم دی اس میں یہ چاروں صورتیں فرض ہیں۔ چنانچہ قیام بھی فرض ہے۔ رکوع اور سجدہ بھی فرض ہے اور قعدہ بھی فرض ہے

اسی طرح معنوی لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی نماز سب سے مکمل ہے کیونکہ اس میں حمد[1] ثنا[2] تکبیر[3] و تعظیم[4]۔ تسبیح[5] و تہلیل[6] بھی ہے

---

[1] حمد۔ تعریف کرنا۔ [2] ثنا۔ تعریف [3] تکبیر۔ اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنا [4] تعظیم عظمت بیان کرنا۔
[5] تسبیح سبحان اللہ کہنا، اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرنا، [6] تہلیل۔ لا الٰہ الا اللہ پڑھنا۔

اور دعا و مناجات[1] بھی اور ان سب سے بڑھکر یہ کہ قرآت یعنی کلام اللہ شریف کا پڑھنا بھی فرض ہے اور تلاوت کلام اللہ شریف کا جو ثواب اور درجہ ہے ۔ وہ تسبیح وتہلیل اور دعا و مناجات وغیرہ کسی کو بھی حاصل نہیں ۔ تلاوت کلام اللہ سب سے افضل ہے ۔ کیونکہ کلام اللہ "وصف خدا ہے۔ وہ ایسا بڑا انعام ہے جو پوری کائنات میں صرف اسی امت کو عطا ہوا ہے۔ اس کے ورد[2] سے جو روحانی فائدہ پہنچتا ہے وہ نہ کسی تسبیح سے پہنچتا ہے نہ ذکر[3] و مراقبہ[4] سے

---

[1] مناجات۔ سرگوشی کرنا چپکے چپکے دعا مانگنا [2] ورد یعنی پڑھنا اور کسی چیز کے پڑھنے کو اپنا معمول بنالینا [3] ذکر کرنا۔ اللہ اللہ بار بار پڑھنا [4] مراقبہ دھیان جمانا ۔

[5] مثلاً ایک شخص شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ کا نام لیتا رہتا ہے اور فرض کیجیے اسی نام کی تسبیح پڑھتا رہتا ہے۔ دوسرا شخص شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ کی کتابیں مثلاً گلستاں بوستاں پڑھتا رہتا ہے ظاہر ہے شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ کے پند و نصائح اور اُن کے اوصاف و کمالات کا جو اثر گلستاں پڑھنے والے پر پڑ سکتا ہے وہ سعدی کا نام لینے اور اسم سعدی کی تسبیح پڑھنے والے پر نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی شخص بلا سمجھے گلستاں پڑھتا ہے تو یہ درست ہے کہ وہ پند ونصائح سے فائدہ نہیں اٹھا سکا کیونکہ وہ گلستاں سمجھ ہی نہیں رہا مگر اس سے ایک تعلق اور شیخ سعدی سے عقیدت یقیناً پختہ ہورہی ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ شیخ سعدی کی ذات سے جو عقیدت اور گرویدگی اس شخص کو ہوگی جو اگرچہ سمجھنے کا لطف نہیں اٹھا رہا ہے مگر پھر بھی ادب و احترام سے گلستاں کا ایک ایک حرف پڑھ رہا ہے ۔ یہ عقیدت اسکو نہیں ہوگی جو ادبی چاشنی یا حکیمانہ اسلوب کلام سے لطف اندوز ہونے کے لیے گلستاں پڑھ رہا ہے ۔ کلام اللہ کی تلاوت کو بھی آپ اسی پر قیاس کیجیے ۔

فرشتے جو ہر وقت یادِ خدا میں مشغول رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ کا ذکر ہی اُن کی غذا ہے۔ یہ کیمیا اُن کو بھی میسر نہیں ہے۔ [1]

پس نماز کے اسی کمال کا یہ نتیجہ ہے کہ پانچ نماز پڑھتے ہیں تو پچاس کا ثواب ملتا ہے۔ پانچوں نمازوں میں زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ صرف ہوتا ہے، مگر ثواب ملتا ہے۔ دن رات یادِ خدا میں مشغول رہنے بلکہ اس سے بھی زیادہ [2]

ان تمام خصوصیتوں کے ساتھ جب یہ نماز جماعت سے پڑھی جاتی ہے

---

[1] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین و آسمان کی پیدائش سے ہزاروں سال پہلے کی بات ہے کہ جب فرشتوں نے قرآن پاک سُنا تو فرمایا مبارک ہو وہ اُمّت جس پر یہ قرآن نازل ہوگا۔ بہت مبارک ہیں وہ سینے جو اس کے امانت دار ہوں گے بہت مبارک ہیں وہ زبانیں جو اس کی تلاوت کریں گی (دارمی بحوالہ مشکوٰۃ شریف باب فضائل القرآن) اس جیسی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کی تسبیحات میں تلاوت کلام اللہ شریف شامل نہیں ہے البتہ جماعتوں میں شامل ہوکر امام کی تلاوت سے محظوظ ہوتے ہیں۔ نماز کے علاوہ بھی جب تلاوت کی جاتی ہے تو ملائک کا ہجوم ہوجاتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔ اسی طرح نماز کا یہ گلدستہ بھی فرشتوں کے پاس نہیں ہے الگ الگ اجزا فرداً فرداً انکے پاس ہیں یعنی فرشتوں کی کوئی جماعت سجدہ میں رہتی ہے کوئی کسی اور ہیئت سے تسبیح خواں رہتی ہے۔ اس مجموعی ہیئت سے نماز اور جماعت امت محمدیہ کی خصوصیت ہے صلوٰت اللہ علیٰ صاحبہا صلوٰت دائمات)

[2] کیونکہ نماز پڑھنے والے کو تعمیل حکم کا بھی ثواب ملتا ہے اور جو شخص دن رات اللہ کا نام جپنے اور ذکر و مراقبہ میں مشغول ہے اور نماز سے محروم ہے وہ حکم خدا کی تعمیل نہیں کر رہا ہے بلکہ اپنی عقل کی تعمیل کر رہا ہے۔ یہ خدا پرست نہیں ہے بلکہ عقل پرست ہے قرآن حکیم اس کو ہوا پرست قرار دیتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ الآیۃ سورہ جاثیہ ع ۳)

تو اس کے ثواب میں ستائیس گنا اضافہ ہو جاتا ہے کیونکہ جب جماعت ہوتی ہے تو اللہ کا نام کھلم کھلا بلند ہوتا ہے۔ دوسروں کو رغبت ہوتی ہے شہری زندگی میں خدا پرستی کا رواج ہوتا ہے[1] اس کا دبدبہ بیٹھتا ہے اور سماجی زندگی میں مل جل کر کام کرنے کی رسم پڑتی ہے اور روحانی لحاظ سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ فرشتوں کی دعائیں شامل ہوتی ہیں۔ ان کی برکتیں شامل حال ہو جاتی ہیں[2] ان کے علاوہ وہ بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہیں جو دینی تعلیم کے رسالہ ۸ میں جماعت کے بیان میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ اب جماعت کے کچھ احکام مطالعہ کیجیے۔ اور یاد رکھیے۔

---

[1] یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمانوں کو دیکھ کر غیر مسلموں میں بھی شوق عبادت پیدا ہوتا ہے۔ ان کی عبادت اسلامی اصول کے لحاظ سے خواہ کتنی ہی غلط ہو مگر اتنا فائدہ تو یقیناً ہوتا ہے کہ منکرین خدا کے مقابلہ میں اس گروہ کی تقویت ہوتی ہے جو خدا کو مانتا ہے۔ واللہ اعلم

[2] صحیح احادیث میں ہے کہ جب امام ولا الضالین پڑھتا ہے تو فرشتے آمین کہتے ہیں اور اس بنا پر ہمیں بھی حکم ہے کہ ہم بھی آمین کہیں۔ آمین دعا ہے۔ کیونکہ اس کے معنی ہیں کہ اے اللہ اسکو قبول فرما۔ پس سورہ میں جو دعا مانگی گئی ہے کہ ہمیں سیدھا راستہ بتا۔ ان کے راستہ پر چلا جن پر تو نے انعام فرمایا وغیرہ وغیرہ اسکے لیے فرشتے بھی آمین کہتے ہیں یعنی بارگاہ رب العزت میں التجا کرتے ہیں کہ ان نماز پڑھنے والوں کی یہ دعا قبول فرما۔ اور اسی تعلق کی بنا پر جب ہم التحیات پڑھتے ہیں تو جب اللہ تعالیٰ سے سلام کی درخواست کرتے ہیں تو یہ بھی عرض کرتے ہیں کہ علی عباد اللہ الصالحین یعنی جس طرح ہم پر سلام نازل ہو تمام نیک بندوں پر سلام نازل ہو ظاہر ہے کہ فرشتے بھی اللہ کے بندے ہیں۔

تعریفات

جماعت اور امامت کے احکام سے پہلے چند اصطلاحی الفاظ اور ان کے معنی یاد کر لیجیے۔

امام - سردار۔ پیشوا

امامت - سردار ہونا۔ پیشوا بننا

نماز کا امام - جو شخص ساری جماعت کا سردار ہو اور سب مقتدی اس کی تابعداری کریں۔

اقتدار - تابعداری کرنا۔ مقتدی بننا۔

مقتدی - وہ شخص جو کسی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے

جماعت - مل کر نماز پڑھنا (جس میں ایک امام ہوتا ہے باقی سب مقتدی ہوتے ہیں)

مدرک[1] - جس کو امام کے ساتھ پوری نماز ملی ہو۔ یعنی جو پہلی رکعت سے جماعت میں شریک ہوا اور آخر تک شریک رہا۔

مسبوق[2] - جو پہلی رکعت کے بعد جماعت میں شامل ہوا۔

---

[1] لفظ مدرک کے اصل معنی ہیں پانے والا۔ اس شخص نے چونکہ شروع سے آخر تک پوری جماعت پائی ہے اس لئے اس کو مدرک کہتے ہیں۔ [2] مسبوق اصل میں ہراس شخص کو کہا جاتا ہے جس پر کوئی سبقت لیجا چکی ہو۔ یعنی پہلے ہو چکی ہو۔ چونکہ اس شخص کی پہلی رکعت یا رکعتیں فوت ہو چکی ہیں اس لئے اس کو مسبوق کہا جاتا ہے۔

لاحق جسکی ایک یا کئی رکعتیں امام کیساتھ شریک ہونے کے بعد جاتی رہی ہوں [1]

احکام و مسائل

مستحق امامت امام وہ شخص ہونا چاہیئے جو مسائل نماز سے اچھی طرح واقف ہو اور اس کے اعمال بھی اچھے ہوں۔ اگر پورے مجمع میں ایسا کوئی شخص نہیں ہے یا بالفرض ایسے عالم باعمل بہت سے ہیں تو پھر امامت کے لیئے اس کو آگے بڑھایا جائیگا جو قرآن شریف اچھا پڑھتا ہو [2] اس کے بعد جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو [3]۔ پھر جو زیادہ عمر والا ہو [4]

مستقل اور غیر مستقل امام آپ کسی مسجد میں جائیں تو آپ یا آپ کے کوئی ساتھی خواہ کتنے ہی عالم باعمل متقی اور پرہیزگار ہوں۔ اگر اس مسجد کا کوئی مستقل امام مقرر ہے تو کسی آنیوالے کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ خود سے آگے بڑھے۔ آپ کیلئے افضل یہی ہے کہ اس معین اور مستقل امام کے پیچھے نماز پڑھیں۔ البتہ اس مستقل امام کیلئے مستحب یہ ہے کہ

---

[1] جیسے مقیم جو مسافر کے پیچھے نماز پڑھے جب وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد باقی ماندہ نماز پوری کریگا "لاحق ہوگا [2] یعنی پورے مجمع میں صرف ایک ہی شخص ہے جو قرآن شریف اچھا پڑھتا ہے تو اس صورت میں وجہ انتخاب قرأت قرآن ہوگی اور اگر مجمع میں متعدد عالم باعمل ہیں تب یہ قرأت وجہ ترجیح ہوگی [3] یعنی مثلاً مجمع میں ایک خدا ترس نیک آدمی تو ہے مگر عالم اور قاری نہ یہ ہے اور نہ کوئی اور تو اس خدا ترس نیک آدمی کو امامت کے لئے منتخب کیا جائیگا۔ یا مثلاً مجمع میں متعدد افراد عالم باعمل اور قاری ہوں تو ان میں جو زیادہ متقی ہو اسکو امامت کے لئے ترجیح دی جائے گی۔ فقہاء کرام نے بالترتیب حسن صورت، حسن سیرت۔ وجاہت ذاتی یا خاندانی وجاہت کو بھی وجوہات ترجیح میں شمار کرایا ہے۔ منشا یہ ہے کہ امامت کے لئے اس کو منتخب کرنا چاہیئے جو ہر لحاظ

آنے والے افضل واکمل سے نماز پڑھانے کی درخواست کرے۔

نااہل دیوانے، نشہ والے اور غیر مسلم کے پیچھے کسی کی بھی نماز صحیح نہیں ہوتی۔

نااہل اضافی نابالغ کے پیچھے[۲] بالغوں کی۔ عورت کے پیچھے مردوں کی اور جس نے باقاعدہ وضو یا غسل کیا ہو اس کی نماز معذور کے پیچھے نہیں ہوتی۔ جو شخص پورا ستر ڈھانکے ہوئے ہے۔ اس کی نماز ایسے شخص کے پیچھے جس کا ستر کھلا ہوا ہے صحیح نہیں ہے[۳]۔ جو رکوع سجدہ کرتا ہے اس کی نماز اس کے پیچھے نہیں ہوتی جو رکوع سجدہ کو اشارہ سے ادا کر رہا ہے اور فرض پڑھنے والے کی نماز نفل پڑھنے والے کے پیچھے نہیں ہوتی۔ اسی طرح ایک فرض (مثلاً ظہر) پڑھنے والے کی نماز دوسرا فرض (مثلاً عصر) پڑھنے والے کے پیچھے نہیں ہوتی۔

غیر موزوں فاسق (بدکار) گنوار (جاہل)، بدعتی[۴]۔ جاہل غلام احتیاط نہ کرنے والے اندھے۔ چوندھے اور ولد الزنا (حرامی) کے

---

[۱] جو سات آدمی اس سلسلہ میں شمار کرائے گئے ہیں وہ اگر اپنے جیسوں کو نماز پڑھائیں مثلاً عورت عورتوں کو نماز پڑھائے تو نماز ہو جائیگی اگرچہ عورت کا امام بننا مکروہ ہے [۲] نابالغ بچوں کے پیچھے تراویح بھی جائز نہیں ہے البتہ اگر عمر پندرہ سال ہو چکی ہے تو اس کے پیچھے تراویح بھی جائز ہوگی اور فرض نماز بھی بلوغ کی کوئی علامت ظاہر ہوئی یا نہ ہوئی ہو [۳] یہ شخص اگر ستر چھپانے کی استطاعت نہیں رکھتا تو اس کی اپنی نماز ہو جائیگی اگر اس جیسے اور بھی ہیں تب اس کی امامت بھی ان ہم جنسوں کے لئے جائز ہوگی۔ البتہ اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ امام آگے نہ کھڑا ہو یہی حکم عورت کیلئے بھی ہے اگر عورت عورتوں کی امامت کرے تو آگے نہ کھڑی ہو بلکہ صف ہی میں کھڑی رہ کر امامت کرے [۴] بدعتی وہ شخص ہے جو خلاف شرع رسم و رواج یا ایسی باتوں کو جن کا ثبوت شریعت میں نہیں ہے دین کی بات سمجھے۔

پیچھے نماز مکروہ ہے لیکن اگر گاؤں کا دیہاتی اور غلام عالم ہو اور اندھا احتیاط رکھتا ہو اور عالم ہو یا قرآن مجید اچھا پڑھتا ہو اور ولد الزنا عالم باعمل ہو اور ان سے افضل کوئی اور شخص موجود نہ ہو تو ان کی امامت بلا کراہت جائز ہے۔

امام اور مقتدی کا تعلق امام کی نماز اصل کا درجہ رکھتی ہے اور مقتدی کی نماز تابع کا۔ پس اگر امام کی نماز کسی وجہ سے نہیں ہوگی تو مقتدیوں کی نماز بھی نہیں ہوگی اور ان کو اپنی نماز کا دہرانا ضروری ہوگا۔[۱]

کم سے کم جماعت ایک سے زیادہ کو جماعت کہا جا سکتا ہے۔ پس اگر صرف دو آدمی ہوں تو ایک مقتدی ہو جائے وہ تکبیر کہے اور دوسرا امامت کرے۔ مگر اس صورت میں مقتدی امام کی دائیں طرف کھڑا ہو۔ پھر اگر کوئی تیسرا بھی جماعت میں شامل ہو جائے تو امام کو آگے بڑھ جانا چاہیئے۔[۲]

صف بندی جماعت میں شریک ہونے والے مل کر اور صفیں

---

[۱] امام کے ساتھ دہرالیں یعنی جماعت دوبارہ کر لیں اور کسی وجہ سے جماعت نہ ہو سکے تو الگ الگ دہرالیں۔

[۲] لیکن اگر تیسری عورت ہو تو امام آگے نہیں بڑھے گا وہ اسی جگہ رہے گا۔ کیونکہ عورت مرد کی برابر نہیں کھڑی ہو سکتی۔ عورت پیچھے کھڑی ہوگی البتہ اگر سمجھدار بچہ شامل ہو جائے تب بھی جماعت بن جائے امام آگے بڑھ سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

سیدھی کر کے کھڑے ہوں[1] درمیان میں جگہ خالی نہ چھوڑیں۔ ٹیڑھی یا چھیدی صف مکروہ ہے۔ بچے پیچھے کھڑے ہوں، بڑے آدمیوں کی صفوں میں بچوں کا کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ عورتوں کی صف بچوں کے بعد ہونی چاہیئے۔

مجبور و مستثنیٰ عورتیں۔ نابالغ بچے، بیمار، بیمار کی خدمت کرنے والے۔ لولے، لنگڑے، اپاہج۔ کٹے ہوئے پاؤں والے، بہت بوڑھے۔ اندھے۔ یہ سب مستثنیٰ اور مجبور ہیں۔ ان کے اوپر جماعت میں حاضر ہونا لازم نہیں۔

عُذر سخت بارش۔ راستہ میں زیادہ کیچڑ۔ سخت جاڑا۔ رات میں آندھی۔ سفر مثلاً ریل، یا ہوائی جہاز کی روانگی کا وقت قریب آجانا۔ پائخانہ پیشاب کی حاجت ہونا کھانے کا اس حال میں کہ بھوک زیادہ لگی ہو سامنے آجانا۔ یہ سب عذر ہیں۔ ان سے جماعت کی حاضری کی تاکید جاتی رہتی ہے۔ یعنی اُن کے حق میں جماعت سنت مؤکدہ نہیں رہتی۔

---

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمائی ہے کہ صفیں سیدھی نہ ہوں تو دلوں میں کجی اور آپس میں اختلاف پیدا ہو جائے گا

[2] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صفیں سیدھی رکھو، مونڈھے ایک دوسرے کے برابر ہوں صف میں چھید نہ ہو کیونکہ اگر چھید رہتی ہے تو اس میں شیطان گھس جاتا ہے۔ نیز ارشاد ہوا جو شخص صف کو جوڑتا ہے وہ خدا سے رشتہ جوڑتا ہے جو صف کو توڑتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے رشتہ توڑتا ہے (نسائی شریف)

قرأت اور سرّی و جہری نمازیں

آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ افضلیت نماز کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نماز میں قرآن شریف کی کچھ آیتیں ضرور پڑھی جاتی ہیں۔ اس سے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ نماز میں "قرأتِ قرآن" فرض ہے۔ اب آپ قرأت کی حقیقت۔ اس کی صورتیں اور اُن سے متعلق چند ضروری مسئلے مطالعہ کیجئے اور یاد رکھئے

(۱) قرأت یا تلاوت کے لئے ضروری ہے کہ حرفوں کی ادائیگی زبان سے ہو گی۔ اگر زبان سے حرفوں کی ادائیگی نہیں ہو گی تو اس کو خیال کرنا اور دھیان جمانا تو کہا جا سکتا ہے مگر قرأت۔ تلاوت یا پڑھنا نہیں[۱] مانا جاتا۔

(۲) زبان سے حروف ادا کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ آہستہ آہستہ یعنی سِرًّا اور آواز سے یعنی جہرًا۔

آہستہ یا سِرًّا کا مطلب یہ ہے کہ حرف زبان یا ہونٹوں سے ادا ہوں اور کسی قدر بھنبھناہٹ دھیمی سی آواز اپنے کانوں تک پہنچ سکے۔

زور سے (جہرًا) کا مطلب یہ ہے کہ صرف بھنبھناہٹ نہ ہو بلکہ حروف

[۱] اگرچہ اردو اور عربی محاوروں میں دل دل میں پڑھنا بھی بولا جاتا ہے۔ مگر اس پر پڑھنے کے احکام مرتب نہیں ہوتے چنانچہ جنبی اگر دل میں کوئی آیت پڑھ لے تو اس کو حرام نہیں کہا جاتا

کی ادائیگی کے ساتھ کم سے کم اتنی آواز بھی نکلنے لگے کہ برابر میں بیٹھنے والا سن سکے۔

(۳) قرأت کے معنی سمجھ لینے کے بعد چند مسئلے بھی سمجھ لیجئے۔

(الف) پنج وقتہ نمازوں میں سے دن کی نمازیں یعنی ظہر اور عصر سری ہیں۔ ادا پڑھی جائیں یا قضاء۔ امام کے ساتھ پڑھی جائیں یا تنہا۔ ان میں قرأت آہستہ پڑھی جائے گی۔

ان کے علاوہ باقی نمازیں یعنی مغرب۔ عشاء۔ صبح۔ وتر۔ تراویح نیز جمعہ اور عیدین کی نمازیں جہری ہیں۔ یعنی اگر امام ہے تو قرأت زور سے (جہراً) پڑھنی ہوگی اور اگر تنہا نماز پڑھ رہا ہے تو لازم تو نہیں البتہ افضل اور بہتر ہے کہ زور سے (جہراً) پڑھے لیکن اگر آہستہ پڑھ لے تو یہ بھی جائز ہے۔

(ب) سنتوں اور نفلوں کا بھی یہی حکم ہے۔ یعنی اگر دن میں پڑھی جائیں تو آہستہ پڑھی جائیں۔ رات کو اگر تنہا پڑھے تو اختیار ہے زور سے پڑھے یا آہستہ۔ البتہ اگر امام ہو جیسے نماز تراویح کا امام تو اس کو جہراً پڑھنا ہوگا یعنی قرأت آواز سے کرنی ہوگی۔

(ج) قضا نمازوں کا بھی یہی حکم ہے۔ یعنی اگر وہ سری نماز ہے جس کی قضا کر رہا ہے تو قرأت آہستہ پڑھے گا اور اگر جہری نماز کی قضا کر رہا ہے تو منفرد کو اختیار ہے قرأت سراً کرے یا جہر سے۔ البتہ اگر امامت کر رہا ہے تو اس کو جہر کرنا ہوگا خواہ دن میں قضا کرے یا رات کو۔

(د) صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کا وقت دن مانا جاتا ہے مگر یہاں دن سے مراد وہ وقت ہے جو طلوع آفتاب کے بعد سے

غروب آفتاب تک ہوتا ہے۔

قرأتِ مسنون سفر میں قرأت کی کوئی خاص مقدار معین نہیں ہے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد جس قدر سہولت دیکھے قرأت کرلے البتہ حالت اقامت میں (یعنی جب مسافر نہ ہو) تو امام اور منفرد دونوں کے لئے سنت یہ ہے کہ فجر اور ظہر میں طوال مفصّل پڑھیں۔ عصر اور عشاء اوساط مفصّل اور مغرب میں قصار مفصّل۔

تشریح (۱) چھبیسویں پارہ کی سورہ حجرات سے سورۂ بروج تک کی سورتیں طوال مفصّل کہلاتی ہیں۔ سورۂ طارق سے سورۂ لم یکن تک کی سورتوں کو اوساط مفصّل کہتے ہیں اور سورۂ زلزلت سے سورہ ناس یعنی آخر قرآن تک کی سورتیں "قصار مفصل" کہلاتی ہیں۔

(۲) کسی نماز کے لئے کوئی سورت اس طرح مقرر نہیں ہے کہ اس کے سوا دوسری سورت جائز نہ ہو بلکہ شریعت نے آسانی کے لئے ہر جگہ سے قرآن مجید پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ پس اپنی طرف سے مقرر کرلینا شریعت کے خلاف ہے۔

(۳) البتہ اگر کسی نماز کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول یا عمل معلوم ہوجائے تو وہ مستحب اور افضل مانا جائے گا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنتوں میں پہلی رکعت میں قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اور دوسری رکعت میں قُلْ ھُوَ اللہ پڑھا کرتے تھے۔ وتروں کے متعلق روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی

دوسری میں قل یاایہا الکفرون اور تیسری میں قل ھو اللہ احد پڑھی ہے لہذا صبح کی سنتوں اور وتر کی نماز میں یہ سورتیں مستحب مانی جاتی ہیں۔

چند ضروری مسائلے

(۱) حرفوں کو صحیح مخارج سے ادا کرنا ضروری ہے مثلاً ہمزہ اور عین حا اور ہ۔ ذ۔ ز۔ ض اور ظ اسی طرح س ص ث میں جو فرق ہے اس کو ظاہر کیا جائے اگر مخارج صحیح نہیں ہیں تو محنت کر کے مخارج صحیح کر لے۔ اگر محنت نہیں کی تو گنہگاری قائم رہے۔ البتہ محنت کے بعد اگر مخارج صحیح نہیں ہوئے تو مجبوری مانی جائے گی اللہ تعالیٰ معاف کرے۔

(۲) جس طرح کلام مجید میں سورتیں آگے پیچھے لکھی ہیں نماز میں اسی ترتیب سے پڑھنا ضروری ہے جس طرح "عم" کے پارے میں لکھی ہوئی ہیں نماز میں اس طرح نہ پڑھی جائیں مثلاً تبت کے بعد قل ہو اللہ پڑھی جائے اگر اس کے برخلاف قل ہو اللہ کے بعد تبت پڑھی جیسے کہ پارۂ "عم" میں چھپی ہوئی ہے تو مکروہ ہوگی البتہ بھول چوک معاف ہے۔

(۳) جب کوئی سورت شروع کرے تو بلا ضرورت اس کو چھوڑ کر دوسری سورت شروع کرنا مکروہ ہے۔

(۴) جس کو کوئی سورت بالکل یاد نہ ہو مثلاً کوئی نیا مسلمان ہوا تو وہ سب جگہ سبحان اللہ سبحان اللہ یا اس جیسا کوئی کلمہ پڑھتا رہے اس طرح فرض ادا ہو جائے گا مگر سورتیں سیکھنے کی کوشش برابر کرتا رہے۔ اگر یہ کوشش نہیں کی تو سخت گنہگار ہوگا۔

ستره (آڑ)

جو شخص نماز پڑھ رہا ہے۔ اُس کا احترام آپ پر بھی لازم ہے۔
وہ اپنے رب کو یاد کر رہا ہے۔ اپنے مالک کی طرف متوجہ ہے۔ اللہ سے
لو لگائے ہوئے ہے۔ آپ ایسا کوئی کام نہ کریں جس سے اس کا دھیان
بٹے۔ شور و غل اور اتنی زور سے باتیں نہ کریں جس سے اس کی طبیعت
منتشر ہو اور نماز میں خلجان پیدا ہو اور ایسا تو ہرگز نہ کیجئے کہ آپ
اس کے آگے سے گذریں۔

نمازی اللہ میاں سے باتیں کر رہا ہے۔ باتیں کرنے والوں کے بیچ
میں سے ہو کر گذرنا کتنی بڑی بے ہودگی اور گستاخی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے بڑی سختی سے اس کی ممانعت فرمائی ہے۔ آپ نے فرمایا (صلی اللہ
علیہ وسلم) نمازی کے آگے سے گذرنے والا اگر جان لے کہ اس کا وبال
کتنا سخت ہے تو مدتوں کھڑا رہے اور آگے سے گذرنے کی ہمت نہ کرے۔
جب آپ نماز پڑھنے کھڑے ہوں تو خود آپ بھی اس کا خیال رکھیں
کہ آپ کی وجہ سے کسی کو پریشانی نہ ہو۔ آپ ایسی جگہ نہ کھڑے ہوں جہاں خوا

ـــــــ

سلہ یعنی ہر ایک مسلمان پر مگر غیر مسلموں کو احترام پر مجبور نہیں کیا جا سکتا (یاد رکھئے) دیکھا گیا ہے
کہ پلیٹ فارم پر لوگ نماز پڑھتے ہیں تو غیر مسلموں کو بھی پابند کرنا چاہتے ہیں۔ یہ قطعاً غلط ہے

آپ کی توجہ بٹے یا دوسروں کو آپ کی وجہ سے نماموش اور خواہ مخواہ آپ کا پابند بننا پڑے۔

آپ عام گذرگاہ پر نماز ہرگز نہ پڑھیں۔ دیوار یا ستون[۱] سے قریب ہوکر نماز پڑھیں۔ مسجد میں بھی ایسی جگہ نہ کھڑے ہوں جہاں لوگوں کا راستہ رکے ورنہ وبال آپ پر ہوگا۔ اگر آپ کسی کھلی جگہ نماز پڑھ رہے ہیں تو مستحب یہ ہے کہ آپ اپنے سامنے سترہ کھڑا کرلیں۔ اس سے آپ کی توجہ نہیں بٹے گی اور گذرنے والے بھی اس کے آگے سے گذر سکیں گے۔

"سترہ" کے معنی "آڑ" ہیں اور ہر ایسی چیز سترہ کا کام دے سکتی ہے جو کم سے کم دو بالشت اونچی[۲] اور ایک انگل موٹی ہو۔ یہ سترہ سجدہ کی جگہ کے قریب[۳] پیشانی کی بالکل سیدھ میں نہیں[۴] بلکہ دہنی یا بائیں آنکھ کے سامنے رہنا چاہیئے اگر نماز جماعت سے ہو رہی ہے تو صرف ایک سترہ جو امام کے آگے ہو، کافی ہے وہی سب کا سترہ مانا جائے گا۔ اگر کوئی بے خبری میں آپ کے سامنے سے گذر رہا ہے تو آپ اس کو اشارہ سے مثلاً سُبْحَان اللہ کہہ کر یا قرأت کی آواز کسی قدر بلند کر کے روک سکتے ہیں۔ عورت آواز نہ نکالے بلکہ دہنے ہاتھ کی

---

[۱] یہ ایک وجدانی اور نفسیاتی بات ہے کہ شریعت کی اس تعلیم کے بموجب نماز پڑھنے والے کا یہ تصور ہو جاتا ہے کہ اس کی نماز کا دائرہ اس حد میں محدود ہے اس سے آگے کا حصہ اس کے دائرہ التفات سے خارج ہے [۲] رد المختار [۳] یعنی پیروں سے تقریباً تین ہاتھ یا ڈیڑھ گز کے فاصلہ پر۔ [۴] تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ سترہ کو سجدہ کیا جا رہا ہے۔

انگلیاں بائیں ہاتھ کی پشت پر اس طرح مارے کہ اس کی آواز گذرنے والا سن سکے۔

سوالات

(۱) نماز کیسی جگہ نہیں پڑھنی چاہیئے
(۲) سترہ کب قائم کیا جاتا ہے
(۳) سترہ کے معنی بیان کرو
(۴) سترہ کی بلندی کتنی ضروری ہے
(۵) سترہ کہاں کھڑا کیا جائے
(۶) عورتیں گذرنے والے کو کس طرح روکیں۔
(۷) جماعت سے نماز ہو رہی ہے تو سترہ کہاں کھڑا کیا جائے۔
(۸) جہری اور سری نمازوں کے معنی بیان کرو۔
(۹) سری نمازیں کون کونسی ہیں
(۱۰) ظہر کی قضا اگر رات کو پڑھے تو جہر سے پڑھے گا یا سر سے
(۱۱) جہر اور سر کے بارہ میں امام اور منفرد میں کیا فرق ہے۔
(۱۲) پارہ عم میں سورتوں کی جو ترتیب ہے نماز میں اسی ترتیب سے پڑھی جائیں یا کس طرح
(۱۳) نو مسلم جس کو ابھی کوئی سورت یاد نہیں ہے وہ نماز کس طرح پڑھے۔
(۱۴) وہ سورتیں جو طوال مفصل کہلاتی ہیں کہاں سے شروع ہوئی ہیں اور کہاں تک ہیں۔
(۱۵) لفظ امام اور امامت کے معنی بیان کرو۔
(۱۶) جماعت میں عورتیں کہاں کھڑی ہونگی۔
(۱۷) مدرک۔ مسبوق اور لاحق کے معنی بتاؤ۔
(۱۸) امامت کے نااہل کون ہیں۔ غیر موزوں کون اور نااہل اضافی کون ہیں۔

نماز وتر

وتر کے معنی طاق ہیں۔ اور نماز وتر سے مراد وہ تین رکعتیں ہوتی ہیں جو عشاء کے فرض اور سنتوں کے بعد پڑھی جاتی ہیں۔

نماز وتر کا حکم نماز وتر واجب ہے اس کے پڑھنے کی تاکید فرض نمازوں کے برابر ہے اور چھوٹ جائے تو قضا پڑھنا واجب ہے اور بلا عذر قصداً چھوڑنا بڑا گناہ ہے۔

رکعتوں کی تعداد اور پڑھنے کی ترکیب نماز وتر کی تین رکعتیں ہیں۔ دو رکعتیں پڑھ کر قعدہ کیا جاتا ہے۔ قعدہ میں التحیات پڑھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر ایک رکعت پڑھ کر قعدہ کرتے ہیں اور التحیات کے بعد درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیرتے ہیں۔

وتر اور دوسری نمازوں میں فرق وتر کی نماز میں دوسری نمازوں سے یہ فرق ہے کہ اس کی تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورت سے فارغ ہو کر اللہ اکبر کہتا ہوا دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے پھر ہاتھ باندھ کر دعاء قنوت پڑھے۔ پھر رکوع میں جائے باقی نماز معمول کے مطابق پوری کرے۔

دعاء قنوت سے متعلق چند مسئلے (۱) دعاء قنوت آہستہ پڑھی جاتی ہے منفرد، مقتدی، امام ہر ایک کے لئے یہی حکم ہے (۲) اگر مقتدی ابھی دعاء قنوت ختم نہیں کر سکا تھا کہ امام نے رکوع کر دیا تو مقتدی دعا

قنوت چھوڑ دے اور امام کے ساتھ رکوع میں چلا جائے۔

(۳) اگر کسی کو دعاءِ قنوت یاد نہ ہو تو یہ دعا یا اس جیسی کوئی اور دعا پڑھ لے

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی
الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

ترجمہ

اے ہمارے پروردگار عطا کر ہم کو دنیا میں خوبی اور
آخرت میں خوبی اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے

(۴) اگر دعاءِ قنوت پڑھنے کا خیال نہیں رہا تو سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ اگر رکوع کے بعد قومہ میں دعاءِ قنوت پڑھ لی تب بھی سجدۂ سہو واجب ہے۔

سوالات

(۱) دعاءِ قنوت مع ترجمہ کے سناؤ۔

(۲) دعاءِ قنوت کب پڑھی جاتی ہے اور کس طرح؟

(۳) وتر کے معنی بتاؤ

(۴) نماز وتر کس طرح پڑھی جاتی ہے

(۵) مقتدی دعاءِ قنوت پڑھ رہا تھا کہ امام رکوع میں چلا گیا تو اب مقتدی کیا کرے

تنبیہ: دعاءِ قنوت پہلے حصہ میں پہلے سال پڑھائی جا چکی ہے اس کو سنا جائے

سُنّتِ مؤکّدہ، سُنّت غیر مؤکّدہ اور نفل نمازیں

فرض اور واجب کے علاوہ جو نمازیں پڑھی جاتی ہیں وہ نفل ہیں۔ یعنی زائد۔ مگر ان زائد نمازوں کی تین صورتیں ہیں اور ان تینوں صورتوں کے الگ الگ نام ہیں۔

(۱) سنت مؤکدہ۔ یعنی وہ نفلیں جن کی خاص اہمیت ہے اس لئے کہ مثلاً اس وقت کی کوئی خصوصیت[۱] ہے جس کی وجہ سے اس وقت نماز کا ثواب بہت ملتا ہے۔ اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی ان نفلوں کی پابندی فرمائی ہے اور مسلمانوں کو بھی پابندی کی ہدایت فرمائی ہے اور اس وجہ سے ان کو بلا عذر چھوڑنا گناہ ہے اور مسلسل چھوڑتے رہنا بڑا گناہ ہے۔

(۲) سنت غیر مؤکدہ۔ وہ نفلیں جن کے متعلق یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نفلیں پڑھی ہیں مگر پابندی نہیں فرمائی۔ اور پابندی کی ہدایت بھی نہیں فرمائی۔

(۳) مندوب و مستحب۔ یعنی سنت مؤکدہ، سنت غیر مؤکدہ اور

---

[۱] مثلاً صبح صادق سے ایسا وقت شروع ہوتا ہے کہ دن اور رات کے فرشتے اکٹھے ہوتے ہیں۔

فرض و واجب کے علاوہ جو نماز پڑھی جائے جیسے نماز استخارہ و نماز سفر، ایسی نمازوں کو مندوب یعنی مستحب کہا جائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت ہے۔

کتنی نمازیں سنت مؤکدہ ہیں

دن اور رات میں بارہ رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں جنکی تفصیل یہ ہے۔

نماز فجر کے فرضوں سے پہلے دو رکعت[1]

نماز ظہر کے فرضوں سے پہلے چار رکعت (ایک سلام سے) اور فرضوں کے بعد دو رکعت۔

نماز مغرب کے فرضوں کے بعد دو رکعت

نماز عشا کے فرضوں کے بعد دو رکعت۔ کل ۱۲ رکعت

جمعہ کے روز نماز جمعہ سے پہلے چار رکعت اور نماز جمعہ کے بعد چار رکعت (ایک سلام سے)

رمضان شریف میں تراویح کی بیس رکعت سنّت مؤکدہ ہیں۔

سنّت غیر مؤکدہ

نمازِ عصر سے پہلے چار رکعت۔ عشار کی سنت مؤکدہ کے بعد دو رکعت۔ مغرب کی سنت مؤکدہ کے بعد

---

[1] احادیث میں ان کی بہت تاکید آئی ہے یہاں تک کہ ان کو واجب بھی کہا گیا ہے لہٰذا ان کو نہ چھوڑا جائے اگر جماعت شروع ہوگئی ہے تب بھی صفوں سے الگ مسجد کے کسی کنارہ پر پہلے یہ سنتیں پڑھ لے پھر جماعت میں شامل ہو اگر جماعت فوت ہونے کا خطرہ ہو یا نماز کا وقت بالکل آخیر ہوگیا ہو تو اس وقت یہ سنتیں چھوڑ دے اور طلوع آفتاب کے بعد (زوال تک کے وقت) ان سنتوں کی قضا پڑھ لے

کم سے کم چھ اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعت، نماز جمعہ کے بعد کی چار سنتوں کے بعد دو رکعت۔

تحیۃ الوضو کی دو رکعتیں۔ تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں۔ نماز اشراق کی چار یا چھ یا آٹھ رکعتیں۔ ایسے ہی چاشت کی نفلیں، نماز وتر کے بعد دو رکعتیں۔ نماز تہجد کی رکعتیں چار سے لیکر ۱۲ تک صلوٰۃ التسبیح۔ نماز سفر، نماز استخارہ، نماز توبہ نماز حاجت۔ نماز کسوف و نماز خسوف وغیرہ۔ یہ تمام نمازیں سنت غیر مؤکدہ ہیں ان کے علاوہ اور بھی نمازیں پڑھی جا سکتی ہیں۔ وہ نفل کہلائیں گی۔ ان کی کوئی حد نہیں جتنی زیادہ نفلیں پڑھی جائیں گی اتنا ہی زیادہ ثواب ملے گا بعض خدا کے بندے ایسے بھی ہوتے تھے کہ رات بھر نفلیں پڑھا کرتے تھے البتہ دو باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ اول یہ کہ ایسے وقت نہ پڑھی جائیں جس وقت نماز پڑھنا منع ہے جس کی تفصیل آگے آئے گی۔ دوم یہ کہ اتنی پڑھی جائیں جتنی نبھ سکیں۔

تشریحات:-

(۱) تحیۃ الوضو۔ جیسے ہی وضو سے فارغ ہوں دو رکعت تحیۃ الوضو (آداب وضو) کی نیت سے پڑھ لیں بہت بڑا ثواب ہے۔

(۲) تحیۃ المسجد۔ اگر وضو کر کے مسجد میں گئے ہو تو جیسے ہی مسجد میں داخل ہو، اگر پہلے وضو نہیں کیا تھا تو جیسے ہی وضو کر کے مسجد میں جاؤ تحیۃ المسجد یعنی آداب مسجد کی نیت سے دو رکعت پڑھ لو۔

(۳) ان تمام نفلوں میں یہ لحاظ رکھنا ضروری ہوگا کہ وقت ممنوع یا

مکروہ نہ ہو۔

(۴) تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد کے لئے الگ الگ دو دو رکعتیں پڑھنی ضروری نہیں بلکہ ایک ہی دوگانہ سے دونوں نمازیں ادا ہو جائیں گی۔ دونوں کی نیت کر لینی چاہیئے۔

(۵) فرضوں سے پہلے جو سنتیں پڑھی جاتی ہیں وہ تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد بن جاتی ہیں۔ صرف ارادہ کر لینا کافی ہے۔

نماز اشراق نماز صبح کے بعد بہتر ہے کہ اسی جگہ تلاوت قرآن حکیم یا کسی اور تسبیح و وظیفہ میں مصروف رہیں۔ بات چیت یا دنیا کے کاموں میں مصروف نہ ہوں۔ جب سورج طلوع ہو کر کسی قدر اونچا ہو جائے تو اشراق کی نفلیں پڑھ لے۔ جو دو رکعت سے لیکر آٹھ رکعت تک ہوتی ہیں اور اگر نماز صبح کے بعد دنیا کے کسی دھندے میں لگ جائیں تب بھی سورج اونچا ہونے کے بعد اشراق کی نماز پڑھ سکتے ہیں لیکن ثواب کم ہو جائیگا۔

نماز چاشت جب سورج زیادہ اونچا ہو جائے اور دھوپ تیز ہو جائے تو چاشت کی نفلیں پڑھ لیں۔ عربی میں ان کو صلوٰۃ الضحیٰ کہتے ہیں۔ یہ دو رکعت سے لے کر بارہ رکعت تک ہوتی ہیں نصف النہار تک ان کا وقت رہتا ہے۔

نماز تہجد رات کو اٹھ کر نماز پڑھنے کا بڑا ہی ثواب ہے۔ اسی کو تہجد کہتے ہیں۔ یہ نماز اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت مقبول ہے اور سب سے زیادہ اس کا ثواب ملتا ہے۔ تہجد کی کم سے کم چار رکعتیں اور زیادہ سے

زیادہ بارہ رکعتیں ہیں۔ نہ ہو تو دو رکعتیں ہی سہی۔ اگر پچھلی رات کو ہمت نہ ہو تو عشاء کے بعد پڑھ لیں۔ مگر ایسا ثواب نہ ہوگا۔ صبح صادق تک تہجد کا وقت رہتا ہے۔

صلوٰۃ التسبیح[1] کی چار رکعتیں ہوتی ہیں۔ ان میں تین سو مرتبہ یہ تسبیح پڑھی جاتی ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ ترکیب یہ ہے۔

پہلی رکعت میں سبحانک اللّٰھم۔ الحمد اور سورت پڑھ چکنے کے بعد پندرہ مرتبہ یہ تسبیح پڑھے۔ پھر رکوع میں سبحان ربی العظیم کہنے کے بعد دس مرتبہ رکوع سے اٹھ کر سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کے بعد ۱۰ مرتبہ پھر سجدہ میں تسبیح سجدہ کے بعد دس مرتبہ۔ سجدہ سے اٹھ کر جلسہ میں ۱۰ مرتبہ۔ پھر دوسرے سجدہ میں تسبیح سجدہ کے بعد دس مرتبہ۔ پھر دوسری رکعت میں اٹھنے سے پہلے بیٹھے بیٹھے دس مرتبہ اس طرح کل پچھتر مرتبہ۔ پھر دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوں اور اسی طرح دوسری رکعت پڑھیں اور جب دوسری رکعت کے بعد التحیات کے لئے بیٹھیں تو پہلے دس مرتبہ یہ تسبیح پڑھ لیں تب التحیات پڑھیں۔ اسی طرح چاروں رکعتیں پڑھیں۔

---

[1] روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو یہ نماز خاص طور سے سکھائی تھی اور فرمایا تھا کہ اس کے پڑھنے سے تمہارے اگلے پچھلے نئے پرانے چھوٹے بڑے سب گناہ معاف ہو جائیں گے اور فرمایا تھا کہ اگر ہو سکے تو ہر روز یہ نماز پڑھ لیا کرو۔ روزانہ نہ ہو سکے تو ہفتہ میں ایک مرتبہ۔ یہ ممکن نہ ہو تو مہینے میں ایک بار اور ہر مہینے نہ ہو سکے تو سال بھر میں ورنہ کم از کم ساری عمر میں ایک مرتبہ تو ضرور پڑھ لو (ترمذی شریف)

دوسری ترکیب یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سبحانک اللھم پڑھنے کے بعد پندرہ مرتبہ یہ تسبیح پڑھیں پھر الحمد اور سورت پڑھ چکیں تو رکوع میں جانے سے پہلے دس مرتبہ پھر رکوع۔ قومہ۔ سجدہ۔ جلسہ۔ پھر دوسرے سجدہ میں دس دس مرتبہ۔ اس طرح پچھتر مرتبہ ہو جائیں گی۔ اب دوسرا سجدہ کرنے کے بعد کھڑا ہو جائے اور کھڑے ہو کر پہلے پندرہ مرتبہ یہ تسبیح پڑھے پھر الحمد اور سورت پڑھے اور الحمد اور سورت سے فارغ ہونے کے بعد دس مرتبہ پھر رکوع سجدہ وغیرہ میں دس دس مرتبہ اس طرح نہ دوسری رکعت میں پہلے بیٹھنا پڑے گا اور نہ التحیات سے پہلے یہ تسبیح پڑھنی ہو گی اسکے بغیر بھی ہر رکعت میں پچھتر مرتبہ ہو جائے گی۔ ان چاروں رکعتوں میں کوئی سورت مقرر نہیں ہے جو سورت چاہے پڑھ لے۔

نمازِ سفر جب آپ سفر کریں تو پہلے وقت اپنے گھر میں دو رکعت نفل[۱] پڑھ لیں جب سفر سے واپس ہوں تو پہلے مسجد میں تشریف لے جائیں اور دو رکعت پڑھ لیں۔ اس طرح ہر منزل پر جہاں قیام ہو پہلے

---

[۱] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ سفر میں جاتے وقت اہل خانہ کی ضرورت و ریاست کے لئے جس کو بھی آپ اپنا قائم مقام بنائیں اُن میں سب سے افضل قائم مقام یہ ہے کہ آپ اپنے مکان میں دو رکعت نفل پڑھ لیں (طبرانی رد المحتار) اصل محافظ اللہ تعالیٰ ہے۔ آپ دو رکعت نفل پڑھ کر اہل و عیال کو اسی محافظ حقیقی کے حوالہ کر دیجئے۔ اس سے بہتر قائم مقام کون ہو سکتا ہے۔ واللہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین [۲] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ سفر سے واپسی پر دن کے اول حصہ میں (اشراق یا چاشت کے وقت) مدینہ طیبہ میں داخل ہوتے تھے سب سے پہلے مسجد میں رونق افروز ہوتے۔ دو رکعت پڑھتے۔ تھوڑی دیر ملاقات کرنے والوں کے پاس تشریف رکھتے اس کے بعد دولت خانہ میں تشریف لے جاتے تھے۔ (مسلم شریف رد المحتار)

دو رکعت پڑھ لینا مستحب ہے[1]

نمازِ استخارہ

(استخارہ۔ خیر اور بھلائی طلب کرنا) مومن اپنے رب سے واسطہ رکھتا ہے وہ ہر معاملہ میں اپنے مالک کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اسی سے صلاح و مشورہ کرتا ہے اور ایسی بات کی درخواست کرتا ہے جو اب بھی اور آئندہ بھی اس کے لئے دین اور دنیا دونوں جہان میں کام آئے اور مفید ہو۔ اسی درخواست کو "استخارہ" کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخواست کے الفاظ بتا دیئے ہیں۔ آپ یہ الفاظ اور اُن کے معنی یاد کر لیجئے اور جب کسی شادی بیاہ۔ سفر۔ ملازمت وغیرہ کا معاملہ پیش آئے جس میں آپ کو مشورہ کی ضرورت ہو۔ آپ سب سے پہلے یہ دعا پڑھ کر اپنے رب اور مالک حقیقی سے مشورہ کیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو اللہ سے مشورہ لیتا ہے وہ محروم نہیں رہتا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے مشورہ نہ لینا بدبختی اور کم نصیبی کی بات ہے۔ آپ دل لگا کر معنی کا خیال کرتے ہوئے یہ دعا پڑھ لی یا اپنے الفاظ اور اپنی زبان میں اس دعا کا مفہوم ادا کر کے اپنے اللہ میاں سے درخواست کر لی تو استخارہ یہ بھی ہو گیا۔ ضرورت کے وقت یہ بھی کافی ہے۔ مگر مستحب یہ ہے کہ پہلے دو رکعت نفل[2] بہ نیت استخارہ پڑھیں پھر خوب دل لگا کر معنی کا لحاظ کرتے ہوئے دعاء استخارہ پڑھیں۔ سات مرتبہ آپ ایسا کریں آپ کے سامنے وہی صورت آئیگی جو حال اور مآل[3] کیلئے بہتر ہوگی یہ استخارہ

---

[1] شرح السیر الکبیر للسرخی بحوالہ ردالمحتار (صلوٰۃ الحاجۃ) [2] بہتر یہ ہے کہ پہلی رکعت میں قل یا ایہا الکفرون اور دوسری رکعت میں قل ہو اللہ پڑھیں (ردالمحتار) [3] انجام۔ مستقبل

سات مرتبہ سات دن میں کریں اتنی گنجائش نہ ہو تو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک ہی دن میں سات مرتبہ استخارہ کرلیں۔ یعنی سات مرتبہ دوگانہ نفل پڑھ کر دعائے استخارہ پڑھ لیں جب یہ دعا پڑھیں اول آخر تین دفعہ درود شریف ضرور پڑھ لیں [1]۔

علماء نے استخارہ کی یہ ترکیب بھی بتائی ہے کہ رات کو سونے سے پہلے دوگانہ نفل پڑھیں۔ پھر یہ دعائے استخارہ پڑھیں۔ اس کے بعد پاک صاف بچھونے پر قبلہ کی طرف منہ کرکے باوضو سو جائیں۔ جب سو کر اٹھیں اس وقت جو بات مضبوطی سے دل میں آئے وہی بہتر ہوگی۔ اسی کو کریں۔ اگر ایک دن میں کچھ نہ معلوم ہو اور دل کا خلجان اور تردد باقی رہے تو دوسرے دن پھر ایسے ہی کریں اسی طرح سات دن تک کریں انشاء اللہ ضرور اس کام کی اچھائی برائی معلوم ہوجائے گی۔ البتہ اگر حج کے لئے جانا ہو تو یہ استخارہ نہ کرے کہ میں جاؤں یا نہیں کیونکہ اگر حج فرض ہے تو جانا فرض ہے۔ جو کام اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے اس کے لئے استخارہ نہیں ہوتا۔ حج کو جانے کے وقت استخارہ اس کا کرے کہ فلاں دن جائے یا نہ جائے۔

---

[1] درود شریف کے ساتھ حمد بھی مستحب ہے۔ پس بہتر یہ ہے کہ دعائے استخارہ سے پہلے یہ پڑھ لیں۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی عبادہ المرسلین اور آخر میں اٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین [2] یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر خواب میں کوئی سفید یا سبز چیز نظر آئے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ کام بہتر ہے اور کوئی سیاہ یا سرخ چیز نظر آئے تو اس کا اشارہ یہ ہوگا کہ یہ کام بہتر نہیں ہے۔ (ردالمحتار)

دعاء استخارہ

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ

اے اللہ میں تجھ سے اچھا مشورہ چاہتا ہوں تیرے علم کے واسطے

وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ

اور قدرت حاصل کرنا چاہتا ہوں تیری قدرت کے طفیل میں

وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ

اور میں تجھ سے مانگتا ہوں تیرا فضل و کرم جو بہت عظمت والا ہے

فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَاَنْتَ

کیونکہ تو قادر ہے اور میں قادر نہیں ہوں اور تو

تَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ

جانتا ہے میں نہیں جانتا اور تو ہی غیب کی باتوں سے پوری طرح واقف ہے

اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّیْ

اے اللہ اگر تیرے علم میں یہ بات ہے کہ یہ کام بہتر ہے میرے لئے

فِیْ دِيْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ وَ

میرے دین میری معیشت میرے کام کے انجام میں اور

عَاجِلِهٖ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدُرْهُ لِیْ

فوری طور پر اور مستقبل میں تو اس کو مقدر کردے میرے لئے

وَيَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِيْهِ

اور اس کو آسان کر دے میرے لئے پھر برکت عطا فرما مجھ کو اس کام میں

وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ

اور اگر تیرے علم میں یہ ہے کہ یہ کام برا ہے

لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ

میرے لئے میرے دین میں میری معیشت میں، میرے کام کے انجام میں

وَعَاجِلِهٖ وَاٰجِلِهٖ فَاَصْرِفْهُ عَنِّیْ

فوری طور پر اور مستقبل میں تو اس کو ہٹا دے مجھ سے

وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ

اور مجھ کو ہٹا دے اس سے اور مقدر فرما میرے لئے خیر

حَیْثُ كَانَ ثُمَّ رَضِّنِیْ بِهٖ

جہاں بھی ہو پھر راضی کر دے مجھ کو اس پر۔

یاد رکھنے کی بات پہلے لوگ تاروں کی رفتار اور اُن تاثیر سے شگون لیا کرتے تھے۔ قسمت کی باتیں معلوم کرنے کے لئے کاہنوں اور نجومیوں کے پاس جایا کرتے تھے۔ اسلام نے ان تمام باتوں کو شرک کی باتیں قرار دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی کہ تاروں کی بجائے تاروں کے پیدا کرنے والے سے رشتہ جوڑو اسی سے ہر کام میں مشورہ لو۔ وہ تم سے بہت قریب ہے۔ تمہاری ہر بات سنتا ہے گردن کی رگ سے بھی زیادہ قریب ہے تمہاری قسمتوں کا مالک اور غیب کی تمام باتوں سے واقف ہے۔ وہ علام الغیوب ہے قادر مطلق ہے۔ ارحم الراحمین ہے۔ اس سے بہتر کون ہو سکتا ہے جس سے

مشورہ لیا جائے۔ لوگ کتابوں سے یا قرآن شریف سے فال نکالتے ہیں، یہ بھی اسلامی تعلیم کے خلاف ہے اس سے بھی بچنا ضروری ہے۔

نمازِ توبہ

عزیزو! پاک ذات اللہ کی۔ اور گناہوں سے معصوم اس کے نبی اور رسول (صلوات اللہ علیہم اجمعین) باقی تمام انسان خطاؤں کے پتلے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ مومن گناہ کو آنکھ کا تنکا محسوس کرتا ہے۔ غیرت ایمانی کے سفید دامن پر بدنما دھبہ سمجھتا ہے وہ اس کو جلد سے جلد صاف کر دینا چاہتا ہے جو مومن نہ ہو اس کو گناہ کا احساس بھی نہیں ہوتا اگر ہوتا ہے تو صرف اتنا جیسے ناک پر مکھی۔

پس کوشش یہ کرو کہ تمہارا دامن ہر ایک گناہ کے دھبہ سے پاک اور صاف رہے اور بتقاضا بشریت اگر کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً اپنے رب غفور، اپنے مالک، ارحم الراحمین کی طرف رجوع کرو۔ دوگانہ نفل ادا کرو جو گناہ سرزد ہو چکا ہے اس پر ندامت ظاہر کرو۔ آئندہ کے لئے عہد کرو کہ ساری عمر ایسا نہیں کرو گے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ توبہ قبول ہوگی[لہ] اور یہ گناہ معاف ہو جائے گا[ٹہ]

لہ حضرت امام سرخسی کی روایت ہے کہ اگر کوئی مسلمان اس مصیبت میں مبتلا ہو کر اسکو قتل کیا جا رہا ہو تو قتل سے پہلے دوگانہ نفل پڑھ لے۔ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہے تاکہ اس کا آخری عمل صلوٰۃ اور استغفار ہو (رد المحتار) اسی طرح جب مکان میں داخل ہو تو دو رکعت پڑھ لینا مستحب ہے (رد المحتار مطلب صلوٰۃ الحاجۃ) ٹہ قال اللہ تعالیٰ: انما التوبۃ علی اللہ للذین یعملون السوء بجھالۃ ثم یتوبون من قریب فاولئک یتوب اللہ علیہم (سورہ نساء)

نمازِ حاجت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم محتاج بندوں کو تعلیم دی ہے کہ جب کسی قسم کی ضرورت پیش آئے جس سے دل بے چین ہو تو وضو کے آداب و مستحبات کا لحاظ کرتے ہوئے اچھی طرح وضو کرو۔ پھر نمازِ حاجت کی نیت سے دو رکعت نفل پڑھو۔ پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتے ہوئے یہ دعا پڑھو[1]

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ ۝ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَآئِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ۝

---

[1] مثلاً یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا يَنْبَغِيْ لِجَلَالِ وَجْهِكَ وَعَظِيْمِ سُلْطَانِكَ رَبَّنَا لَا نُحْصِيْ ثَنَآءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَآ اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ كَمَا تُحِبُّهٗ وَتَرْضَاهُ تین مرتبہ۔ یہ بھی جائز ہے کہ نماز میں التحیات اور درود شریف کے بعد یہ دعا پڑھ لی جائے اور سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا پڑھے

نماز کسوف و خسوف

تم نے اپنی چھوٹی سی عمر میں کبھی چاند اور سورج کو گہنتے ہوئے دیکھا ہوگا۔ عربی میں سورج گہن کو کسوف اور چاند گہن کو خسوف کہتے ہیں۔

چاند اور سورج اس تمام کائنات میں جو ہماری نظروں کے سامنے ہے سب سے زیادہ عجیب وغریب۔ پُرہیبت اور عظیم الشان ہیں۔ ان کے گہنے سے ایک مضبوط نظام کا پتہ چلتا ہے جس میں ان کے عظیم الشان وجود اس طرح جکڑبند اور اس طرح فٹ ہیں جیسے گھنٹے میں چھوٹی بڑی سوئیاں یا ہنڈولے میں اونچے نیچے جھولنے۔

یہ نظام اور مشاہدات کی یہ استواری۔ یہ جکڑبندی اور یہ فٹنگ اس قادر مطلق کی بے پناہ اور لاانتہا قدرت کا سکہ ہمارے دلوں پر بٹھاتی ہے جس کے ایک امر کُن سے یہ سب کچھ وجود میں آگیا جس کی جنت کے پوشیدہ راز تک انسانی تحقیقات کی دوڑ دھوپ آج تک نہیں پہنچ سکی۔

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جب قدرت کی ایسی کوئی نشانی سامنے آئے تو قادر مطلق کو یاد کرو۔ اس کی طرف رجوع کرو اور دوگانہ نفل ادا کرو۔ ساتھ ہی ساتھ اپنی کوتاہیوں پر نظر کرو۔ گناہوں سے توبہ کرو اور ارحم الراحمین سے رحم وکرم کی درخواست کرو۔

پس چاند گہن اور سورج گہن کے وقت بھی یہی مسنون ہے کہ نفلیں پڑھی جائیں۔ اگر خدا نے حفظ قرآن کی دولت عطا فرمائی ہے تو لمبی لمبی

سورتیں پڑھی جائیں۔ رکوع اور سجدے بھی ایسے ہی طویل کئے جائیں[1] اور جب تک گہن ختم نہ ہو نفلوں کا ورنہ تسبیح، تہلیل اور توبہ و استغفار کا سلسلہ جاری رہے۔

اگر سورج گہن ہو تو مسنون یہ ہے کہ یہ نفلیں جماعت سے پڑھی جائیں یہ پکار دیا جائے کہ نماز ہو رہی ہے۔ پھر جامع مسجد کے امام صاحب امامت کریں اور جماعت کی صورت نہ بن سکے تو تنہا پڑھیں۔ چاند گہن کے وقت نفلیں تنہا پڑھنا ہی مسنون ہے[2]

---

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک مرتبہ سورج گہن ہوا۔ اسی روز آپ کے معصوم بچے کی وفات ہوئی تھی جس کا نام ابراہیم تھا۔ عام عقیدہ لوگوں کا یہ تھا کہ کسی بڑے کی وفات پر چاند یا سورج گہن ہوا کرتا ہے۔ اس وقت بھی لوگوں کو یہی خیال ہوا کہ لخت جگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی ہے اسلئے سورج گہن ہوا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عقیدہ کی تردید کی اور فرمایا کسی کے مرنے جینے پر گہن نہیں ہوتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بے پناہ یہ نشانیاں ہیں پس ہر انسان کا فرض ہے کہ اس کی گردن اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے جھکے اور اس وقت توبہ و استغفار کرے۔ پھر نماز کا اعلان کیا گیا۔ آپ نے نفلوں کی نیت باندھ لی صحابہ کرام آتے رہے اور شریک ہوتے رہے تمام مسجد بھر گئی۔ آپ نے بہت طویل قرات فرمائی۔ پھر اتنا ہی طویل رکوع کیا اور ایسے سجدے کئے لوگوں کو یہ وہم بھی ہو گیا کہ کئی رکوع اور سجدے کئے ہیں۔ گرمی کا زمانہ تھا قرات طویل اور سجود بہت کافی۔ کچھ بیہوش بھی ہو گئے [2] قرات طویل کرینگے مگر جہر نہیں کریں گے۔ بعد میں دعا مانگی جائیگی یہ بھی جائز ہے کہ امام کھڑے ہو کر سب کے ساتھ دعا مانگے مگر کھڑے ہو کر دعا مانگنے کے وقت امام کا رخ مقتدیوں کی طرف ہونا چاہئیے اور بیٹھ کر دعا مانگیں تو امام قبلہ رو بیٹھ کر دعا مانگیں۔ تیز آندھی کو خوفناک رنگ چھا جائے یا شدید آندھی یا زلزلہ وغیرہ کے وقت بھی یہی مسنون ہے کہ نفلیں پڑھیں یعنی نماز میں مشغول ہو کر اپنے رب سے التجا کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نمازی اپنے رب سے مناجات کرتا ہے۔

نماز تراویح رمضان شریف میں عشاء کے فرضوں کے بعد[1] بیس رکعتیں نفلیں جماعت سے پڑھی جاتی ہیں۔ ان کو تراویح کہتے ہیں

وجہ تسمیہ تراویح جمع ترویحہ کی ہے۔ یہ لفظ راحت سے بنا ہے چونکہ اس نماز میں ہر چار رکعت کے بعد کچھ آرام لیا جاتا ہے اسلئے ہر چار رکعت کو ترویحہ اور اس پوری نماز کو تراویح کہتے ہیں۔

حکم نماز تراویح مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے سنت مؤکدہ ہے اور جماعت سے پڑھنا سنت کفایہ ہے یعنی اگر محلہ کی مسجد میں نماز تراویح جماعت سے پڑھی جائے اور کوئی شخص گھر میں اکیلا پڑھ لے گا تو گنہگار نہ ہوگا لیکن اگر تمام محلہ والے جماعت سے نہ پڑھیں تو سب گنہگار ہوں گے۔

وقت نماز تراویح کا وقت عشاء کے بعد فجر تک ہے۔ نماز وتر سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی تراویح کا وقت ہے۔ یعنی اگر کسی شخص کی تراویح کی کچھ رکعتیں رہ گئی ہوں اور امام وتر پڑھنے لگے تو یہ شخص امام کے ساتھ وتر میں شریک ہو جائے اور وتر کے بعد اپنی تراویح کی چھوٹی ہوئی رکعتیں پوری کر لے تو جائز ہے

تعداد اور طریقہ تراویح کی بیس رکعتیں دس سلاموں کے ساتھ مسنون ہیں یعنی دو دو رکعتوں کی نیت کرے اور ہر ترویحہ (چار رکعتوں) کے بعد تھوڑی دیر آرام کر لینا مستحب ہے۔

---

[1] فرض عشاء کے بعد تہجد اور وتر کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر گیارہ رکعت پڑھا کرتے تھے۔ یعنی فقہاء احناف کی تعبیر کے بموجب ۸ رکعت تہجد اور تین رکعت وتر۔ کبھی دو رکعتوں کا اضافہ کرکے تیرہ رکعت بھی پڑھا کرتے تھے یعنی دس رکعت تہجد اور تین وتر[؟] جامع الصغیر[؟]

ترویحہ میں کیا کرے چار رکعتوں کے بعد تھوڑی دیر بیٹھنا ہے اس میں اختیار ہے کہ خاموش رہے یا آہستہ آہستہ قرآن مجید پڑھتا رہے یا تسبیح پڑھتا رہے اگر گنجائش ہو تو اکیلے نفل نماز پڑھ لے۔

مقدار قرأت پورے مہینے میں ایک قرآن شریف ختم کرنا سنت ہے اور دو مرتبہ ختم کرنا افضل ہے اور تین مرتبہ ختم کرنا اس سے زیادہ افضل ہے لیکن دو مرتبہ یا تین مرتبہ ختم کرنے کی فضیلت اس وقت ہے کہ مقتدیوں کو دشواری نہ ہو۔ ہاں ایک مرتبہ ختم کرنے میں لوگوں کی سستی کا لحاظ نہ کیا جائے۔

حکمت و مصلحت شریعت کے ہر ایک کام میں بہت سی مصلحتیں اور حکمتیں ہوتی ہیں، تراویح میں بہت مصلحتیں ہیں۔ مثلاً یہ کہ (الف) شب بیداری[1] کا ثواب ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) رمضان شریف میں چونکہ شب بیداری کی خاص ہدایت ہے اور یہ کہ ماہ رمضان میں شب بیداری زیادہ ہونی چاہیے۔ لہٰذا تہجد کی عام رکعتوں کو دوگنا کر دیا اور عشاء کے بعد فوراً ہی اس کا وقت رکھا گیا تاکہ عام و خاص ہر ایک بسہولت دونوں ہدایتوں پر عمل پیرا ہو سکے۔

[1] رمضان شریف میں شب بیداری (رات جگے) کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و فعل سے اس کی بہت زیادہ ترغیب فرمائی مگر عام مسلمان جو دن بھر کام کاج اور محنت مزدوری میں لگے رہتے ہیں۔ رات بھر نہیں جاگ سکتے۔ آخر شب میں اٹھ کر نفلیں پڑھنا بھی دشوار ہوتا ہے بس اس طرح نماز عشاء کے بعد تہجد کے اول وقت میں تراویح پڑھنے سے یہ فائدہ ہوگا کہ اپنی بساط کے بموجب شب بیداری ہو جائے گی اور سب مل کر پڑھیں گے تو مزید سہولت اور دلچسپی پیدا ہو گی اور عبادت میں تعاون باہمی کا اجر عظیم بھی نصیب ہو گا۔ اس کے بعد جو مزید فضیلت حاصل کرنا چاہے گا۔ اس کو اختیار ہو گا کہ اپنے خلوت کدہ میں جتنی چاہے نفلیں پڑھتا رہے۔

(ب) کلام اللہ شریف کا رواج ہو۔
(ج) حفظ پختہ رہے اور حافظوں کی کثرت ہو۔
(د) قرآن حکیم محفوظ رہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا کہ قرآن ہم نے ہی نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں [1]

---

[1] یہ اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے اور اس کا وعدہ ہے بے شک اللہ تعالیٰ اس کا محتاج نہیں ہے کہ ہم کمزور محتاج بندوں کے حفظ کے ذریعہ ہی قرآن شریف کو محفوظ رکھے وہ قادر مطلق بے نیاز ہے حفاظت قرآن مجید کی بہت سی صورتیں پیدا کر سکتا ہے۔ البتہ حفاظ کے لئے یہ بشارت ضرور ہے کہ وہ اپنے سینوں میں قرآن پاک کو محفوظ کرکے اللہ تعالیٰ کے اس اعلان کی تکمیل کر رہے ہیں اور وعدہ الٰہی کو پورا کرنے کے لئے رضا کارانہ جدوجہد کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے یہ سعادت عظمیٰ ہے کہ اس پر جتنا بھی رشک کیا جائے کم ہے مثلاً حکومت وعدہ کرتی ہے کہ ہر باشندۂ ملک کو خوراک و پوشاک سے مستغنی کردے گی۔ حکومت یہ کر سکتی ہے کہ وہ دوسرے ملکوں سے غلہ اور کپڑا فراہم کرکے اپنے وعدہ کو پورا کرے۔ وہ ایفائے وعدہ کے لئے باشندگان ملک کی محتاج نہیں ہے لیکن اگر باشندگان ملک حکومت کے اس وعدہ کا احترام کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ غلہ اور کپڑا پیدا کرتے ہیں تو لامحالہ یہ خدمت حکومت کی نظر میں قابل قدر ہوگی۔ ان لوگوں کو حکومت کا وفادار اور قوم کا خیر خواہ اور محب وطن سمجھا جائے گا اور موقع ہوا تو اس پر ان کو انعام بھی دیا جائے گا۔
پس قرآن شریف سے تعلق رکھنے والے وہ حافظ ہوں یا ناظرہ خواں مفسر اور شارح ہوں (بافادی اور مجوّد) یہ سب اپنی اپنی خدمات سے اللہ تعالیٰ سے عشق و محبت اور منشاء الٰہی کے بارہ میں اپنی وفاداری کا ثبوت دے رہے ہیں جو سب سے بڑی سعادت ہے فطوبیٰ لہم۔ اللہ تعالیٰ نے اس سعادت کا ثواب بھی بہت زیادہ مقرر فرمایا۔ چنانچہ کلام اللہ کے ایک حرف کی تلاوت پر دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ اس حرف کے معنی معلوم ہوں یا نہ معلوم ہوں کیونکہ اس تلاوت کے ذریعہ وہ حفاظت حرف قرآن کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

تنبیہ و تشریح (۱) کھڑے ہونے کی طاقت ہوتے ہوئے بیٹھ کر تراویح پڑھنا مکروہ ہے۔

(۲) یہ بھی مکروہ ہے کہ رکعت میں شروع سے شریک نہ ہوں اور جب امام رکوع میں جانے لگے تو شرکت کر لیں۔

(۳) کسی شخص نے فرض تنہا پڑھے۔ اس کو جماعت نہیں مل سکی وہ بھی تراویح میں شریک ہو سکتا ہے۔

سوالات

(۱) استخارہ کے معنی بتاؤ اور یہ بتاؤ کہ نماز استخارہ سے کیا مقصود ہوتا ہے۔

(۲) سنت مؤکدہ دن رات میں کتنی ہیں۔

(۳) مندوب و مستحب کا بتاؤ (۴) تحیۃ الوضو کب پڑھی جاتی ہے۔

(۵) کیا تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد کے لئے الگ الگ نمازیں پڑھنی ضروری ہیں

(۶) کسی شخص نے ظہر کے وقت مسجد میں پہنچتے ہی ظہر کی سنتوں کی نیت باندھ لی تو کیا اس کی تحیۃ الوضو ہو گئی

(۷) اگر مسجد میں پہنچکر پہلے بیٹھ گیا۔ کھڑے ہو کر اس نے ظہر کی سنتیں پڑھنی شروع کیں تو کیا اس صورت میں بھی تحیۃ المسجد ادا ہو گئی یا نہیں۔

(۸) صلوٰۃ التسبیح کس طرح پڑھی جاتی ہے۔

(۹) کسوف اور خسوف کے معنی بتاؤ۔

(۱۰) تراویح کو تراویح کیوں کہتے ہیں

(۱۱) نماز تراویح کا وقت کیا ہے اور اس کے فائدے کیا ہیں۔

ادا اور قضا نماز اور طریقہ ادا

ادا: کسی عبادت کا جو وقت مقرر ہے اس کو اسی وقت میں انجام دے لینا ادا ہے۔

قضا: کسی عبادت کا جو وقت مقرر ہے اس کے گذر جانے کے بعد اس عبادت کو انجام دینا قضا کہلاتا ہے۔

مثال: نماز ظہر کا ایک وقت مقرر ہے۔ پس نماز ظہر اگر اسی وقت میں پڑھی جائے گی تو ادا ہوگی اور اگر ظہر کا وقت نکل جانے کے بعد پڑھی تو قضا سمجھی جائے گی۔

حکم: (۱) فرض نمازوں کی قضا فرض اور واجب کی قضا واجب ہے سنتوں کی قضا نہیں ہوتی البتہ بعض سنتوں کی قضا سنت ہے

(۲) جب تک کوئی مجبوری نہ ہو کسی بھی فرض یا واجب کو اپنے وقت پر ادا نہ کرنا سخت گناہ[۱] ہے اسی طرح بلا عذر سنت مؤکدہ کو اپنے وقت پر ادا نہ کرنا گناہ ہے

نیت: (۱) قضا نماز کی نیت اس طرح کرنی چاہیئے کہ میں فلان دن کے فجر یا مثلاً ظہر کی نماز قضا پڑھتا ہوں۔ صرف یہ نیت کر لینا کہ ظہر یا فجر کی قضا پڑھتا ہوں۔ کافی نہیں ہے۔

---

[۱] البتہ اگر اپنی طرف سے کوتاہی نہیں ہوئی بلکہ کوئی مجبوری پیش آگئی جس سے نماز قضا ہوگئی امید ہے کہ اس صورت میں گناہ نہیں ہوگا۔

(۳) اگر قضا نمازیں بہت سی ہوں اور دن یاد نہ ہوں مثلاً دو تین ہفتے کی نمازیں بالکل نہیں پڑھیں یا کچھ پڑھیں کچھ نہیں پڑھیں تو جس وقت کی نماز قضا کرے یہ نیت کرے کہ اس وقت کی جتنی نمازیں میرے ذمہ باقی ہیں اُن میں سے اسوقت کی سب سے پہلی نماز پڑھتا ہوں یا یہ نیت کرلے کہ اس وقت کی سب سے آخر کی نماز پڑھتا ہوں۔ مثلاً فجر کی قضا کرے تو اس طرح نیت کرے کہ میرے ذمہ جس قدر فجر کی نمازیں باقی ہیں اُن میں سے پہلی فجر کی نماز پڑھتا ہوں یا یہ نیت کرلے کہ میرے ذمہ جتنی فجر کی نمازیں باقی ہیں اُن میں سے آخری فجر کی نماز پڑھتا ہوں

(۴) قضا نمازوں کی صحیح تعداد یاد نہیں۔ مثلاً یہ یاد نہیں[1] ہے کہ ظہر کی نمازیں پانچ قضا ہوئیں یا چھ۔ تو جو تعداد زیادہ[2] ہے۔ اتنی نمازیں پڑھ لے۔

وقت

(۱) اگر سو رہا تھا تو جب آنکھ کھلے۔ اگر بھول گیا تھا تو جب یاد آئے اگر کوئی اور عذر تھا تو جب وہ ختم ہوا فوراً قضا شدہ نماز پڑھ لے دیر کرنا گناہ[3] ہے۔ ہاں اگر وقت مکروہ ہے تو اتنا انتظار کرلے کہ کراہت کا وقت ختم ہو جائے۔ پھر فوراً پڑھ لے

(۲) اگر بہت سی نمازیں قضا ہو گئیں تو جہاں تک ہو سکے جلد سے جلد سب کی قضا پڑھ لے۔ ہو سکے تو ایک ہی وقت میں سب کی قضا پڑھ لے۔ یہ ضروری نہیں

---

[1] یا مثلاً یاد نہیں کہ پندرہ روز کی نمازیں قضا ہوئیں یا بیس روز کی تو احتیاط یہ ہے کہ بیس روز کی نمازیں قضا کرے [2] یعنی چھ نمازیں ظہر کی پڑھ لے [3] اگر ٹال مٹول میں موت آگئی تو دوگنا گنہگار ہوں گے۔ ایک نماز قضا ہونے کا دوسرے قضا کو فوراً ادا نہ کرنے کا۔ معاذاللہ

کہ ظہر کی قضا ظہر کے وقت اور عصر کی قضا عصر کے وقت ہی ہو۔ اگر مہینوں یا برسوں کی نمازیں باقی ہوں تو اُن کی ادائیگی میں بھی جلدی کرنی چاہیئے۔ ایک وقت میں کئی کئی وقت کی نمازیں پڑھ لے اور کم سے کم درجہ یہ ہے کہ ہر وقت میں ادا کے ساتھ ایک قضا نماز پڑھتا رہے۔

سنتوں کی قضا

(۱) فجر کی سنتیں اگر مع فرض کے قضا ہو جائیں تو زوال سے پہلے فرضوں کے ساتھ ان کو بھی پڑھ لینا چاہیئے اور زوال کے بعد پڑھے تو صرف فرضوں کی قضا کرے اور اگر صرف سنتیں چھوٹ گئی تھیں تو سنتوں کی قضا نہیں ہے۔ البتہ اگر آفتاب نکلنے کے بعد[1] پڑھ لے تو سنتیں نہ ہوں گی ہاں نفلوں کا ثواب مل جائے گا۔ (انشاء اللہ)

(۲) جو سنتیں ظہر یا نماز جمعہ سے پہلے پڑھی جاتی ہیں، اگر پہلے نہیں پڑھ سکا تو بعد میں پڑھ لے۔ البتہ بہتر یہ[2] ہے کہ جو سنتیں ظہر یا نماز جمعہ کے بعد پڑھی جاتی ہیں پہلے وہ پڑھ لے[3] ان کے بعد پہلی سنتیں جو رہ گئیں تھیں وہ پڑھ لے۔

قضا نماز کہاں پڑھنی چاہیئے

اگر اکیلے آدمی کی نماز قضا ہو تو گھر میں پڑھنا بہتر ہے اگر مسجد میں پڑھ لے تب بھی مضائقہ نہیں ہے لیکن یہ ذکر نہ کرنا چاہیئے کہ میں نے قضا نماز پڑھی ہے کیونکہ اپنی قضا نمازوں کا دوسروں سے ذکر کرنا مکروہ[4] ہے۔

---

[1] اگر فرضوں کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے پڑھے تو مکروہ ہوں گی کیونکہ اس وقت نفل یا سنت پڑھنا مکروہ ہوتا ہے [2] یہ بھی جائز ہے کہ چھوٹی ہوئی سنتیں پہلے پڑھ لے [3] تاکہ یہ سنتیں اپنے وقت پر ادا ہو جائیں [4] کیونکہ قضا کرنا گناہ ہے اور گناہ سے انسان کو شرمندہ ہونا چاہیئے نہ یہ کہ ذکر کرے اور بے شرمی کا ثبوت دے۔

صاحبِ ترتیب

(۱) صاحبِ ترتیب وہ ہے جس کی عمر بھر[1] میں کوئی نماز قضا نہ ہوئی ہو یا اگر قضا ہوئی ہوں تو زیادہ سے زیادہ پانچ نمازیں قضا ہوئی ہوں۔

(۲) اگر کسی کی بہت سی نمازیں قضا ہوگئی تھیں۔ اس نے سب ادا کرلیں صرف پانچ باقی رہ گئیں وہ بھی صاحبِ ترتیب ہوگیا۔

صاحبِ ترتیب کا حکم

(۱) جس طرح ادا نمازوں میں ترتیب ہوتی ہے صاحبِ ترتیب کیلئے قضا نمازوں میں بھی ترتیب باقی رکھنی ضروری ہے یعنی جو نماز پہلے چھوٹی ہے اس کی قضا پہلے پڑھے اس کے بعد اس کے بعد کی نماز ادا کرے۔

(۲) صاحب ترتیب کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ پہلے قضا نمازیں پڑھے پھر وقتی ورنہ وقتی نماز درست نہ ہوگی دوبارہ پڑھنی پڑھے گی۔

(۳) ہاں اگر قضا نماز یاد نہیں رہی یا یاد تھی مگر وقت اتنا تنگ ہوگیا تھا کہ دونوں نمازیں نہیں پڑھ سکتا تھا اگر قضا نماز پڑھتا تو ادا نماز قضا ہوجاتی، تو بیشک اس صورت میں اس کی ادا نماز درست ہوجائے گی۔
پہلے ادا پڑھ لے۔ پھر قضا کو ادا کرے

(۴) اگر کسی کی چھ نمازیں یا زیادہ قضا ہوں تو وہ صاحبِ ترتیب نہیں ہے اُسے قضا نماز پڑھے بغیر بھی ادا نماز پڑھنی درست ہے اور قضا نمازوں

---

[1] یعنی جب سے اس پر نماز فرض ہوئی ہے اس کے بعد سے اس وقت تک۔

میں سلسلہ قائم رکھنا ضروری نہیں ہے[1]

(۵) نماز وتر اگر واجب ہے مگر ترتیب کے بارے میں فرض کا حکم رکھتی ہے۔[2]

صاحب توبہ | اگر کسی بے نمازی نے توبہ کی تو جتنی نمازیں توبہ سے پہلے قضا ہوئی تھیں سب کی ادا واجب ہے کیونکہ توبہ سے وقت پر نہ پڑھنے کا گناہ معاف ہوتا ہے۔ اصل نماز نہیں معاف ہوتی۔

فدیہ | (۱) اگر کسی کے ذمہ کچھ نمازیں باقی ہوں اُسی حالت میں موت آجائے

۱۔ صاحب ترتیب کی کوئی ایک نماز مثلاً فجر کی نماز فوت ہوگئی۔ ابھی اس نے اس کی قضا نہیں کی تھی کہ ظہر کا وقت آیا اور باوجودیکہ اُسے یاد ہے کہ نماز فجر نہیں پڑھی۔ اُس نے ظہر کی نماز پڑھلی۔ تو ظاہر ہے اسکی یہ نماز نہیں ہوئی اس کا دوبارہ پڑھنا فرض ہوگیا۔ اب اگر پانچ نمازیں اسی طرح پڑھ لیں تو یہ پانچوں نہیں ہوئیں۔ البتہ پانچ کے بعد جب چھٹی نماز پڑھے گا تو وہ ہوجائے گی کیونکہ اس کی پانچ نمازیں قضا ہوچکی ہیں۔ لہٰذا صاحب ترتیب نہیں رہا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ پانچ نمازیں جو ناجائز کہی گئی تھیں اور اُن کے اعادہ کا حکم دیا گیا تھا وہ جائز ہوجائیں گی کیونکہ جب صاحب ترتیب نہیں رہا تو وہ نمازیں جو ناجائز قرار دی گئی تھیں جائز سمجھی جائیں گی اور اب صرف وہی پہلی نماز یعنی فجر کی نماز جو قضا ہوگئی تھی ادا کرنی پڑے گی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ آخر میں یہ مسئلہ بھی یاد رکھئے کہ جسکو یہ مسئلہ معلوم نہیں کہ ترتیب فرض ہے اور اس نے قضا نماز کے یاد ہوتے ہوئے ادا پڑھ لی تو اس کی نماز صحیح ہوجائے گی کیونکہ جزئی مسائل میں ناواقفیت عذر مانی جاتی ہے۔ لہٰذا یہ فرض کیا جائے گا کہ گویا اس کو قضا نماز یاد نہیں رہی۔ ھکذا فی الدر المختار عن المجتبٰی

۲۔ اگر عشاء کے بعد وتر نہیں پڑھ سکا تھا تو صبح کو پہلے وتروں کی قضا کرلے اُس کے بعد صبح کی نماز پڑھے ورنہ صبح کی نماز درست نہ ہوگی الا یہ کہ وقت تنگ ہو تو صبح کے فرض درست ہوجائیں گے۔ پہلے فرض پڑھ لے پھر آفتاب نکلنے کے بعد وتروں کی قضا کرے۔

تو مرتے وقت نمازوں کا فدیہ دینے کی وصیت کرنا واجب ہے۔

(۲) ایک قضا نماز کا فدیہ وہی ہے جو ایک روزہ کا یعنی پونے دو سیر[1] گیہوں یا اُن کی قیمت۔

سوالات

(۱) ادا اور قضا کی تعریف کرو اور مثال دے کر سمجھاؤ۔

(۲) اگر یاد ہو کہ کس دن کون سی نماز قضا ہوئی ہے تو اس کی نیت کس طرح کرے گا۔

(۳) بہت سی نمازیں قضا ہو گئی ہیں مگر دن یاد نہیں ہے تو نیت کس طرح کرے گا۔

(۴) صحیح یاد نہیں کہ چھ دن کی نمازیں قضا ہوئیں یا سات دن کی تو کتنے دن کی نمازیں پڑھیگا

(۵) اگر بھولے سے نماز رہ گئی تو گنہگار کب ہوگا۔

(۶) اگر صبح کی سنتیں رہ گئیں تو ان کو کب پڑھے۔

(۷) اگر کوئی شخص آفتاب نکلنے کے بعد صبح کی سنتیں پڑھتا ہے تو کیا اب بھی اس کو سنت مؤکدہ کا ثواب ملے گا یا صرف نفلوں کا ثواب ملے گا

(۸) صاحب ترتیب کس کو کہتے ہیں۔

(۹) زید کی پوری عمر میں تین نمازیں قضا ہوئیں اور آج ایک اور نماز قضا ہوئی تو آج کی قضا نماز زیادہ ہوتے ہوئے وہ ادا پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔ کیا حکم ہے؟

(۱۰) مرنے والے کے ذمہ اگر کچھ نمازیں قضا رہیں تو اس پر کیا واجب ہے۔

---

[1] یعنی نصف صاع۔ صاع عربی میں پیمانہ ہے جس میں ۲۷۰ تولہ گیہوں آجاتے ہیں نصف صاع ۱۳۵ تولہ یعنی ایک سیر گیارہ چھٹانک۔ احتیاطاً پونے دو سیر۔ واللہ اعلم۔

سجدۂ سہو

معنے سہو۔ یعنی بھول جانا۔ سجدۂ سہو۔ وہ سجدہ جو بھول جانے کے سبب سے واجب ہو۔

تعریف نماز میں کسی ایک واجب یا چند واجبوں کے بھول جانے سے یا کسی واجب کے مکرر ہو جانے سے جو خرابی پیدا ہوتی ہے اس کی تلافی کے لئے جو سجدے کئے جاتے ہیں انہیں "سجدہ سہو" کہا جاتا ہے۔

حکم یہ سجدہ[۱] واجب ہوتا ہے اگر نہ کیا جائے تو پوری نماز کا لوٹانا واجب ہو جاتا ہے اور جس طرح فرض نمازوں میں کسی واجب کی کمی زیادتی سے واجب ہوتا ہے ایسے ہی نفل نمازوں میں بھی واجب ہوتا ہے اگر نہ کیا جائے تو اس نفل کا لوٹانا واجب[۲] ہو جاتا ہے

---

[۱] یعنی سجدہ سہو جو اس کمی کی تلافی کے لئے کیا جاتا ہے جو نماز میں ایک یا چند واجبوں کے چھوٹ جانے سے یا مکرر ہو جانے سے پیدا ہو جاتی ہے۔

[۲] یہ عجیب بات ہے اس کو یاد رکھئے کہ یوں تو نفلیں پڑھنا اختیاری امر ہے پڑھیں یا نہ پڑھیں پڑھیں تو ثواب، نہ پڑھیں تو کوئی گناہ نہیں لیکن نیت باندھ لینے کے بعد ان کا پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے اور اگر غلطی ہو جائے تو ان کا لوٹانا واجب ہو جاتا ہے کیونکہ نیت باندھ لینے کے بعد ایک ذمہ داری آپ نے لے لی ہے۔ ذمہ داری کا پورا کرنا واجب ہے۔

طریقہ قعدہ اخیرہ میں التحیات پڑھ لینے[1] کے بعد ایک طرف سلام پھیر کر[2] تکبیر کہتے ہوئے سجدہ کرو۔ سجدہ میں تین بار تسبیح پڑھو۔ پھر تکبیر کہتے ہوئے سر اٹھاؤ۔ جب سیدھے بیٹھ چکو تو تکبیر کہتے ہوئے دوبارہ سجدہ کرو۔ تین مرتبہ تسبیح پڑھو۔ پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سر اٹھاؤ۔ اور قعدہ میں بیٹھ کر دوبارہ التحیات درود شریف اور دعا پڑھو۔ اس کے بعد دونوں طرف سلام پھیر دو۔

کب واجب ہوتا ہے بھولے سے (۱) کوئی واجب چھوٹ[3] جائے (۲) یا موخر ہو جائے (۳) کسی فرض میں تاخیر[4] ہو جائے (۴) کوئی فرض مقدم ہو جائے (۵) یا کوئی فرض مکرر[5] ہو جائے۔

---

[1] یعنی صرف التحیات پڑھ لینی کافی ہے اور بہتر یہ ہے کہ التحیات کے بعد درود اور دعا بھی پڑھ لے اس کے بعد سلام پھیر کر سجدہ کرے [2] اگر ایک طرف بھی سلام نہ پھیرا اور سجدہ سہو کر لیا تو اس صورت میں نماز تو ہو جائیگی مگر کراہت رہے گی (واللہ اعلم بالصواب) [3] مثلاً قعدۂ اولیٰ چھوٹ جائے یا اس میں التحیات پڑھنی بھول جائے یا مثلاً الحمد پڑھنی بھول جائے فقط سورۃ پڑھ لے یا سورۃ پڑھنی بھول جائے فقط الحمد پڑھ لے یا وتر میں دعائے قنوت بھول جائے [4] مثلاً قعدۂ اولیٰ میں التحیات کے بعد درود شریف بقدر اللّٰھم صل علیٰ محمد پڑھ لیا یا اتنی دیر خاموش بیٹھا رہا تو سجدہ سہو واجب ہو گیا۔ کیونکہ تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہونے میں جو کہ فرض تھا تاخیر ہو گئی یا مثلاً الحمد پڑھ کر سوچنے لگا کہ کونسی سورۃ پڑھوں اور اس سوچ و بچار میں اتنی دیر لگ گئی جتنی دیر میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہا جا سکتا ہے تب بھی سجدۂ سہو واجب ہے یا مثلاً بالکل آخر رکعت میں التحیات اور درود شریف پڑھ چکنے کے بعد شبہ ہوا کہ تین رکعت پڑھی ہیں یا چار اور اسی سوچ میں اتنی دیر خاموش بیٹھا رہا جتنی دیر میں تین دفعہ سبحان اللہ کہہ سکتا ہے۔ پھر یاد آ گیا کہ چار رکعت پڑھی ہیں تو اس صورت میں بھی سجدہ سہو کرنا ہوگا غرضکہ جب بھولنے سے کسی واجب یا فرض کے ادا کرنے میں یا کسی اور بات کے سوچنے میں اتنی دیر لگ جائے جتنی دیر میں نماز کا ایک رکن ادا ہو سکتا ہے یعنی جتنی دیر میں تین دفعہ سبحان اللہ کہا جا سکتا ہے تو سجدۂ سہو واجب ہو جائیگا [5] مثلاً رکوع دو کر لے یا تین سجدے کر لے۔

(۶) یا کسی واجب کی کیفیت[1] بدل جائے تو ان صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے۔

مسائل

(۱) یہ باتیں جن کو بھول کر کر لینے سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے اگر ان کو قصداً کرے، تو اب سجدۂ سہو کافی نہیں ہوتا بلکہ پوری نماز لوٹانی ضروری ہو جاتی ہے۔

(۲) اگر ایک نماز میں ایسی باتیں جن پر سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے کئی ہو جائیں تب بھی صرف ایک مرتبہ سہو کے دو سجدے کر لینے کافی ہوتے ہیں[2]۔

(۳) سورتوں میں ترتیب واجب ہے لیکن اگر ترتیب چھوٹ جائے یعنی بعد کی صورت پہلی رکعت میں اور پہلی سورت دوسری رکعت میں پڑھ لے تو سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا[3]۔

(۴) قعدہ اولیٰ میں بھول کر اٹھنے لگے تو جب تک بیٹھنے کے قریب ہو[4] بیٹھ جائے، التحیات پڑھ کر باقی نماز پوری کرلے اس صورت میں سجدۂ سہو واجب نہیں۔ البتہ اگر کھڑے ہونے کے قریب[5] ہو جائے تو قعدہ کو چھوڑ دے اور کھڑا ہو جائے باقی رکعتیں پڑھ لے اور آخر میں سجدۂ سہو کرلے نماز ہو جائے گی۔

(۵) اگر چار رکعت پڑھنے کے بعد بیٹھنا بھول گیا اور کھڑا ہونے لگا تو اگر

---

[1] مثلاً جہری نماز میں امام قرات سراً کرلے یا سری نماز میں جہر کرے یا جلدی سے تعدیل ارکان نہ کرے [2] مثلاً پہلے سورت پڑھ لے پھر الحمد پڑھے یا مثلاً قعدہ میں التحیات کے بجائے کچھ اور پڑھنے لگے ۲ سجدے کرنے سے پہلے کوئی ایسی بات ہو گئی جس سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے تو وہ پہلا سجدہ کافی ہے اب پھر سجدہ کرنا نہیں ہوگا [3] کیونکہ قرات کی غلطی سے سجدۂ سہو نہیں واجب ہوا کرتا [4] یعنی نیچے کا آدھا دھڑ سیدھا نہ ہوا ہو [5] یعنی نیچے کا آدھا دھڑ سیدھا ہو گیا ہو۔

بیٹھنے کے قریب تھا اس وقت اپنی غلطی کا احساس ہوا تو فوراً بیٹھ جائے
التحیات وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے۔ اس صورت میں سجدہ سہو واجب
نہیں ہے اور اگر کھڑا ہونے کے قریب تھا تب یاد آیا یا اس کے بعد جب
پانچویں رکعت پڑھ رہا تھا یا پانچویں رکعت کا رکوع کر رہا تھا تب یاد
آیا تو اب بھی بیٹھ جائے۔ التحیات پڑھ کر سجدۂ سہو کرے۔ البتہ اگر رکوع
کے بعد بھی یاد نہ آیا اور پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو فرض نماز پھر سے
پڑھے۔ یہ نماز نفل ہوگئی۔ ایک رکعت اور ملا کر پوری چھ رکعت کرلے۔ یہ چھ
کی چھ نفل ہوں گی۔ اس صورت میں سجدۂ سہو واجب نہیں

اور اگر پانچویں رکعت پر ہی سلام پھیر دیا۔ چھٹی نہیں ملائی تو چار
رکعتیں نفل ہوگئیں اور ایک رکعت اکارت گئی۔

(۶) اگر چوتھی رکعت پر بیٹھ کر التحیات بھی پڑھ لی۔ پھر غلطی سے کھڑے
ہوگئے تو سجدہ کرنے سے پہلے پہلے جب یاد آجائے بیٹھ جائے۔ التحیات
پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فوراً سلام پھیر دے اور سجدۂ سہو کرے اور اگر
پانچویں رکعت کا سجدہ کر چکے تھے تب یاد آیا تو اب ایک اور ملا کر چھ رکعت
کرلیں۔ چار فرض ہوں گے اور دو نفل۔ اس صورت میں چھٹی رکعت
کے بعد التحیات پڑھ کر سجدہ سہو بھی کریں۔

اگر ایک رکعت نہیں ملائی۔ بلکہ چھٹی رکعت میں جیسے ہی یاد آیا بیٹھ کر
التحیات پڑھی اور سلام پھیر دیا تو کوئی اچھی بات نہیں ہوئی۔ کیونکہ چار
فرض تو بیشک ہوگئے مگر پانچویں رکعت اکارت گئی۔ سجدہ سہو اس صورت میں

بھی کرنا ہوگا۔ کیونکہ سلام پھیرنا جو فرض ہے۔ وہ موخر ہوگیا ہے۔

(۷) اگر چار رکعت سنت یا نفل کی نیت باندھی اور دو رکعت پر بیٹھنا یاد نہیں رہا تو جب تک تیسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تب یاد آئے بیٹھ جانا چاہیئے۔ اگر نہیں بیٹھا یا تیسری رکعت کا سجدہ کرنے کے بعد یاد آیا کہ پہلا قعدہ رہ گیا ہے تو نماز تب بھی ہو جائے گی البتہ قعدہ اولی چھوٹ جائے گا باقی سجدۂ سہو ان تینوں میں واجب ہوگا۔

(۸) اگر امام کے پیچھے مقتدی کو سہو ہو جائے تو سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔ البتہ امام کے ساتھ مقتدی کو سجدۂ سہو کرنا ہوتا ہے۔ مدرک ہو یا مسبوق

(۹) مسبوق جب اپنی نماز پوری کر رہا ہے تو اگر اس کو کوئی سہو ہو جائے تو جب اپنی نماز کا آخری قعدہ کرے تب اس کو سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔

(۱۰) اگر بھولے سے نماز کا کوئی فرض چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو کرنے سے نماز درست نہیں ہوتی۔ پھر سے پڑھے۔ اسی طرح قرأت میں غلطی کی تلافی بھی سجدہ سہو سے نہیں ہوتی [۳]

(۱۱) سجدۂ سہو واجب تھا اور اس نے قصداً دونوں طرف سلام پھیر

---

[۱] مثلاً قعدۂ اولی میں التحیات پڑھنے کے بعد درود شریف پڑھ لیا [۲] یعنی شروع سے جماعت میں شریک ہوا ہو یا ایک دو رکعت کے بعد شریک ہوا ہو اور امام سے یہ سہو اس کے شریک ہونے سے پہلے ہوا ہو یا بعد میں ہوا ہو البتہ اتنا فرق ہوگا کہ اگر مدرک ہے یعنی شروع سے امام کے ساتھ شامل ہے تو امام کے ساتھ سلام پھیر کر سجدہ سہو کریگا اور اگر مسبوق ہے یعنی پہلی رکعت کے بعد شامل ہوا ہو تو امام کے ساتھ سلام نہیں پھیریگا بلکہ سلام پھیرے بغیر امام کے ساتھ سجدہ سہو کریگا۔ [۳] بلکہ غلطی نظر انداز ہوگی اگر معمولی ہے اور اگر ایسی غلطی ہے جس سے معنی ہی الٹ جاتے ہیں تو نماز ہی نہیں ہوگی۔ سجدہ سہو سے اس کی تلافی نہیں ہوگی

دیا اور سیاہ لوہ کر لیا کہ سجدہ نہیں کروں گا، تب بھی جب تک کوئی بات ایسی نہ ہو جس سے نماز جاتی رہتی ہے۔ سجدۂ سہو کر لینے کا اختیار رہتا ہے۔

(۱۲) چار رکعت والی یا تین رکعت والی نماز میں بھولے سے دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو اب اٹھ کر اس نماز کو پورا کر لے اور سجدۂ سہو کرلے البتہ اگر سلام پھیرنے کے بعد کوئی ایسی بات ہو گئی جس سے نماز جاتی رہتی ہے تو پھر سے نماز پڑھے۔

(۱۳) بھولے سے وتر کی پہلی یا دوسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھ لی تو اس کا کچھ اعتبار نہیں۔ تیسری رکعت میں پھر پڑھے اور سجدۂ سہو کر لے۔

(۱۴) فرض نماز میں آخری دونوں رکعتوں یا ایک رکعت میں سورت ملا لی تو سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔

(۱۵) ثنا۔ تعوذ۔ بسم اللہ رکوع اور سجدہ کی تسبیحات، قومہ میں تحمید تسمیع، تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھ اٹھانا، قعدۂ اخیرہ کے بعد درود و دعا تکبیر تحریمہ کے علاوہ اور تکبیریں، فرض کی آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنا یہ سب باتیں سنت ہیں۔ واجب نہیں ہیں پس اگر ان میں سے کوئی ایک یا چند بھولے سے رہ گئیں یا قصداً چھوڑ دیں تو نماز تو ہو جائے گی اور سجدۂ سہو بھی واجب نہیں ہوگا۔ البتہ قصداً چھوڑنا گناہ اور بے ادبی ہے۔

سوالات

۱۔ سجدۂ سہو کسے کہتے ہیں؟
۲۔ سجدۂ سہو کا مقصد بتاؤ۔
۳۔ سجدۂ سہو کا طریقہ کیا ہے؟
۴۔ کسی فرض یا سنت کے چھوٹ جانے سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے یا نہیں؟
۵۔ اگر ایک ہی نماز میں چند واجب رہ جائیں تو سجدے کتنے کرنے ہوں گے؟
۶۔ فرض نماز کی پہلی یا دوسری رکعت یا دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ بھول جائے تو کیا حکم ہے اور کیوں؟
۷۔ واجب سنت یا نفل نماز کی کسی ایک رکعت یا دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ چھوٹ جائے تو کیا حکم ہے اور کیوں؟
۸۔ فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں اگر سورۂ فاتحہ چھوٹ جائے تو کیا حکم ہے اور کیوں؟
۹۔ فرض نماز کی تیسری یا چوتھی رکعت یا دونوں رکعتوں میں اگر فاتحہ کے بعد سورت پڑھ لے تو کیا حکم ہے اور کیوں؟
۱۰۔ فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت کے علاوہ باقی تمام نمازوں کی تمام رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کا کیا حکم ہے اور اگر چھوٹ جائے تو کیا کرنا ہوگا؟
۱۱۔ فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت کے علاوہ باقی تمام نمازوں کی تمام رکعتوں میں

سورہ فاتحہ کے بعد کسی سورت کے پڑھنے کا کیا حکم ہے اور چھوٹ جائے تو کیا کرنا ہوگا؟

۱۲۔ سورۂ فاتحہ سے پہلے سورت پڑھ لے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

۱۳۔ تعدیل ارکان کے معنی اور اس کا حکم بتاؤ۔

۱۴۔ قرآن پاک کی سورتوں میں ترتیب کا کیا حکم ہے اور اگر اس پر عمل نہ ہو تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

۱۵۔ پارہ عم میں سورتوں کی ترتیب سے کونسی ترتیب مراد ہے؟

۱۶۔ بیٹھنے کے قریب ہونے سے کیا مراد ہے؟

۱۷۔ اگر امام کے پیچھے مقتدی کو سہو ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

۱۸۔ سجدۂ سہو سے پہلے التحیات کے بعد درود شریف یا دعا پڑھ لے تو کیا حکم ہے؟

۱۹۔ اگر ایک طرف بھی سلام نہ پھیرا اور سجدہ سہو کر لیا تو سجدہ ہوا یا نہیں؟

۲۰۔ جن باتوں کے بھول جانے سے سجدۂ سہو ہوتا ہے اگر قصداً چھوڑ دے تو کیا حکم ہے؟

فنا شدہ متعلق سوالات:۔ سوال ۳ و ۴ کا جواب یہ ہے کہ سجدہ سہو واجب ہوگا۔ کیونکہ واجب چھوٹ گیا ہے اور سوال ۵ و ۹ کا جواب یہ ہے کہ سجدہ سہو واجب نہیں کیونکہ واجب نہیں چھوٹا۔ سوال نمبر ۱۰ کا جواب یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ واجب ہے بھولے سے چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو کرنا ہوگا۔ قصداً چھوڑ دے تو نماز لوٹانی ہوگی۔ سوال ۱۱ کا بھی یہی جواب ہے کہ سورت پڑھنی واجب ہے بھولے سے چھوٹ جائے تو سجدہ سہو کرے قصداً چھوڑ دے تو نماز دہرائے سوال ۱۲ کا جواب یہ ہے کہ سجدہ سہو واجب ہوگا۔ کیونکہ اصل واجب کی ادائیگی میں تاخیر ہوگئی ہے۔ نیز اس بنا پر کہ واجب کی کیفیت بدل گئی ہے سوال ۱۳ کا جواب:۔ تعدیل ارکان کے معنی یہ ہیں کہ نماز کے ارکان کو صحیح طور پر اطمینان سے ادا کرنا مثلاً رکوع سے اٹھتے ہوئے سیدھے کھڑے ہونا اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان سیدھا بیٹھ جانا۔ پھر کسی قدر سکون کے بعد سجدہ کے لئے جھکنا۔

سجدۂ تلاوت

تعریف | تلاوت کے معنی ہیں پڑھنا۔ کسی سجدہ کی آیت کو پڑھنے یا سننے سے جو سجدہ واجب ہوتا ہے اُسے "سجدۂ تلاوت" کہتے ہیں۔

تعداد | پورے قرآن مجید میں چودہ (۱۴) مقام ہیں جن کو چودہ (۱۴) سجدے بھی کہتے ہیں۔ اُن کے پڑھنے اور سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔

حکم | سجدۂ تلاوت۔ سجدہ کی آیت پڑھنے اور سننے والے دونوں پر واجب ہوتا ہے۔

وقت | نماز میں ہو تو اسی وقت سجدۂ تلاوت کر لے اور نماز سے باہر ہو تو بہتر یہی ہے کہ فوراً سجدہ کر لے لیکن دوسرے وقت بھی جائز ہے اگر زیادہ تاخیر کرنی مکروہ ہے۔

طریقہ | نماز سے باہر سجدہ کرنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ کھڑے ہو کر تکبیر کہتا ہوا سجدہ کرے پھر تکبیر کہتا ہوا اُٹھ کھڑا ہو لیکن اگر کھڑے ہوئے بغیر بیٹھے بیٹھے سجدہ کر لے تب بھی درست ہے۔

شرطیں | نماز کی جو شرطیں ہیں وہی سجدۂ تلاوت کی بھی ہیں یعنی بدن کپڑے اور جگہ کا پاک ہونا۔ ستر ڈھکنا۔ قبلے کی طرف منہ کرنا۔ سجدہ تلاوت کی نیت کرنا۔

فاسد ہونے کی صورتیں | جن چیزوں سے نماز فاسد ہو جاتی ہے

انھیں چیزوں سے سجدہ تلاوت بھی فاسد ہو جاتا ہے۔

ایک یا چند سجدے (۱) سجدہ کی ایک ہی آیت اگر ایک مجلس (جگہ) میں بار بار پڑھی جائے یا سنی جائے تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔

(۲) اور اگر جگہیں بدلتی رہیں۔ پہلے مثلاً صحن میں بیٹھے ہوئے پڑھ رہے تھے۔ پھر اندر کمرے میں چلے گئے تو جتنی جگہیں بدلیں گی اتنے ہی سجدے واجب ہوں گے۔

(۳) اور اگر سجدے کی مختلف آیتیں پڑھی یا سنی جائیں تو پھر ہر ایک کے لیے علیحدہ سجدہ کرنا ہوگا مجلس ایک ہو یا چند مجلسیں ہوں۔

آیت سجدہ کو آہستہ پڑھنا اگر تلاوت کرنے والا ایسی جگہ تلاوت کر رہا ہے جہاں کوئی اور بھی ہے تو بہتر یہ ہے کہ سجدہ کی آیت آہستہ پڑھے۔

آیت سجدہ کو چھوڑ دینا یہ بات مکروہ ہے کہ آیت سجدہ سے پہلی اور بعد کی آیتیں پڑھے اور سجدہ کی آیت چھوڑ دے۔

سوالات

(۱) تلاوت کے معنی بتلایئے (۲) قرآن شریف میں کل کتنے سجدے ہیں؟ (۳) سجدہ تلاوت کس طرح کیا جاتا ہے (۴) سجدہ کی آیت کو اگر بار بار پڑھے تو کس صورت میں صرف ایک سجدہ واجب ہوگا۔

مُدرک مسبُوق اور لاحق

مُدرک[1] مسبوق اور لاحق کی تعریفیں آپ پہلے پڑھ چکے ہیں اب ان کے متعلق چند مسئلے بھی سمجھ لیجیے۔

مسبوق اپنی چھوٹی ہوئی نماز کس وقت پڑھے اور کس طرح پوری کرے

اس کی صورت یہ ہے کہ امام کے ساتھ آخر نماز تک شریک رہے مگر جب امام سلام پھیرے تو مسبوق اس کے ساتھ سلام نہ پھیرے بلکہ کھڑا ہو جائے اور چھوٹی ہوئی رکعتوں کو اس طرح ادا کرے گا گویا اس نے نماز اب شروع کی ہے۔ مثلاً

(۱) اگر آپ کی صرف ایک رکعت چھوٹی ہے تو امام کے سلام کے بعد آپ کھڑے ہو کر یہ رکعت اس طرح پڑھیں جیسے ابھی نماز شروع کر رہے ہیں یعنی پہلے آپ ثنا۔ پھر اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھیں پھر سورۂ فاتحہ اور اسکے بعد کوئی سورت ملائیں۔ پھر رکوع سجدہ کے بعد قعدہ کریں اور سلام پھیریں

---

[1] یعنی مدرک وہ شخص ہے جس کو امام کے ساتھ پوری نماز ملی ہو مسبوق جسکو امام کے ساتھ شروع سے ایک یا کئی رکعتیں نہ ملی ہوں۔ لاحق جس کی ایک رکعت یا کئی رکعتیں امام کے ساتھ شریک ہونے کے بعد باقی رہی ہوں جیسے کوئی شخص امام کے ساتھ شریک ہوا لیکن قعدہ میں بیٹھے بیٹھے سو گیا اور اتنی دیر سوتا رہا کہ امام نے ایک یا چند رکعتیں اسے پڑھ لیں۔

یہ طریقہ ہر نماز کی چھوٹی ہوئی رکعت پوری کرنے کا ہے۔

(۲) اگر نماز مغرب کے علاوہ کسی نماز کی دو رکعتیں رہ گئی ہیں تو اب یہ دو رکعت اس طرح پڑھیں جیسے تنہا نماز پڑھا کرتے ہیں پہلی رکعت میں ثنا۔ تعوذ۔ تسمیہ کے بعد سورۂ فاتحہ پھر کوئی سورت پڑھیں۔ دوسری میں بسم اللہ کے بعد سورۂ فاتحہ پھر کوئی سورت پڑھیں۔ پھر قاعدہ کے مطابق قعدہ اخیرہ کر کے سلام پھیر دیں۔

(۳) اگر نماز مغرب کے علاوہ ظہر، عصر، عشاء، یعنی چار رکعت والی نمازوں میں سے صرف ایک رکعت امام کے ساتھ ملی تو اپنی تین رکعتیں اس طرح پوری کرو کہ پہلی رکعت میں ثنا تعوذ۔ بسم اللہ۔ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھ کر رکوع سجدہ کر کے قعدہ کرو جس میں صرف التحیات پڑھو کیونکہ یہ آپ کا پہلا قعدہ ہوا قعدہ سے اُٹھ کر ایک رکعت بھری ہوئی (فاتحہ اور سورت کے ساتھ) پڑھو۔ اس کے بعد ایک رکعت خالی پڑھ کر رکوع سجدہ کرو۔ پھر آخری قعدہ کر کے سلام پھیر دو۔

(۴) اگر مغرب میں دوسری رکعت میں جماعت میں شامل ہوئے تو امام سے الگ ہو کر پہلی رکعت اسی طرح پڑھی جائے گی جیسے ظہر وغیرہ میں۔ پھر قعدہ کر کے التحیات پڑھی جائے گی اور اگر تیسری رکعت میں جماعت میں شامل ہوئے یعنی امام کے ساتھ صرف ایک رکعت ملی تو ایک رکعت فاتحہ اور سورت

۱۔ اگرچہ آپ کی تیسری رکعت ہے مگر امام سے جدا ہونے کے بعد دوسری رکعت ہے۔ بس یہ اس طرح پڑھی جائے گی جیسے دوسری رکعت پڑھی جاتی ہے۔ ۲۔ یہ آپ کی چوتھی رکعت ہے اور امام سے علیحدہ ہونے کے بعد تیسری رکعت۔ پس یہ تیسری رکعت کی طرح پڑھی جائے گی۔

کے ساتھ پڑھ کر قعدہ کرو۔ پھر دوسری رکعت بھی فاتحہ اور سورت کے ساتھ
پڑھ کر قعدہ کرو[1] یعنی دونوں رکعتیں بھری ہوئی پڑھو۔
غرض جب ایک رکعت امام کے ساتھ ملی ہو تو اپنی نماز میں ایک رکعت
کے بعد قعدہ کرنا چاہیئے خواہ کسی وقت کی نماز ہو۔ یعنی امام سے الگ ہو کر
رکعت تو اس حساب سے پڑھو جیسے اب نماز شروع کر رہے ہو اور قعدہ اس حساب سے
کرو جس حساب سے تمہاری رکعتیں ہوئی ہیں صبح اور مغرب کی نماز میں مسبوق کو
ہر رکعت پر قعدہ کرنا پڑے گا۔
(۵) اگر جماعت کا صرف قعدہ اخیرہ ملا تو سلام کے بعد اپنی نماز اس
طرح پڑھو جیسے تنہا پڑھا کرتے ہیں۔
ان تمام مسائل کو نقشے کے ذریعہ سمجھا جائے۔ نقشے کے متعلق یہ یاد رکھا جائے۔
(الف) بھری ہوئی سے مراد ایسی رکعت ہے جس میں فاتحہ کے ساتھ سورت بھی ملالی جائے۔
اس کا نشان یہ ہے کہ خانے میں ایسے نقطے لگا دیئے گئے ہیں ⁂
(ب) خالی سے مراد ایسی رکعت ہے جس میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھی جائے
اور کوئی سورت نہ پڑھی جائے اس کا نشان یہ ہے کہ خانہ خالی ہے۔
(ج) سیاہ چوکھٹا ▮ قعدہ کی علامت ہے اور مطلب یہ ہے کہ جہاں یہ
نشان ہے وہاں رکعت کے بعد قعدہ کیا جائے
(د) جہاں یہ نشان × ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مقتدی کو یہ رکعت نہیں ملی۔

---

[1] یہ سمجھ لینا چاہیے کہ مغرب کی نماز میں دوسری رکعت میں شامل ہوں یا تیسری میں بہرحال
باقی نماز اس طرح ادا ہوگی کہ ہر رکعت میں قعدہ ہو جائے گا۔

مسائل

اگر آپ مسبوق ہیں تو جیسے ہی امام السّلام علیکم کہے آپ فوراً کھڑے مت ہوجایئے۔ کچھ توقف کیجئے کہ شاید امام کو سجدۂ سہو کرنا ہو۔ جب آپ مطمئن ہوجائیں کہ امام کو سجدہ سہو نہیں کرنا تب آپ کھڑے ہوجئے۔

پس اگر آپ نے اس احتیاط پر عمل نہیں کیا اور جیسے ہی امام نے السّلام کہا آپ کھڑے ہوگئے اور امام صاحب سجدۂ سہو کرنے لگے تو اب آپ لوٹ آیئے امام کے ساتھ سجدہ سہو میں شامل ہوجایئے۔ پھر جب امام آخری سلام پھیر تب آپ کھڑے ہوجئے اور آپ نہیں لوٹے اپنی باقی نماز پوری کرتے رہے تو اب آپ کو آخر میں سجدۂ سہو کرنا ہوگا۔[۱]

(۲) اگر آپ نے بھولے سے خود بھی امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو تو آپ پر سجدۂ سہو واجب ہوگیا۔ اب اگر آپ نے ٹھیک امام کے ساتھ ساتھ السّلام علیکم کہا یا اس سے بھی پہلے کہدیا تھا۔ پھر آپ نے امام کے ساتھ سجدہ سہو کرلیا تو اب آپ کے ذمہ سجدۂ سہو نہیں ہے۔ امام کے ساتھ جب سجدہ سہو کرلیا تو آپ کا سجدہ سہو بھی ادا ہوگیا۔ اب آپ کھڑے ہوکر اپنی باقی نماز پوری کرلیں اور اگر آپ نے امام کے السلام علیکم کہنے کے بعد سلام پھیرا تھا تو اب آپ کو اپنی نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرنا ہوگا۔[۲]

---

[۱] در مختار [۲] کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ بھولے سے سلام پھیرنے سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے نماز نہیں ٹوٹتی [۳] کیونکہ جب امام السلام علیکم کہہ چکا تھا تو آپ کی اقتدا ختم ہوگئی تھی اور آپ کی اپنی نماز شروع ہوگئی تھی۔ اب یہ غلطی آپ کی اپنی نماز میں نماز میں ہوئی ہے لہٰذا اس کا آپ کو علیحدہ سجدہ سہو کرنا ہے۔

لاحق لاحق کی جو رکعت کسی عذر مثلاً سو جانے[1] کی وجہ سے رہ گئی ہو۔ تو جس وقت وہ جاگے پہلے اپنی چھوٹی ہوئی نماز امام کا ساتھ چھوڑ کر پڑھ لے اور اس طرح پڑھے جیسے امام کے ساتھ پڑھتا ہے۔ یعنی قرأت نہ کرے اور جب چھوٹی ہوئی نماز پوری کر لے تو امام کے ساتھ ہو کر باقی نماز پوری کر لے اور اگر امام فارغ ہو چکا ہے تو باقی نماز بھی اسی طرح پوری کر لے جیسے امام کے پیچھے پڑھتا ہے اس حالت میں اگر اسے سہو ہو جائے تو سجدہ سہو بھی نہ کرے کیونکہ اس وقت بھی یہ مقتدی ہے اور مقتدی کے سہو پر سجدہ نہیں آتا۔ اگر امام مسافر ہو تو مقیم مقتدی اپنی باقی دو رکعتیں اسی طرح ادا کریں گے جیسے امام کے پیچھے کیونکہ یہ لاحق کے حکم میں ہیں

سوالات۔

(۱) مدرک، مسبوق اور لاحق کا مطلب بتاؤ
(۲) امام سے الگ ہو کر رکعت کس حساب سے پڑھے مثال دے کر سمجھاؤ
(۳) امام سے الگ ہو کر قعدہ کس حساب سے کرے مثال دے کر سمجھاؤ۔
(۴) لاحق اپنی باقی نماز کس طرح پڑھے گا۔
(۵) ایسی صورت بتاؤ جس میں مسبوق کو ہر رکعت پر قعدہ کرنا پڑتا ہے۔

---

[1] یا مثلاً وضو ٹوٹ گیا تو وضو ٹوٹنے سے نماز نہیں ٹوٹتی وہ وضو کر کے اسی نماز میں شامل ہو سکتا ہے۔ یہ بھی لاحق ہے۔ وضو کرنے میں جو رکعت ہوئی ہے وہ پہلے پڑھے پھر امام کے ساتھ شامل ہو جائے اس کو "بناء" کہا جاتا ہے۔ اس کی کچھ شرطیں ہیں۔ مثلاً وضو اس طرح کرے کہ مسجد سے نکلنا نہ پڑے۔ اسی طرح اور شرطیں بھی ہیں جن کی تفصیل بڑی کتابوں میں ہے۔

بیمار کی نماز

بیماریوں، مجبوریوں اور کمزوریوں کا لحاظ کر کے شریعت نے نرمیاں برتی ہیں مگر اس کی اجازت بالکل نہیں دی کہ کسی حالت میں بھی نماز چھوڑ دی جائے۔

(۱) پس اگر ایسا بیمار ہے کہ کھڑے ہونے کی طاقت بالکل نہیں یا کھڑے ہونے سے سخت تکلیف ہوتی ہو۔ یا مرض کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو یا سر میں چکر آ کر گر جانے کا خوف ہو۔ یا کھڑے ہونے کی طاقت تو ہے لیکن رکوع سجدہ نہیں کر سکتا تو ان سب صورتوں میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ پھر اگر بیٹھے بیٹھے رکوع اور سجدہ کر سکتا ہے تو رکوع اور سجدہ کرے اور اگر ایسی تکلیف ہے کہ بیٹھ تو سکتا ہے مگر رکوع سجود نہیں کر سکتا تو رکوع سجدے کے اشارے کرے۔ رکوع اور سجدے کے اشارے سر جھکا کر کرے اور رکوع کے اشارے

۱؎ اگر نماز صحیح تندرست حالت میں شروع کی تھی نماز پڑھتے پڑھتے مرض اتنا بڑھ گیا کہ کھڑے ہونے کی طاقت نہیں رہی تب بھی یہی حکم ہے کہ باقی نماز بیٹھ کر پڑھ لے بیٹھنے کی بھی طاقت نہیں رہی ہے تو لیٹ کر اشارہ سے رکوع اور سجدہ کر کے نماز پوری کرے ۲؎ رکوع کے لئے اتنا جھکے کہ پیشانی گھٹنوں کے مقابل ہو جائے اور سجدہ قاعدہ کے مطابق زمین پر ناک اور پیشانی رکھ کر کرے ۳؎ آنکھوں اور پلکوں کا اشارہ معتبر نہیں ہے پس اگر سر جھکانے کی طاقت نہ رہے صرف پلکوں سے اشارہ کر سکے تو اس حالت میں نماز موخر کریگا۔ آنکھ یا پلک کے اشارے سے رکوع سجدہ کر کے فرض ادا کرنا چاہے تو فرض ادا نہ ہوگا۔

سے سجدے کے اشارے میں سر کو زیادہ جھکائے۔

(۲) اگر کوئی شخص پوری رکعت کھڑے ہوکر نہیں پڑھ سکتا تھوڑی دیر کھڑا ہو سکتا ہے تو جتنی دیر کھڑا ہو سکے اتنی ہی دیر کھڑا ہونا ضروری ہے۔

(۳) اگر مریض میں بیٹھ کر بھی نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو لیٹے لیٹے نماز پڑھ لے۔

لیٹ کر نماز پڑھنے کی صورت

(۱) لیٹ کر نماز پڑھنے کی افضل اور بہتر صورت یہ ہے کہ چت لیٹے۔ پاؤں قبلے کی طرف کرلے۔ گھٹنے کھڑے رکھے اور سر کے نیچے بڑا تکیہ[1] رکھ لے۔ بڑا تکیہ نہ رکھ سکے تو چھوٹا ہی تکیہ رکھ لے تاکہ سر اونچا ہو کر چہرہ آسمان کی طرف نہ رہے بلکہ قبلے کی طرف ہو جائے۔

(۲) اگر گھٹنے کھڑے نہیں کر سکتا تو یہ بھی جائز ہے کہ پیر قبلہ کی طرف پھیلے رہیں۔

(۳) یہ بھی جائز ہے کہ دائیں[2] کروٹ یا بائیں[3] کروٹ پر اس طرح لیٹے کہ چہرہ قبلہ کی طرف رہے اور سر کے اشارے سے نماز پڑھ لے۔ ان دونوں صورتوں میں دائیں کروٹ پر لیٹنا افضل ہے۔

(۴) ان سب صورتوں میں سر سے اشارہ کرنا ہوگا۔ رکوع کا اشارہ کم ہوگا اور سجدے کا اشارہ زیادہ سے زیادہ۔

---

[1] مثلاً گاؤ تکیہ لگا کر اس طرح لیٹ جائے کہ سر خوب اونچا رہے۔ تقریباً بیٹھنے کے رہے۔ سینہ بھی اونچا رہے [2] شمال کی جانب کر کے [3] جنوب کی جانب سر کرلے۔

اشارہ کی طاقت بھی نہ ہو جب سر سے اشارہ بھی نہ کر سکے تو نماز مؤخر کرے پھر اگر ایک رات دن سے زیادہ اس کی یہی حالت رہی تو چھوٹی ہوئی نمازوں کی بھی قضا اس کے ذمہ نہیں[1]۔ ہاں اگر ایک رات دن یا اس سے کم میں سر سے اشارہ کرنے کی طاقت آگئی تو چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا اس کے ذمہ لازم ہوگی۔

نماز پڑھتے پڑھتے طبیعت بحال ہو جائے (۱) بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے کہ طبیعت ایسی بحال ہو گئی کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتے ہیں تو باقی نماز کھڑے ہو کر پوری کریں از سر نو نماز شروع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۲) لیٹ کر اشارہ سے نماز شروع کی تھی کہ اتنی طاقت آگئی کہ بیٹھ سکتے ہیں یا کھڑے ہو سکتے ہیں تو پہلی نماز ختم ہو گئی۔ از سر نو نماز پڑھیں۔

حالت تندرستی کی قضا نمازیں بیماری میں جس طرح نماز پڑھنے کی قوت ہو اُن کی قضا کرلے۔ زندگی کا اعتبار نہیں۔ دینداری یہ ہے کہ اداءِ فرض میں تاخیر نہ کرے۔

حرکت کی ممانعت آنکھ بنائی گئی اور ہلنے جلنے سے منع کر دیا گیا تو لیٹے لیٹے نماز پڑھ لے۔ دوسرے اعضا کے متعلق بھی

---

[1] کیونکہ یہ فرض ہی نہیں ہوئیں۔ قاعدہ یہ ہے کہ جب ایک رات دن سے زیادہ یہ حالت رہے تو نماز ساقط ہو جائے گی۔ بیہوشی کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر بیہوشی ایک رات دن سے زیادہ رہی تو قضا واجب نہیں ہے۔ بیہوشی اگر نشہ کے باعث ہو تو یہ حکم نہیں اس پر قضا لازم ہوگی۔ خواہ کتنے ہی دن بیہوش رہے۔

یہی حکم ہے کیونکہ جان کی حفاظت کی طرح اعضا کی حفاظت بھی ضروری ہے۔ له

(۱) (معاذ اللہ) فالج جیسے مرض میں مبتلا ہے کہ

ناپاک بدن یا کپڑا

پانی استعمال نہیں کیا جا سکتا تو صرف ڈھیلے یا پتھرے سے استنجا کرتا ہے اتنی بھی طاقت نہ رہے تو بغیر پونچھے ہی نماز پڑھتا رہے نماز قضا نہ کرے کسی اور کو حتی کہ ماں باپ یا لڑکا لڑکی کو بھی اس کا بدن دیکھنا یا پونچھنا جائز نہیں ہے۔ البتہ بیوی کو اپنے میاں کا اور میاں کو اپنی بیوی کا بدن دیکھنا جائز ہے۔

(۲) بیمار کا بستر نجس ہے۔ مگر بدلنے میں بہت تکلیف ہوگی تو اسی پر نماز پڑھتا رہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوالات

(۱) اگر ریل یا کشتی میں آپ کو چکر نہیں آتا اور اگر گرنے کا خوف بھی نہیں ہے تو آپ نماز کس طرح پڑھیں گے۔

(۲) کوئی بیمار بیٹھ تو سکتا ہے مگر بیٹھ کر جھک نہیں سکتا کہ رکوع سجدہ کرے تو وہ کس طرح کرے گا۔

(۳) لیٹ کر نماز پڑھنے کی صورت بتاؤ۔

(۴) جب مریض بائیں کروٹ پر قبلہ کی طرف چہرہ کر کے لیٹے گا تو اس کا سر کس طرف ہوگا۔

(۵) معاذ اللہ کسی شخص کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ ڈاکٹروں نے بلستر چڑھا کر لٹا دیا اور حرکت سے ممانعت کردی تو اب وہ نماز کس طرح پڑھے گا۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

له فان حرمة الاعضا كحرمة النفس (در مختار باب صلوة المريض)

مسافر کی نماز

سفر میں زحمت نہ ہو۔ آرام سے سفر طے ہو۔ تب بھی معمولات میں فرق آ ہی جاتا ہے۔ عموماً ایسا ہوتا ہے کہ معمولات پورے کئے جائیں تو مقصود سفر فوت ہو جاتا ہے۔ شریعت مبارکہ نے اس ضرورت کی پوری رعایت فرمائی اور شب و روز کے احکام میں تخفیف کر دی۔ فرض نمازوں میں تخفیف رکعتوں کی تعداد میں ہوئی۔ چار رکعتوں[1] والے فرضوں کی صرف دو رکعتیں[2] فرض رہ گئیں۔ سنتوں کی تعداد تو نہیں گھٹی۔ البتہ خود ان کی اصل گھٹ گئی یعنی سنن موکدہ نفلوں کی حیثیت میں رہ گئیں قطعاً اختیاری[3]۔

سفر سے مراد سفر سے مراد پاپیادہ تین دن کا سفر ہے۔ تقریباً اڑتالیس میل انگریزی۔ اس کو آپ خواہ کسی صورت سے طے کریں

---

[1] دو یا تین رکعتوں والے فرضوں میں تخفیف کی صورت نہیں بنتی کیونکہ ایک یا ڈیڑھ رکعت کی شریعت میں کوئی حیثیت نہیں ہے [2] یہ تخفیف امام صاحب کے نزدیک لازم ہے یعنی ان کے نزدیک چار رکعت پڑھنی جائز ہی نہیں رہتی اگر غلطی سے پڑھ جائے تو سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے [3] اگر نہ پڑھے تو کوئی اعتراض نہیں بلکہ بعض صورتوں میں نہ پڑھنا بہتر ہے واللہ اعلم بالصواب [4] اگر اطمینان ہو۔ راستہ صاف ہو نہ دریا بیچ میں ہو نہ پہاڑ تو ایک قوی آدمی ۱۶ میل سے بہت زیادہ چالیس پچاس میل بھی ایک دن میں چل سکتا ہے۔ لیکن اگر کئی دن کا سفر ہو تو روزانہ اتنا نہیں چل سکتا اور چند ساتھی بھی ہوں تو رفتار اور کم ہو جاتی ہے اور راستہ میں پہاڑ دریا پڑیں تو سولہ میل تو دن میں پانچ چھ میل چلنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ ان تمام باتوں کا لحاظ کرتے ہوئے ایک منزل سولہ میل کی مانی جاتی ہے جو ایک دن میں طے ہوتی ہے۔ تین منزلیں اڑتالیس میل کی

مسافر | وہ شخص ہے جو اتنے سفر کے ارادہ[1] سے چلا ہو[2] جس کی مسافت اڑتالیس میل یا اس سے زائد ہو۔

حکم سفر | (۱) فرض نمازوں میں قصر[3] لازم ہو جاتا ہے۔ یعنی چار رکعت والے فرضوں کی صرف دو رکعتیں رہ جاتی ہیں۔

(۲) سنتوں کی تاکید ختم ہو جاتی ہے۔

(۳) رمضان المبارک کے روزے ملتوی کر سکتا ہے۔

(۴) موزوں پر مسح کی مدت بجائے ایک دن رات کے تین دن ہو جائیگی وغیرہ

ابتدا اور انتہا | اپنی بستی کی آبادی[4] سے جب باہر نکل جائیں تب سے سفر کے احکام جاری ہوں گے۔ یعنی نمازوں میں قصر

---

[1] اگر اتنے سفر کے ارادہ سے نہیں چلا کسی ایسی جگہ کے ارادہ سے چلا جو پندرہ بیس میل ہے تو مسافر نہیں پھر اگر وہ اسی طرح چلتے چلتے سیکڑوں میل طے کرے تو مسافر نہیں مانا جائیگا چنانچہ اگر کوئی فوج دشمن کے تعاقب میں نکلی جو دس بارہ میل تھا وہاں پہنچکر معلوم ہوا کہ دشمن اور دس بارہ میل ہے وہ وہاں پہنچی پھر اسی طرح وہاں دس بارہ بارہ میل کے ارادہ سے تعاقب کرتی رہی تو جہاں تک بھی پہنچ جائے مسافر کے احکام اس پر جاری نہیں ہوں گے [2] اگر ارادہ کر لیا مگر روانہ نہیں ہوا تو مسافر نہیں۔ بہر حال ایک دفعہ میں اتنی مسافت کا ارادہ کرنا اور اس کے روانہ ہونا شرط ہے اسکے بعد اگر درمیان سے لوٹ آیا تب بھی مسافر ہی ہے یعنی یہ شرط نہیں کہ اتنی مسافت لامحالہ چلے بھی [3] قصر کے اصلی معنی ہیں کم کر دینا یا گھٹا دینا۔ فقہی اصطلاح میں چار رکعتوں کے بجائے دو رکعت فرض رہ جانے کا نام قصر ہے [4] ریلوے اسٹیشن اگر شہر کے اندر ہے تو ریل میں بیٹھتے ہی قصر جائز نہ ہوگا۔ تاوقتیکہ اس طرف جہاں تک آبادی ہے وہ طے نہ ہو جائے۔ چھاؤنی قبرستان کھیل کے میدان اور اس قسم کے متعلقات شہر "فناء مصر" مانے جاتے ہیں۔ یہ بستی کی آبادی ہی میں شامل ہیں۔

لازم ہو جائے گا اور یہ حکم اس وقت تک رہے گا جب تک اپنے اصلی وطن میں واپس آجائیں یا کسی ایک جگہ کم از کم پندرہ روز ٹھیرنے کا ارادہ کر لیں۔

وطن اقامت وہ مقام ہے جہاں کم از کم پندرہ روز ٹھیرنے کی نیت کر لی ہو

مسائل (۱) اگر مسافر نے چار رکعت والی نماز پوری پڑھ لی تو اگر دوسری رکعت پر قعدہ کیا تو آخر میں سجدہ سہو کر لینے سے نماز ہو جائیگی لیکن قصداً ایسا کرنے سے گنہگار ہوگا۔ اور بھولے سے ایسا ہو گیا تو گناہ نہیں اور اس صورت میں دو رکعت فرض اور دو نفل ہو جائیں گی۔

(۲) لیکن اگر دوسری رکعت پر قاعدہ نہیں کیا تو نماز فرض ادا نہ ہوگی۔ چاروں نفل ہو جائیں گی۔ فرض پھر دوبارہ پڑھے۔

(۳) چلتی ریل، جہاز، ہوائی جہاز پر نماز جائز ہے۔ اگر کھڑے ہوکر پڑھ سکیں۔ چکر کھانے یا گرنے کا ڈر نہ ہو تو کھڑے ہوکر پڑھنا ضروری ہے اور کھڑے ہوکر نہ پڑھ سکیں تو بیٹھ کر پڑھ لیں۔

(۴) درمیان نماز میں ریل یا جہاز کے گھوم جانے سے نمازی کا منہ قبلہ کی طرف نہ رہے تو فوراً قبلہ کی طرف پھیر لینا چاہیے ورنہ نماز نہ ہوگی۔

لہ اگر پورے پندرہ دن ٹھیرنے کا ارادہ نہیں کیا۔ مثلاً کسی جگہ دو چار دن ٹھیرنے کا ارادہ تھا لیکن کام پورا نہیں ہوا۔ پھر دو چار دن کی نیت کر لی۔ پھر کام پورا نہ ہوا۔ پھر دو چار دن کا ارادہ کر لیا تو یہ مسافر ہی ہے مگر اس طرح پندرہ دن سے زیادہ ماہ دو ماہ بلکہ سال دو سال بھی گذر جائیں تو مسافر ہی مانا جاتا ہے گا جب تک وہ اکٹھے ایک دفعہ ہی کم سے کم پندرہ دن ٹھیرنے کا ارادہ نہ کرے۔

(۵) امام مقیم کے پیچھے مسافر نے نماز کے صرف آخری حصہ میں اگر اقتدا کرلی تو اس پر چار رکعت پڑھنی لازم ہو جائیں گی۔

(۶) اگر امام مسافر اور مقتدی مقیم ہوں تو امام اپنی دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے اور سلام پھیرنے کے بعد آواز دیدے کہ تم اپنی نماز پوری کرلو میں مسافر ہوں۔ مقتدی بغیر سلام پھیرے کھڑے ہو جائیں اور اپنی دو رکعتیں پوری کرلیں۔ لیکن ان دونوں رکعتوں میں فاتحہ اور سورت نہ پڑھیں اور اگر کوئی سہو ہو جائے تو سجدہ سہو بھی نہ کریں[ل]

(۷) پندرہ دن ٹھیرنے کا ارادہ کرلیا تھا۔ پھر نیت بدل گئی اور پندرہ دن سے پہلے چلنے کا ارادہ کرلیا تو ابھی مسافر نہیں ہوتے، نمازیں پوری پڑھیں پھر جب یہاں سے روانہ ہوں تو احکام سفر کے لئے مسافت سفر ضروری ہوگی۔ یعنی جہاں جانا ہے اگر وہ تین منزل ہو تو قصر ہوگا ورنہ نہیں۔

(۸) تین منزل جانے کا ارادہ ہے۔ لیکن پہلی یا دوسری منزل پر اپنا وطن اصلی ہے تو اس صورت میں مسافر نہیں مانا جائے گا۔

(۹) اس طرح اگر بیچ میں کسی مقام پر پندرہ روز ٹھیرنے ارادہ ہو تب بھی مسافر نہیں ہوگا۔

(۱۰) پندرہ دن ٹھیرنا ہے مگر دو مقام پر کچھ دن اس گاؤں اور کچھ دن دوسرے گاؤں میں اس صورت میں کوئی بھی وطن اقامت نہ ہوگا نمازیں قصر کرتا رہے

ل کیونکہ دونوں رکعتوں میں یہ لاحق کے حکم میں ہے۔ ان کی حیثیت مقتدی کی ہے۔ مقتدی سے اگر سہو ہو جائے تو اس پر سجدہ نہیں ہوتا۔

مفسداتِ نماز

فساد۔ خرابی۔ مفسد خراب کرنے والا۔ مفسدات جمع مفسد۔ مفسدِ نماز ایسی بات جس سے نماز فاسد ہوجائے یعنی نماز ٹوٹ جائے اور اس سے لوٹانا ضروری ہوجاتے۔ یہ مفسدات درج ذیل ہیں۔

(۱) نماز میں کلام کرنا۔ ارادہ سے ہو یا بلا ارادہ۔ کم ہو یا زیادہ۔ ہر صورت میں بات کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

(۲) سلام کرنا یعنی کسی شخص کو سلام کرنے کے ارادہ سے سلام یا تسلیم یا السلام علیکم۔ یا اس جیسا کوئی لفظ کہہ دینا۔

(۳) سلام کا جواب دینا۔ چھینکنے والے پر یرحمک اللہ کہنا یا اس طرح کا کوئی جواب دینا یا نماز سے باہر والے کسی شخص کی دعا پر آمین کہنا۔

(۴) کسی بُری خبر پر اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھنا۔ کسی اچھی خبر پر

۱؎ قرآن پاک کی کوئی آیت پڑھ دینے سے نماز نہیں ٹوٹتی لیکن اگر کوئی آیت خطاب یا جواب کے مقصد سے پڑھی گئی ہے مثلاً کسی شخص کا نام یحییٰ ہے اس کو خطاب کرتے ہوئے پڑھ دیا۔ یا یحییٰ خذ الکتاب یا کسی نے دریافت کیا کہ اللہ ایک ہے یا اس کا کوئی شریک بھی ہے تو اس کے جواب میں کہہ دیا: لا الہ الا ھو۔ یا لا الہ الا اللہ یا مثلاً کوئی دریافت کر رہا تھا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں نماز پڑھنے والے نے اس کے جواب میں پڑھ دیا وبئر معطلة وقصر مشید۔ ایسے خطاب و جواب سے بھی نماز ٹوٹ جائیگی (در مختار) یا کوئی بچہ گر پڑا اس وقت بسم اللہ کہہ دیا تو نماز ٹوٹ گئی۔

الحمد للہ یا کسی عجیب خبر پر سُبْحَانَ اللہ کہنا
(۵) چھینک ٹیس۔ درد یا رنج کی وجہ سے آہ۔ اوہ یا اُف کرنا۔
(۶) اپنے امام کے سوا کسی دوسرے کو لقمہ دینا یعنی قرأت کی غلطی بتانا۔
(۷) قرآن شریف دیکھ کر پڑھنا۔
(۸) قرآن مجید پڑھنے میں کوئی سخت غلطی کرنا۔
(۹) عمل کثیر کرنا۔ یعنی کوئی ایسا کام کرنا جس سے دیکھنے والے یہ سمجھیں کہ یہ شخص نماز نہیں پڑھ رہا ہے۔
(۱۰) کھانا۔ پینا۔ قصداً یا بھولے سے [1]
(۱۱) دو صفوں کی مقدار کی برابر چلنا۔ [2]
(۱۲) قبلہ کی طرف سے سینہ پھیر لینا۔ [3]
(۱۳) ناپاک جگہ پر سجدہ کرنا
(۱۴) اتنی دیر ستر کھلا رہنا جتنی دیر میں نماز کا ایک رکن ادا ہو سکتا ہے

---

[1] اگر کوئی چیز دانتوں میں تھی اس کو نگل لیا۔ اگر وہ چنے سے کم ہے تو نماز نہیں ٹوٹی اگر چنے کے برابر ہے تو نماز ٹوٹ جائے گی (درمختار) [2] لیکن اگر ایک صف یعنی جہانتک سجدہ ہوتا ہے اتنے فاصلے پر آگے بڑھ گیا۔ پھر اتنی دیر ٹھہر گیا جتنی دیر میں ایک رکن ادا ہو سکتا ہے (تین مرتبہ سبحان اللہ کہا جا سکتا ہے) پھر آگے بڑھا اور اس طرح ٹھہر ٹھہر کر آگے بڑھا تو اس صورت میں نماز نہیں ٹوٹی۔ [3] لیکن عذر کے وقت مثلاً وضو ٹوٹ گیا۔ اب وضو کرنے کے لئے روانہ ہوا اور قبلہ کی جانب سے سینہ پھر گیا تو اس صورت میں نماز نہیں ٹوٹی [4] اس کے بعد اگر پاک جگہ پر سجدہ کر لیا تب بھی نماز نہیں ہوئی۔ اگر ہاتھ اور گھٹنے رکھنے کی جگہ ناپاک ہے تب بھی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ احتیاط اسی میں ہے۔

(۱۵) دعا میں ایسی چیز مانگنا جو آدمیوں سے مانگی جاتی ہے۔ مثلاً یا اللہ آج مجھے سو روپے دیدے۔

(۱۶) درد یا مصیبت کی وجہ سے اس طرح رونا کہ آواز میں حروف ظاہر ہو جائیں۔

(۱۷) بالغ آدمی کا نماز میں قہقہہ مارکر یا آواز سے ہنسنا۔

(۱۸) امام سے آگے بڑھ جانا۔

(۱۹) کوئی رکن اس طرح ادا کرنا کہ اس میں امام کی شرکت نہ ہو مثلاً امام سے پہلے رکوع کر لیا اور جب امام رکوع میں گیا تو یہ مقتدی رکوع سے اٹھ گیا

(۲۰) اللہ اکبر کہتے وقت اللہ کے الف کو بڑھا کر آللہ اکبر کہنا یا اکبر کے الف کو بڑھا کر آکبر کہنا یا با کے بعد الف بڑھا کر اکبار کہنا

سوالات

(۱) فساد، مفسد اور مفسدات نماز کے معنی بتاؤ۔

(۲) مسافت سفر کتنی ہوتی ہے

(۳) کیا کسی آیت کے پڑھنے سے بھی نماز ٹوٹ جاتی ہے

(۴) وطن اقامت اور وطن اصلی کا مطلب بتاؤ۔

(۵) ستر کسے کہتے ہیں اور ستر کھل جانے کا مطلب بتاؤ۔

(۶) قصر کسے کہتے ہیں اور تخفیف کا اثر فرضوں میں کس طرح ظاہر ہوتا ہے اور سنت مؤکدہ میں کس طرح۔

(۷) عمل کثیر کا مطلب بتاؤ۔

مکروہاتِ نماز

مکروہ وہ چیز ہے جس سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ لیکن ثواب کم ہو جاتا ہے اور گناہ ہوتا ہے۔ نیچے لکھی ہوئی باتیں نماز میں مکروہ ہیں

(۱) سدل یعنی کپڑے کو لٹکانا۔ جیسے چادر سر پر ڈال کر اُس کے دونوں کنارے لٹکا دینا یا اچکن یا چوغہ بغیر اس کے کہ آستینوں میں ہاتھ ڈالے جائیں کندھوں پر ڈال لینا [1]

(۲) کپڑوں کو مٹی سے بچانے کے لئے ہاتھ سے روکنا یا سمیٹنا۔ [2]

(۳) اپنے کپڑوں یا بدن سے کھیلنا (بلا ضرورت چھونا)

---

[1] چادر یا شال دونوں مونڈھوں پر ڈال کر یا ایک مونڈھے پر رومال ڈال کر نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ (بحر و رد المحتار ج ۱) اچکن یا شیروانی کے تمام بٹن کھلے ہوئے ہوں یہ بھی خلاف وضع ہے۔ لہٰذا یہ بھی آداب نماز کے مخالف ہے کما قال فی الفرجی انہ لو ادخل یدیہ فی کمیہ ولم یشد وسطہ اولم یزر ازرارہ فہو مسیئ لانہ یشبہ السدل (مکروہات صلوٰۃ (رد المحتار جلد اول)

[2] سجدہ کرتے وقت دامن پر مٹی لگ گئی اگر اس کو معمولی حرکت سے جھاڑ دیا تو نماز نہیں ٹوٹے گی البتہ کراہت پیدا ہو جائے گی۔ اسی طرح شکن نکالنے کے لئے کپڑا جھٹکنا مکروہ ہے۔ البتہ اگر یہ خیال ہے کہ کرتے یا شیروانی کا پچھلا دامن سرینوں میں دب گیا ہے جس سے ایک معیوب صورت پیدا ہو گئی ہے۔ تو اس صورت میں کرتے یا شیروانی کے دامن کو کھینچکر سیدھا کر سکتا ہے۔ رد المحتار تحت قول:

صاحب الدر وعبثہ بہ و بجسدہ للنہی الا لحاجۃ (مطلب مکروہات الصلوٰۃ)

(۴) ایسے معمولی کپڑوں میں نماز پڑھنا جنہیں پہن کر مجمع میں جانا پسند نہیں کرتا۔

(۵) مونھ میں کوئی چیز رکھ کر نماز پڑھنا[۱]۔

(۶) سستی یا بے پروائی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا[۲]۔

(۷) ایسی حالت میں نماز پڑھنا کہ پیخانہ یا پیشاب زور سے لگا ہو[۳]۔

(۸) ایسے وقت نماز پڑھنا کہ بھوک زور سے لگی ہو اور کھانا تیار ہو۔ البتہ اگر وقت تنگ ہونے لگے تو پہلے نماز پڑھ لے۔

(۹) مردوں کو سر پر بالوں کا جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا

(۱۰) کنکریوں کو ہٹانا۔ لیکن اگر سجدہ کرنا مشکل ہو تو ایک مرتبہ ہٹانے میں مضائقہ نہیں ہے۔

(۱۱) انگلیاں[۴] چٹخانا۔ یا ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا۔

---

[۱] بشرطیکہ قرأت کر سکے مثلاً روپیہ رکھ لیا اور اگر ایسی چیز ہے کہ اگر وہ منہ میں رہے تو پڑھنا ممکن نہیں رہتا تو اس صورت میں سرے سے نماز ہی نہیں ہوگی [۲] نماز پڑھتے میں اگر ٹوپی سر سے اتر جائے تو اگر عمل کثیر کے بغیر اوڑھی جاسکتی ہے تو اوڑھ لینی چاہیے [۳] یا ریح کا زور ہو اور یہ روکے ہا ہو (در مختار) [۴] انگلیاں چٹخانا۔ انگلیوں کا پنجہ ڈالنا نماز سے باہر بھی اسلامی تہذیب کے خلاف ہے خصوصاً نماز کو جاتے ہوئے یا نماز سے پہلے مسجد میں بیٹھے ہوں، تو اس لئے بھی مکروہ ہے کہ ایک مسلمان جب وضو کر کے مکان سے چلتا ہے تو گویا یہیں سے نماز شروع کر دیتا ہے اب جب تک وہ نماز سے فارغ ہو یہ تمام وقت نماز میں محسوب ہوتا ہے اور ظاہر ہے نماز میں یہ فعل مکروہ ہے (در مختار وغیرہ)

(۱۲) کمر یا کوکھ یا کولھے پر ہاتھ رکھنا [1]

(۱۳) فرض نماز میں بے ضرورت دیوار وغیرہ کے سہارے کھڑا ہونا۔

(۱۴) بے ضرورت نماز میں تھوکنا یا ناک صاف کرنا۔ البتہ اگر مجبور ہو جائے تو بائیں طرف تھوک دے یا ایک ہاتھ سے کپڑے میں لے کر مل ڈالے دہنی طرف یا قبلہ کی طرف نہ تھوکے۔

(۱۵) نماز میں کھٹمل یا پسو مارنا [2]

(۱۶) قبلہ کی طرف سے منہ پھیر لینا (اگر سینہ بھی پھر گیا ہے تو نماز نہ ہوگی)

(۱۷) قبلہ کی طرف منہ پھیرے بغیر ادھر ادھر نظر دوڑانا (اگر ضرورت سے ہو تو مضائقہ نہیں ہے)

(۱۸) کتے کی طرح بیٹھنا۔ یعنی گھٹنے کھڑے کر کے اس طرح بیٹھنا کہ رانیں پیٹ سے مل جائیں اور گھٹنے سینے سے اور ہاتھ زمین پر رکھ لے

(۱۹) مرد کو اس طرح سجدہ کرنا کہ دونوں کلائیاں زمین پر بچھا لے۔

(۲۰) کسی لکھی ہوئی چیز کو دیکھ کر اس کو سمجھ لینا۔

(۲۱) کسی ایسے آدمی کی طرف نماز پڑھنا جو نمازی کی طرف منہ کئے بیٹھا ہو۔

---

[1] نماز میں مکروہ اور نماز سے باہر بد تہذیبی ہے۔

[2] مگر کھٹمل نے کاٹ لیا ہے اور وہ ہاتھ میں آ گیا تو اس کو چھوڑ دے نماز میں مارے نہیں اور اگر ابھی کھٹمل نے کاٹا بھی نہیں ہے تو اس کو پکڑنا بھی مکروہ ہے (درمختار) اور درمختار میں یہ بھی ہے کہ بلا ضرورت خارج نماز بھی بے ہودگی ہے۔

(۲۲) ہاتھ یا سر کے اشارے سے سلام کا جواب دینا۔
(۲۳) بلا عذر چار زانو (آلتی پالتی مار کر) بیٹھنا۔
(۲۴) قصداً جمائی لینا۔ یا روک سکنے کی حالت میں نہ روکنا۔
(۲۵) آنکھوں کو بند کرنا۔ لیکن اگر نماز میں دل لگنے کی وجہ سے بند ہو جائیں تو مکروہ نہیں۔[1]
(۲۶) امام کا محراب کے اندر کھڑا ہونا۔ لیکن اگر قدم محراب سے باہر ہوں یا امام کے ساتھ مقتدیوں کی ایک صف (کم از کم دو آدمی) بھی محراب کے اندر ہوں تو مکروہ نہیں۔
(۲۷) اکیلے امام کا ایک ہاتھ اونچی جگہ پر کھڑے ہونا لیکن اگر مقتدیوں کی ایک صف بھی امام کے ساتھ اس اونچی جگہ پر ہو تو مکروہ نہیں۔
(۲۸) بلا ضرورت ایسی جگہ نماز پڑھنا کہ سجدہ کی جگہ پیروں کی جگہ سے اونچی ہو۔[2]
(۲۹) ایسی صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہونا جس میں جگہ خالی ہو۔
(۳۰) ایسا کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جس پر کسی جاندار کی تصویر ہو۔
(۳۱) ایسی جگہ نماز پڑھنا کہ سامنے یا سر پر دائیں بائیں یا سجدہ کی جگہ تصویر ہو۔[3]

---

[1] اگر دل لگانے کے لئے آنکھیں بند کرلیں تب بھی مکروہ نہیں [2] اگر ایک بالشت سے زیادہ اونچی ہو تو نماز نہیں ہوگی اور بالشت بھر یا اس سے کم اونچی ہو تو بلا ضرورت مکروہ ہے [3] تصویر والے فرش پر نماز ہو جاتی ہے لیکن تصویر پر سجدہ نہ کرے۔ چھوٹی تصویر کہ اگر زمین پر رکھدو تو کھڑے ہو کر اس کی آنکھ ناک دکھائی نہ دے یا پوری تصویر نہ ہو بلکہ سر کٹا ہوا اور مٹا ہوا ہو تو ان کا کچھ حرج نہیں ہے اسی طرح درخت یا کسی بے جان چیز کا نقشہ بنا ہوا ہو یہ بھی مکروہ نہیں ہے۔

(۳۲) آیتیں یا سورتیں یا تسبیحیں انگلیوں پر شمار کرنا۔[1]

(۳۳) چادر یا کوئی اور کپڑا اس طرح لپیٹ کر نماز پڑھنا کہ جلدی سے ہاتھ نہ نکل سکیں۔

(۳۴) نماز میں انگڑائی لینا

(۳۵) عمامہ کے پیچ پر سجدہ کرنا۔

(۳۶) کندھے پر رومال ڈال کر نماز پڑھنا۔

(۳۷) دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے زیادہ لمبا کرنا۔

(۳۸) کسی نماز میں کوئی سورت مقرر کر لینا کہ ہمیشہ وہی پڑھا کرے کوئی اور سورت کبھی نہ پڑھے۔

(۳۹) ترتیب[2] الٹ کر سورتیں پڑھنا۔ یعنی پہلی سورت دوسری رکعت میں اور بعد کی سورت پہلی رکعت میں پڑھنا۔

(۴۰) میلے کچیلے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا یا ایسے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا جن کی بدبو مہک رہی ہو یا لہسن یا پیاز کھا کر مسواک اور کلی کئے بغیر نماز

---

[1] البتہ انگلیوں کو دبا کر گنتی کا خیال رکھے تو کچھ حرج نہیں۔

[2] پارہ عم میں ترتیب سے مراد وہ ترتیب ہے جو قرآن شریف میں ہوتی ہے باقی وہ پارہ عم جو الگ چھپا ہوا ہوتا ہے اس میں بچوں کی آسانی کے لئے ترتیب پلٹی ہوئی ہے۔ نماز میں اس ترتیب سے سورتیں نہ پڑھی جائیں مثلاً قل یا ایہا الکافرون کے بعد اذا جاء پڑھی جائے جیسا کہ قرآن شریف میں لکھی ہوئی ہوتی ہیں اگر اذا جاء کے بعد قل یا ایہا الکافرون پڑھی گئی (جیسا کہ علیحدہ پارہ عم میں لکھی ہوئی ہوتی ہے) اس طرح پڑھنا مکروہ ہوگا۔

پڑھنا بلہ

(۴۱) نماز میں سنت کے خلاف کوئی عمل کرنا۔

(۴۲) ایسی جگہ نماز پڑھنا جہاں اتنا شور و غل ہو جس سے خیال بٹ جائے اور نماز میں بھول چوک ہو جائے بلہ

سوالات

(۱) سدل کے معنی اور اس کا مطلب بیان کیجیے۔

(۲) اچکن یا شیروانی میں سدل کی کیا صورت ہوگی۔

(۳) منہ میں پان رکھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں کس صورت میں مکروہ ہوگی اور کس صورت میں فاسد ہوگی۔

(۴) کتے کی طرح بیٹھنے کا کیا مطلب ہے۔

(۵) محراب کسے کہتے ہیں اور امام محراب میں کھڑا ہو سکتا ہے یا نہیں۔

(۶) صف میں کم سے کم کتنے آدمی ہونے چاہئیں

(۷) سجدہ کی جگہ پیروں کی جگہ سے بلند ہو تو کتنی بلندی تک جائز ہے اور ناجائز کب ہو جاتی ہے۔

(۸) اگر امام اونچی جگہ پر ہو تو کس صورت میں نماز مکروہ ہوگی اور جائز ہونے کی کیا شرط ہے۔

(۹) پان یا تمباکو کی بو کے متعلق کیا حکم ہے۔ نماز پڑھتے وقت کیا کرنا ضروری ہے۔

بلہ بیڑی۔ سگریٹ یا پان کا بھی یہی حکم ہے۔ نماز سے پہلے مسواک اور کلی کر کے منہ صاف کر لینا چاہیئے۔

بلہ یا ہنسی مذاق کی ایسی مجلس ہے جس سے خطرہ ہے کہ اس کو بھی ہنسا دیا جائے گا۔ یہاں بھی نماز نہ پڑھے۔ الگ جا کر نیت باندھے۔ فرض ہوں یا سنتیں۔

نماز کب توڑی جا سکتی ہے

اگر جان کا خطرہ ہو۔ مثلاً کوئی اندھا جا رہا ہے اور سامنے کنواں ہے یا مثلاً موٹر یا ریل وغیرہ کی زد میں ہے۔ اگر نہ بچایا گیا تو ہلاک ہو جانے کا خطرہ ہے یا مثلاً کسی بچے کے کپڑوں میں آگ لگ گئی ہے یا کسی ایسے کنارہ پر پہنچ گیا جہاں سے گر کر ہلاک یا مجروح ہو جانے کا خطرہ ہے یا مثلاً سانپ یا شیر یا چیتا وغیرہ سامنے آگیا ہے جس کے حملہ کا خطرہ ہے ان صورتوں میں نماز توڑ دینا ضروری ہے۔

(۲) اگر مال کا خطرہ ہو۔ مثلاً نیت باندھ رکھی تھی کہ ٹرین چھوٹ گئی یا کوئی شخص جوتی اٹھا کر لے جانا چاہتا ہے یا ہنڈیا جلنے لگی اور جو کچھ اس میں پک رہا ہے وہ خراب ہونے لگا بشرطیکہ اس کی لاگت کم از کم چار پانچ آنے ہو۔ ان صورتوں میں نماز توڑ دینا جائز ہے (گناہ نہیں ہوگا)

(۳) انسانی حوائج سے مجبور ہو گیا تھا۔ مثلاً پیشاب یا خانے کا دباؤ بڑھ گیا اور خطا ہو جانے کا خطرہ ہو گیا تو نماز توڑ دے اور فراغت کے بعد نماز پڑھے۔

(۴) ماں۔ باپ۔ دادا۔ دادی کسی سخت تکلیف[۱] کی وجہ سے پکاریں تو فرض نماز توڑ دینا واجب ہے لیکن اگر مصیبت یا تکلیف کی وجہ سے نہیں بلکہ

---

[۱] مثلاً بیمار ماں باپ کسی ضرورت سے اٹھے اور گر پڑے اور کوئی رہا تھی حاشیہ صفحہ ۱۶۳ پر)

یونہی پکار لیا تو فرض توڑنی جائز نہیں ہے۔ البتہ نفلوں اور سنتوں میں گنجائش ہے۔[1]

سوالات

(۱) کیا نماز توڑنا کبھی فرض یا واجب بھی ہو جاتا ہے۔

(۲) نماز توڑنا فرض کب ہو جاتا ہے

(۳) اگر ماں باپ آواز دیں تو نماز توڑنا کب واجب یا فرض ہے اور کب جائز ہے

(۴) اگر ہنڈیا یا کتا لے جانے لگے تو آپ نماز توڑ سکتے ہیں یا نہیں۔

(۵) اگر مال کا خطرہ ہو تو نماز کب توڑی جا سکتی ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) دوسرا شخص موجود نہیں ہے۔ تو اس صورت میں نماز توڑ کر ان کو اٹھالے اور اگر ابھی گرے نہیں مگر گر جانے کا ڈر ہے اور اس حالت میں مدد کے لئے پکارتے ہیں تب بھی نماز توڑ دے۔

[1] اگر ان رشتہ داروں میں سے کسی نے آپ کو شدید ضرورت یا مصیبت کی بنا پر یا بلا کسی مصیبت کے یونہی پکارا اور ان کو یہ معلوم نہیں ہے کہ آپ نفلیں یا سنتیں پڑھ رہے ہیں تو اس صورت میں نفلوں یا سنتوں کی نیت توڑ کر ان کی تعمیل کرنا آپ پر واجب ہے اگر وہ جانتے ہیں کہ آپ نیت باندھے ہوئے ہیں پھر پکار رہے ہیں تو اس صورت میں اگر مصیبت یا تکلیف کی وجہ سے نہیں پکار رہے ہیں تو آپ پر نماز توڑنا واجب نہیں ہے آپ نماز پوری کر لیں پھر تعمیل ارشاد کریں۔

جمعہ اور نمازِ جمعہ

عربی مدرسوں اور دینی مکتبوں میں جمعہ کی چھٹی ہوا کرتی ہے۔ آج نہ جمعہ کا دن ہے نہ مدرسہ کی چھٹی ہے۔ صرف جمعہ کا بیان شروع ہوا ہے مگر اس مبارک نام[1] کی تاثیر دیکھو کہ دل چاہتا ہے کہ بیان ایسا ہو جس میں پہیلی کا مزا آئے اور اس طرح آج کی پڑھائی ایک قسم کی تفریح بن جائے۔

اچھا دیکھو۔ اس جماعت کے تمام ساتھی گنتی جانتے ہیں۔ ہم ایک بات پوچھتے ہیں۔ سمجھ بوجھ کر اس کا جواب دو۔ یہ کیا بات ہے کہ ایک دو سے لیکر سو تک تو ہر عدد کا الگ نام ہے مثلاً دس میں ایک ملتا ہے تو اس کو گیارہ کہتے ہیں۔ دو ملتے ہیں تو اس کو بارہ کہتے ہیں۔ اسی طرح پچاس میں مثلاً تین ملائے جائیں تو اس عدد کا نام ترپن ہوگا۔ ستر میں چار ملا دیں تو چوہتر نام ہوتا ہے نوے میں پانچ ملائے جائیں تو پچانوے ہوں گے سو تک ہر عدد کا نام الگ رہے گا۔ مگر سو کے بعد الگ نام نہیں بلکہ پہلے ناموں ہی کو دہراتے ہیں۔ مثلاً سو کے ساتھ ۲ ملیں تو اس مجموعہ کا الگ نام نہیں

---

[1] جمعہ مبارک نام ہے کیونکہ قرآن پاک میں یہی نام لیا گیا ہے۔ ورنہ عرب میں اس دن کو عروبہ کہا کرتے تھے۔

ہوگا بلکہ ایک سو دو کہا جائے گا۔ اور اگر گنتی لکھنا چاہیں تو ہندسوں کی شکلیں صرف نو ہیں۔ اس کے بعد انھیں شکلوں کو دہرایا جاتا ہے مثلاً ۱ + ۱ کے لئے کوئی ہندسہ نہیں بلکہ پہلے ہندسہ کو ملا کر ۱۱ بنا دیا جاتا ہے۔ ایسے ہی ۱۰ + ۲ = ۱۲ یعنی دس اور دو کے ہندسے دہرا دیئے گئے۔ صرف صفر کی جگہ ۲ لکھ دیا گیا۔

ایک اور بات سمجھو۔ بعض زبانوں میں ۹۹ سو تک بھی نہیں بلکہ صرف دس تک ہر ایک ہندسہ کا الگ نام ہے۔ دس کے بعد سو تک دہائیوں کے تو الگ الگ نام ہیں۔ مثلاً بست سی چہل۔ مگر ہندسوں کے نام الگ نہیں۔ وہی پہلے نام لوٹائے جاتے ہیں جیسے بست[۱] و یک، سی[۲] و دو، چہل[۳] و سہ، پنجاہ و چہار وغیرہ۔ یہ بتاؤ ایسا کیوں ہے۔ دس کے بعد (یا اردو میں سو کے بعد) ہر ایک ہندسے کے نام الگ کیوں نہیں ہیں؟

اس سے بھی زیادہ عجیب سوال یہ ہے کہ مہینہ چار پر تقسیم کرکے ہفتے بنائے گئے اور ہفتہ کے سات دنوں کے نام الگ الگ رکھے گئے۔ جمعہ۔ سنیچر۔ اتوار۔ پیر۔ منگل، بدھ۔ جمعرات۔ دنیا کی ہر قوم ہر ایک ملک اور ہر ایک زبان میں یہی بات ہے کہ مہینہ کو چار پر تقسیم کرکے ہفتے بنائے گئے اور ہفتہ کے ہر ایک دن کا نام الگ الگ رکھا گیا۔ اگر ہم سے مشورہ کیا جاتا تو ہم یہ مشورہ دیتے کہ مہینہ کو بجائے چار کے تین پر تقسیم کیا جائے اور عشرہ (دس دن) کے الگ الگ نام رکھے جائیں اس میں یہ بھی

۱؎ دس پہلی دہائی ہے اور دہائی کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ بائیں (الٹی) طرف لکھی جاتی ہے اگر ایک ہندسہ کی بائیں طرف لکھی جائے تو دس کی دہائی ہوئی جیسے ۱۲۔ دو کے بائیں طرف لکھی جائے۔ مثلاً ۲۰۵ تو سو کی دہائی ہو۔ الخ

آسانی ہوتی کہ کسر باقی نہ بچتی ۔

اور سنئے ۔ دن کو چوبیس پر تقسیم کر کے چوبیس حصے مانے گئے جن کو ہم گھنٹے کہتے ہیں اور گھڑی گھنٹے کچھ دنوں سے ہوئے ہیں مگر یہ رواج آج کا نہیں سینکڑوں ہزاروں برس[1] سے یہی چلا آرہا ہے کہ دن رات کے چوبیس گھنٹے مانے جاتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ جس طرح قدرت نے انگلیاں پانچ بنائیں ۔ ہاتھ پیر اور آنکھ، کان دو دو ۔ منہ میں زبان ایک اور دانت بتیس پیدا کئے ۔ اس کی اگر کوئی وجہ ہے تو پیدا کرنے والے قادر مطلق کے علم میں ہوگی ۔ انسانوں کا علم اتنا وسیع نہیں ہے کہ وہ اسکی وجہ پوچھ سکیں ۔ فائدے بیشک بتا سکتے ہیں مگر وجہ نہیں بتا سکتے ۔ اسی طرح ہفتہ میں سات دن[2] اور ان کے الگ الگ نام ہوس تک اور بعض زبانوں میں سوتک ہندسوں کے الگ الگ نام ۔ دن اور رات کی چوبیس حصوں میں تقسیم ۔ یہ سب باتیں ایسی ہیں جن کو دنیا تسلیم کرتی رہی کیونکہ

---

[1] عربوں نے ان چوبیس حصوں کے نام بھی الگ رکھے تھے ۔ مثلاً دن کے پہلے حصہ کا نام بکور ۔ دوسرے کا بزدرغ ۔ پھر غددہ ۔ پھر ضحوہ ۔ پھر ضحیٰ وغیرہ (فقہ اللغت للثعالبی) چوبیس ساعت (گھنٹوں) کا ذکر لسان نبوت سے بھی صادر ہوا چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ابو یعلی اور بیہقی نے نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یوم جمعہ کی چوبیس ساعتوں میں ایک ساعت قبولیت کی ہے (ترغیب و ترہیب باب فضل الجمعہ)

[2] بعض محققین کا خیال یہ ہے کہ سات دن کا تصور بائیبل سے ماخوذ ہے کیونکہ بائیبل میں ہے کہ اللہ تعالی نے ۶ دن میں زمین و آسمان اور تمام مخلوقات کو پیدا کیا اور ساتویں دن آرام کیا (تفصیل آگے آئے گی) بہر حال اگر یہ خیال صحیح ہے تو اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ ایسی تمام باتیں الہامی ہیں ۔ انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ انسانوں میں پھیلی ہیں خود انسان کی تصنیف نہیں ہیں، اسی وجہ سے انسان ان کی وجہ نہیں بتا سکتا ۔ (واللہ اعلم بالصواب)

تسلیم کرنے میں بیشمار فائدے تھے مگر وجہ اور سبب کسی نے آج تک بتایا نہ کوئی بتا سکتا ہے جب آپ ہفتہ کے سات دن بلا دلیل مان چکے تو ایک بات اور سنئے۔

دنیا کی ہر ایک قوم ہفتہ کے سات دنوں میں سے ایک کو متبرک مانتی ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ہاں اس دن کے مقرر کرنے میں اختلاف ہے مثلاً کچھ قومیں[۱]

---

[۱] یہودی سنیچر کو سبعت کہتے ہیں اور اس کو آرام کا دن مانتے ہیں۔ توریت کے ترجمہ میں ہے: موسیٰ نے بنی اسرائیل کی ساری جماعت کو جمع کر کے کہا وہ باتیں جن پر عمل کرنے کا خداوند نے تم کو حکم کیا ہے یہ ہیں چھ دن تک کاروبار کیا جائے اور ساتویں دن تمہارے لئے روز مقدس خداوند کے آرام کا سبت ہوگا جو کوئی اس میں کام کرے گا مار ڈالا جائے گا۔ تم سبت کے دن اپنی بستیوں میں آگ مت جلانا۔ خروج باب ۳۵ ۱ تا ۳۔ دوسرے موقع پر ہے۔ تو سبت کا دن پاک رکھنے کے لئے یاد کر۔ چھ دن تو محنت کر کے اپنے سارے کام کاج کر لیکن ساتواں دن خداوند تیرے کا سبت ہے۔ اس میں نہ کچھ نہ کر۔ نہ تو نہ تیرا بیٹا۔ نہ تیری بیٹی۔ نہ غلام نہ تیری لونڈی۔ نہ تیرے مواشی اور نہ تیرا مسافر جو تیرے پھاٹکوں کے اندر ہے کیونکہ خدا نے چھ دن میں آسمان اور زمین۔ دریا اور سب کچھ جو ان میں ہے بنایا اور ساتویں دن آرام کیا۔ اسلئے خداوند نے سبت کے دن کو برکت دی اور اسے مقدس ٹھہرایا۔ خروج ۲۰: ۸ تا ۱۱

مندرجہ بالا فقروں کے بعد چند باتیں ضروری ذہن نشین کر لیجئے

(الف) توراۃ کے ترجموں میں اللہ رب العالمین۔ حی قیوم کے لئے آرام کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ یہ اسلامی تعلیمات کے مخالف ہے۔ قرآن پاک میں جگہ جگہ ایسے عقائد کی تردید کی گئی ہے۔ ومامسنا من لغوب (ق) لاتاخذہ سنۃ ولا نوم (بقرہ)

کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کام انسانوں کی طرح نہیں ہوتے بلکہ اس کے صرف ارشاد "کن" سے جو کچھ چاہتا ہے وجود میں آجاتا ہے

(ب) قرآن حکیم میں بھی یہ ارشاد ہوا ہے کہ زمین و آسمان ۶ روز میں پیدا کئے مگر قرآن حکیم میں
(باقی حاشیہ صفحہ ۱۶۸ پر)

مشکل کو متبرک مانتی ہیں۔ کسی مذہب کے پیرو پیر کو مقدس مانتے ہیں۔ یہودی سنیچر (ہفتہ) کے دن کو اور عیسائی اتوار کو مقدس مانتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) یہ تصریح بھی ہے کہ خدا کے یہاں ایک دن ہمارے ہزاروں سال کی برابر ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں ایک دن ایسا بھی بتایا گیا ہے جو پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔ پس اردو کے محاورہ میں "دن" کے لئے "دور" کا لفظ مناسب ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے "چھ دور" میں زمین و آسمان پیدا کئے۔

(ج) توریت کی آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو بھی اللہ تعالیٰ کے اس طرز عمل اور اس سنت خداوندی کی اتباع کرنی چاہئے کہ چھ دن کام کرے اور ایک دن کو کام سے مستثنیٰ رکھے۔

(د) توریت کے ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دن کی تعیین اللہ تعالیٰ نے فرمادی ہے اور یہ دن وہ ہے جس کو سبت (یعنی ہفتہ یا سنیچر) کہتے ہیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ نے وضاحت کی ہے کہ دن کی تعیین اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے نہیں ہوئی تھی بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت نے یہ تعیین اپنی رائے سے کی تھی۔ اس مناسبت سے کہ اُن کے عقیدے کے مطابق جمعہ کے روز سلسلہ پیدائش مکمل ہوا تو اس سے اگلا دن۔ فراغت کا دن ہونا چاہیئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ارشاد سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تائید ہوئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "ابن آدم سبت کا مالک ہے"۔ متی ۱۲/۸ مرقس ۲/۲۸۔ لوقا ۶/۵ یہی وجہ ہے کہ نصاریٰ نے یہود کی پیروی نہیں کی۔ بلکہ ابن آدم کی ملکیت کا ثبوت اس طرح دیا کہ شنبہ کے بجائے یکشنبہ کو مقدس مانا۔ اس مناسبت سے اُن کے خیال میں اس دن سلسلۂ پیدائش شروع ہوا تھا۔

(ہ) توریت کی آیتوں کا ترجمہ بجنسہ نقل کیا گیا ہے۔ یہ ایک مثال ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں امت محمدیہ کو کتنی سہولتیں عطا ہوئی ہیں۔ یہود کے لئے سبت کے دن گھر کا کھلنا۔ آگ جلانا۔ کام کاج کرنا سب کچھ ممنوع تھا۔ اُمت محمدیہ سے یہ پابندیاں اٹھادی گئیں اور صرف لب لباب باقی رہ گیا یعنی ذکر اللہ جو تمام شریعتوں کا جوہر اور جملہ احکام کا مغز ہے۔ قرآن حکیم میں اسی جوہر کو ابھارا گیا ہے۔ جمعہ کے دن اسی مغز کو پوری اہمیت سے نمایاں کیا گیا اور جہاں تک کاروبار کا تعلق ہے وہ صرف اس تھوڑے سے وقفہ کے لئے ممنوع کردیا گیا جو اذان سے

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۶۹ پر)

صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے جمعہ کا دن منتخب کیا جسکو وہ اپنی زبان میں عَرُوبَہ کہتے تھے اور ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف بھی نہیں لائے تھے کہ صحابہ نے نماز جمعہ شروع کر دی[1]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) نماز تک ہوتا ہے۔ (مطالعہ کیجیے سورۂ جمعہ)

(د) جس طرح احکام میں لب لباب اور جوہر مغز لے لیا گیا ہے سلسلہ عقائد میں بھی اللہ تعالے کی ذات و صفات کے متعلق وہ تصریحات کر دی گئی ہیں جن سے اشتباہات ختم ہوگئے آرام وغیرہ کے تمثیلی الفاظ جو مجمل میں اور اس زمانے کے ناقص الاستعداد انسانوں کو سمجھانے کے لئے بول دیے گئے تھے۔ قرآن حکیم نے ان سب کو ختم کر کے ذات حق کے لئے وہ مقدس صفات ثابت کیں جو ایسے اشتباہات سے پاک و بالاتر ہیں۔

فالحمد للہ رب العالمین یہی معنی ہیں دین مکمل کے۔

[1] یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے جمعہ کے دن کو مبارک مانتے تھے (خطبات احمدیہ) مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں پیش کیا جاتا اور احادیث سے بھی اس کی تائید نہیں ہوتی اور اگر بالفرض یہ بات صحیح بھی ہو تب بھی یہی کہا جائیگا کہ جمعہ کا دن صحابہ نے اپنے اجتہاد ہی سے منتخب کیا۔ وجہ یہ ہے کہ چونکہ ملت ابراہیمی کی کوئی سند باقی نہیں رہی تھی اور کسی بھی رواج کے متعلق یہ فیصلہ ناممکن ہوگیا تھا کہ اس کا تعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعلیمات سے ہے یا عرب جاہلیت کی رسومات سے۔ اسی بنا پر ایمان و اسلام سے مشرف ہونے کے بعد صحابہ کرام عربوں کی رسمات کے مقابلہ میں یہود کے رواج کو ترجیح دیا کرتے تھے کیونکہ اُن کے پاس توریت کی ایک سند بہرحال موجود تھی۔ اس حالت میں یہود کی رسم کو چھوڑ کر عَرُوبہ کو منتخب کرنا لامحالہ صحابہ کا اجتہاد ہی تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ نمازوں کی رکعتیں پہلے دو دو ہی تھیں۔ پھر اضافہ کر کے (ظہر عصر اور عشاء میں) مقیم کے لئے چار چار کر دی گئیں اور مسافر کے لئے دو دو باقی رہیں اس روایت کی بنا پر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ سفر کی طرح جمعہ کی نماز میں بھی اضافہ نہیں کیا گیا۔ چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ خطبہ کو دو رکعت کے قائم مقام مانتے ہیں اور اسی بنا پر خطبہ کے وقت کلام و گفتگو کی ممانعت و سنجیدگی کے ساتھ خاموش رہنے کے وجوب کا ایک سبب یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ خطبہ دو رکعت نماز کے قائم مقام ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

دنوں بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے اس کی توثیق فرما دی۔ اور فرمایا:

ہفتہ کا وہ دن جو یہود و نصاریٰ پر فرض کیا گیا تھا جمعہ کا دن ہی تھا۔ مگر انہیں اس کی توفیق نہیں ہوئی۔ اللہ تعالےٰ نے ہمیں اس کی ہدایت فرمائی۔ ہم اگرچہ سب کے بعد آئے مگر پہل ہماری ہو گئی۔ پہلا دن (جمعہ) ہمارا، اس سے اگلا دن یہود کا۔ اس کے بعد عیسائیوں کا۔

یہود نے فراغت کے دن کو متبرک مانا۔ نصاریٰ نے آغاز پیدائش کے دن کو بیشک یہ دونوں نکتے بھی اہم ہیں۔ لیکن عبادت کے نقطۂ نظر سے مبارک وہ ہے جس میں عبادت کا درجہ بلند ہو اور اس کو شرف قبولیت حاصل ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ انتخاب اس لئے بہتر ہے کہ یوم جمعہ قبولیت کا دن ہے۔ کیونکہ وہ ہفتہ واری ساعت جس میں دعائیں خاص طور سے قبول ہوتی ہیں اسی دن میں آتی ہے۔ گویا جس طرح سال کی تین سو پچپن راتوں میں ایک رات قبولیت دعا کے لئے مخصوص ہے جس کو شب قدر کہتے ہیں۔ ایسے ہی ہفتہ کی ایک سو اڑسٹھ ساعتوں[1] میں ایک ساعت

---

(۱) چنانچہ یہود دن کے چوبیس حصے مانتے تھے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چوبیس ساعتوں کا تذکرہ فرمایا ہے (ملاحظہ ہو ابو یعلیٰ اور بیہقی کی روایت جو چند صفحے پہلے حاشیہ میں گذر چکی ہے) اس بنا پر ہفتہ کی ۱۶۸ ساعتیں تو ہو گئیں مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ ساعتیں ہمارے لئے گھنٹوں کی طرح برابر (۶۰ منٹ) کی ہوتی تھیں کیونکہ منٹ اور گھنٹہ کی اصطلاح اس کے بعد ایجاد ہوئی ہے۔ عربوں کی مقرر کردہ ساعتیں کم و بیش ہوتی تھیں یہی وجہ ہے کہ ہر موسم میں وہ دن کی بارہ ساعت اسی طرح رات کی بارہ ساعت مانتے تھے حالانکہ گھنٹے گھٹتے بڑھتے ہیں کبھی رات چودہ گھنٹہ کی ہو جاتی ہے کبھی دس گھنٹہ کی۔

قبولیت دعا کے لئے مخصوص ہے جو جمعہ[۱] کے دن ہوتی ہے۔

جہاں تک سلسلہ پیدائش کا تعلق ہے تو اس لحاظ سے بھی یہی دن قابلِ ترجیح ہے کیونکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس روز سلسلہ پیدائش مکمل ہوا۔ تکمیل کا آخری مرحلہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش تھی وہ اسی روز عصر اور مغرب کے درمیان ہوئی[۲]۔

آخرت کے لحاظ سے بھی اس دن کو وہ خصوصیت اور شرف حاصل ہے جو کسی اور دن کو نصیب نہیں کیونکہ وہ دن جو جنت میں تجلّی ربانی کے لئے مخصوص ہوگا جس میں اہل ایمان کو دیدار خداوندی اور شرف ہم کلامی نصیب ہوا کرے گا۔ جمعہ ہی کا دن ہوگا[۳]۔

پس یہ وہ روز سعید ہے جس کی فطرت میں ازل سے لے کر ابد تک سعادت ہی سعادت اور برکت ہی برکت ہے۔ اس لئے یہ کہنا درست ہے کہ یہ ہفتہ وار عید ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کی ایک تقریر میں ارشاد فرمایا۔

مسلمانو! اللہ نے اس دن کو تمہارے لئے عید بنایا ہے لہٰذا آج غسل کرو۔ میسّر ہو تو خوشبو لگاؤ، مسواک کرو۔[۴]

---

[۱] جمعہ کا دن تو طے ہے مگر جس طرح شب قدر کے لئے کوئی تاریخ یا دن مقرر نہیں اسی طرح قبولیت کی یہ ساعت بھی معین نہیں واللہ اعلم بالصواب

[۲] مسلم شریف [۳] مسلم شریف و ترمذی شریف و مشکوٰۃ شریف الابواب صفۃ الجمعہ وا۔

[۴] موطا امالک و ابن ماجہ شریف۔

روز جمعہ ان تمام دنوں میں بہتر ہے جن پر آفتاب طلوع ہوتا ہے۔ [1]

ہفتہ واری عید (جمعہ) کے آداب و احکام

دین کامل کی تعلیم مکمل کا پہلا کمال تو یہ ہے کہ ہفتہ واری کے لئے وہ دن منتخب ہوا جو ہر لحاظ سے بہتر ہے جس میں ایک ایسی پارس کی پتھری ہے کہ اگر میسر آجائے تو انسان کو کندن بنا دیتی ہے۔ دوسرا کمال یہ ہے کہ اس دن کے وہ آداب مقرر کئے جو اگر روحانی لحاظ سے اکسیر ہیں تو تہذیب و تمدن، شہریت، حفظان صحت اور سماجی زندگی کے لحاظ سے بھی تریاق ہیں۔ مثلاً

(۱) پوری آبادی کے تمام مسلمانوں کا پنج وقتہ نمازوں میں یا دن رات کی کسی ایک نماز میں اکٹھا ہونا کاروباری لحاظ سے بھی مشکل تھا اور آنے جانے کے لحاظ سے بھی دشوار تھا۔ لہذا نماز جمعہ کے متعلق حکم ہوا کہ پوری آبادی کے تمام مسلمان ایک مسجد میں جمع ہو کر یہ نماز ادا کریں۔ جب سیکڑوں ہزاروں مسلمان شہر کے کونے کونے سے پہنچکر اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوں گے پیشانی زمین پر رکھیں گے تو لامحالہ رحمت حق متوجہ ہوگی جس کا پہلا فائدہ یہ ہوگا کہ ثواب میں اضافہ ہوگا۔ چنانچہ بشارت دی گئی کہ جس طرح پنجگانہ جماعت کے ساتھ نماز کا ثواب ستائیس گنا ہوتا ہے، جامع مسجد کی نماز کا ثواب پانچسو گنا ہوتا ہے۔ [2]

---

[1] مسلم شریف وغیرہ [2] ابن ماجہ شریف باب ما جاء فی الصلوٰۃ فی المسجد الجامع

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ہفتہ بھر کی[1] بھول چوک۔ غلطیاں اور خطائیں معاف[2] ہوجائیں گی۔ بلکہ ہفتہ سے بھی زائد دس دن کی غلطیاں معاف ہوجائیں گی[3]

(۲) سب کے اجتماع سے مسلمانوں میں نظم واتحاد کی شکل پیدا ہوگی۔ جو سیاسی لحاظ سے بھی مفید ہوسکتی ہے اور سماجی لحاظ سے بھی۔

(۳) حجامت غسل۔ کپڑے دھونا۔ بدلنا۔ خوشبو لگانا اور اس طرح کی صفائی ستھرائی۔ ہر ایک سے روزانہ نہیں ہوسکتی تو جمعہ کا دن مقرر کیا گیا تاکہ آسانی[4] بھی رہے اور حفظانِ صحت کے لئے جس صفائی کی ضرورت ہے وہ بھی لازمی حد تک[5] پوری ہوتی رہے۔

پس روز جمعہ کے آداب یہ ہیں:۔

(۱) سویرے سے نماز جمعہ کی تیاری شروع کردو۔ اگر کپڑے دھلے ہوئے

---

[1] بخاری شریف [2] یاد رکھنا چاہیئے کہ جن گناہوں کی معافی کا وعدہ احادیث مبارکہ میں کیا گیا ہے وہ ایسے ہی گناہ ہیں جن کو بھول چوک اور غلطی خطا کہنا چاہیئے۔ یعنی صغیرہ گناہ ان کے لئے ذنب خطاء اور سیئہ کا اطلاق ہوتا ہے قال اللہ تعالیٰ ان الحسنات یذھبن السیئات، وقال اللہ تعالیٰ ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنہ نکفر عنکم سیئاتکم وقال فی حق رسولہ صلی اللہ علیہ لیغفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر کبیرہ گناہ کو "معصیت" کہا جاتا ہے اس کی معافی توبہ سے ہوتی ہے اعمال حسنہ کبائر کے لئے کفارہ نہیں ہوتے۔ الا ان یشاء اللہ۔ کما قال اللہ تعالیٰ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء واللہ اعلم بالصواب

[3] صحاح [4] اور وہ یُسر اور سہولت حاصل ہو جو دین اسلام کی ممتاز خصوصیت ہے [5] کیونکہ گرم ملکوں میں ہفتہ میں ایک مرتبہ بھی غسل نہ ہو تو بسا اوقات صحت خراب ہوجاتی ہے۔

ہنیں ہیں تو ان کو دھولو۔

(۲) ضرورت ہو تو حجامت بنواؤ۔ پوشیدہ بال صاف کرو۔

(۳) اچھی طرح مسواک کرو۔ خوب بدن مل کر غسل کرو۔ صابن وجود ہو تو صابن لگا کر غسل کرو۔

(۴) کپڑے بدلو۔ تیل ملو خوشبو لگاؤ

(۵) جامع مسجد پیدل جاؤ

(۶) کوشش کرو کہ سب سے پہلے جامع مسجد پہنچ جاؤ) کیونکہ سب سے پہلے پہنچنے والے کو بہت زیادہ ثواب ملتا ہے۔ پھر درجہ بدرجہ ثواب کم ہوتا رہتا ہے [1]

(۷) جامع مسجد میں پہنچکر تحیۃ المسجد [2] ادا کرو۔ وقت شروع ہو گیا ہو تو جمعہ کی چار سنتیں بھی پڑھ لو اور امام کے قریب دہنے جانب بیٹھنے کی کوشش کرو۔

(۸) جب خطبہ شروع ہو تو قطعاً خاموش ہو جاؤ۔ اشارے سے بھی بات نہ کرو۔

---

[1] احادیث میں ہے کہ "مسجد" کے دروازے پر فرشتے موجود رہتے ہیں اور آنے والوں کا ثواب درجہ بدرجہ لکھتے رہتے ہیں اور جب خطبہ شروع ہو جاتا ہے تو اپنا روزنامچہ بند کر کے خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

[2] یاد رکھنا چاہیئے کہ تحیۃ المسجد اس وقت تک ہے جب تک بیٹھے نہیں۔ بیٹھنے کے بعد تحیۃ المسجد کا ثواب ختم ہو جاتا ہے البتہ اگر بیٹھنے سے پہلے مثلاً جمعہ کی سنتیں شروع کر دیں تو اس ضمن میں تحیۃ المسجد ادا ہو جائے گی۔ یہ جو رواج ہے کہ لوگ پہلے بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر سنتوں کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اس میں تحیۃ المسجد کا موقع نکل جاتا ہے۔

(۹) اگر ایسے وقت پہنچو کہ خطبہ ہو رہا ہو تو جہاں جگہ ملے خاموشی سے بیٹھ جاؤ۔ گردنیں پھاندتے ہوئے آگے نہ بڑھو۔ اس کی بہت سخت ممانعت ہے۔

ہمارے آقا شاہِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"جو شخص جمعہ کے روز غسل کر کے، پاک صاف ہو کر تیل اور خوشبو لگا کر گھر سے چلا۔ مسجد میں سکون و اطمینان سے پہنچا صفوں کو پھاندتے ہوئے اور لوگوں کو ہٹاتے ہوئے آگے نہیں بڑھا۔ نہایت خاموشی سے خطبہ سنتا رہا۔ پھر اسی طرح خشوع و خضوع اور اطمینان کے ساتھ نماز پڑھی۔ اُس نے جمعہ سے جمعہ تک اور مزید تین دن کے گناہ معاف کرا لئے[۱]

سوالات

(۱) ہفتہ میں سات ہی دن کیوں ہوتے ہیں

(۲) یہودی ہفتہ کا مقدس دن کس کو مانتے ہیں اور عیسائی کون سے دن کو۔ اور اس کی وجہ کیا بیان کرتے ہیں۔

(۳) عرب جمعہ کے دن کو کیا کرتے تھے۔

(۴) جمعہ کے دن کی خاص فضیلت کیا ہے۔

(۵) نماز جمعہ اگر جامع مسجد میں پڑھی جائے تو ثواب کتنا ہوتا ہے۔

---

[۱] بخاری شریف۔ مسلم شریف وغیرہ

شرائط و فرائض جمعہ

نماز جمعہ اگرچہ نماز ظہر کے قائم مقام ہے۔ مگر اپنی شان نرالی رکھتی ہے کیونکہ یہ ہفتہ واری عید کی نماز ہے۔

اس کی یہ شان نہ ہر محلہ کی مسجد میں نکھر سکتی ہے، نہ ہر آبادی میں اس کی اصلی شان تو اسی وقت نمایاں ہوتی ہے کہ شہر کے تمام مسلمان جامع مسجد میں جمع ہوں۔ شہر کا منتخب عالم (اور اگر اسلامی حکومت ہو تو شہر کا مسلمان افسر اعلیٰ یا اس کا قائم مقام) نماز پڑھائے اور یہ سب بندے بارگاہِ خداوندی میں سربسجود ہوں۔ پس جبکہ نماز جمعہ کی شان نرالی ہے۔ تو اس کے فرض ہونے کی شرطیں بھی جدا ہیں۔ نماز درست ہونے کی صورتیں بھی اور ہیں اور طریقہ ادائیگی بھی علیحدہ ہے۔ ان کو تفصیل وار مطالعہ کیجیے۔

نماز جمعہ کس پر فرض ہوگی

چونکہ جمعہ کی یہ شان ہر مسلمان نہیں نبھا سکتا۔ اس لئے نابالغ بچے، عورتیں مسافر، دوسروں کا پابند زرخرید غلام۔ فاتر العقل۔ اندھے، لولے لنگڑے اپاہج اور معذور اس کی فرضیت سے مستثنیٰ ہیں۔ ان پر نماز جمعہ فرض نہیں ہوتی۔ ہاں اگر پڑھ لیں تو ان کی نماز درست ہو جاتی ہے اور ظہر کی نماز

ان کے ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے پس خصوصیت سے[1] نماز جمعہ فرض ہونے کی شرطیں یہ ہیں:۔ مرد ہونا۔ آزاد ہونا[2]۔ تندرست ہونا۔ مقیم ہونا۔

نماز جمعہ درست ہونے کی شرطیں

نماز جمعہ صحیح ہونے کی پہلی شرط یہ ہے کہ جہاں نماز پڑھی جا رہی ہے وہ ایسی جگہ ہو جہاں تھوڑی بہت شہریت پائی جاتی ہو چھوٹے[3] گاؤں میں جمعہ درست نہیں ہے شہر کے آس پاس کی ایسی آبادی کہ شہر کی ضرورتیں اس سے متعلق ہوں مثلاً شہر کے مردے وہاں دفن ہوتے ہوں یا چھاؤنی ہو تو وہ بھی شہر کے حکم میں ہے نماز جمعہ وہاں بھی ہو سکتی ہے۔

---

[1] صاحب درمختار نے عقل، بلوغ، چلنے پھرنے کی طاقت وقدرت کا ہونا، جیل وغیرہ میں مقید نہ ہونا، شدید بارش، شدید سردی، برف، سخت کیچڑ نہ ہونا۔ اسی طرح دشمن کی ایذا رسانی کے خوف نہ ہونے کو بھی شرائط میں شمار کرایا ہے مگر جمعہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں بلکہ عقل و بلوغ کے بغیر تو سرے سے نماز ہی فرض نہیں باقی دوسرے عذر ایسے ہیں جن کی موجودگی میں نماز تو فرض ہو جاتی ہے مگر جماعت کی حاضری ضروری نہیں رہتی پس نماز جمعہ کیلئے انکی خصوصیت نہیں ہے بلکہ پنجگانہ نماز کی جماعت کے لئے بھی ان عذروں کا نہ ہونا شرط ہے۔ ان میں کوئی عذر پایا گیا تو جمعہ ہی نہیں بلکہ پنجگانہ نماز کی جماعت کی تاکید بھی ختم ہو جاتی ہے [2] یعنی شخصی غلامی سے بھی آزاد ہو کسی کا زر خرید غلام نہ ہو قید و بند سے بھی آزاد ہو چنانچہ جو مسلمان کسی وجہ سے جیل خانہ میں بند ہے اس پر نماز جمعہ فرض نہیں ہے [3] چھوٹے گاؤں کا ... کیا گیا ہے کہ ... ایک سے زائد مسجدیں ہوں اور عاقل بالغ مسلمان مردوں کی تعداد اتنی ہو کہ گاؤں کی سب سے بڑی مسجد ... کو نہ سما سکے تو ایسا گاؤں بڑا گاؤں سمجھا جائیگا وہ شہر کے حکم میں ہوگا اور نماز جمعہ اس میں جائز ہوگی۔ (درمختار وغیرہ) سہولت کیلئے یہ بتا دیا جاتا ہے کہ اگر گاؤں کی آبادی دو ہزار ہو تو وہ بڑا گاؤں مانا جائیگا واللہ اعلم بالصواب) یہ بات خاص طور پر قابل توجہ ہے کہ اس قسم کی علامتوں کی بنا پر اگر کسی جگہ جمعہ جاری کر دیا گیا تو اب اسکو بند کرنے کی کوشش نہ کرنی چاہیے کما فی الدر المختار بعد ما ذکر فی جواز الجمعۃ فی الرساتیق اذا اذن الحاکم ببناء الجامع فیہ۔ واذا اتصل بہ الحکم صار مجمعا علیہ فلیحفظ قلت فی بلاد لیس فیھا امیر ولا حاکم مسلم بحکم جماعۃ المسلمین فیکفی ... واللہ اعلم بالصواب۔ کذا افادنا الاستاذ العلامۃ المحدث السید انور شاہ الکشمیری قدس اللہ سرہ العزیز۔

دوسری شرط۔ نماز ظہر کا وقت
تیسری شرط۔ نماز سے پہلے خطبہ پڑھنا
چوتھی شرط۔ جماعت
پانچویں شرط۔ اذنِ عام[1] یعنی ایسی جگہ جہاں پہنچنے کی سب کو اجازت ہے۔

نماز جمعہ ادا کرنے کا طریقہ

زوال آفتاب کے بعد جب ظہر کا وقت شروع ہو تو جمعہ کی اذان دی جائے پھر جب جماعت کا وقت ہو تو نماز سے پہلے امام منبر پر بیٹھے۔ موذن خطبہ کی اذان کہے۔ جب اذان ہو چکے تو امام نمازیوں کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور خطبہ پڑھے۔ پہلا خطبہ پڑھ کر تھوڑی دیر بیٹھ جائے۔ پھر کھڑا ہو کر دوسرا خطبہ پڑھے۔ جب دوسرا خطبہ ہو تو امام منبر سے اتر کر محراب کے سامنے کھڑا ہو جائے اور موذن تکبیر شروع کرے تب حاضرین کھڑے ہو کر امام کے ساتھ فرض جمعہ کی دو رکعت ادا کریں۔ امام قرأت جہر سے کرے

آدابِ خطبہ خطیب کیلئے

خطیب کے لئے آداب یہ ہیں:۔
منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھے۔ نمازیوں کی طرف مخاطب ہو کر پڑھے خطبہ عربی زبان میں پڑھے۔ دو خطبے پڑھے

---

[1] اذن کے معنی اجازت۔ اذنِ عام سے مطلب یہ ہے کہ سب کو اجازت ہو جو چاہے نماز میں آکر شریک ہو سکے اگر خاص لوگ آسکتے ہیں اور ہر شخص کو آنے کی اجازت نہ ہو وہاں نماز جمعہ صحیح نہیں ہے جیل خانہ میں قیدیوں پر نماز جمعہ واجب نہیں ہوتی اور اگر وہ جیل خانہ میں نماز جمعہ پڑھیں تو صحیح بھی نہ ہوگی

دونوں خطبوں کے بیچ میں اتنی دیر بیٹھ جائے۔ جتنی دیر میں تین آیتیں پڑھی جا سکتی ہیں۔

حمد۔ ثنا۔ درود۔ استغفار کے علاوہ عام مسلمانوں کے لئے دعا اور نیز خلفاء راشدین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمین محترمین، صحابہ کرام خصوصاً عشرہ مبشرہ اور آل اطہار کا ذکر خیر بھی ہو۔

دونوں خطبے مختصر ہوں یعنی طوال مفصل کی کسی ایک صورت کے برابر ہوں۔

آداب خطبہ حاضرین کیلئے

(۱) امام کی طرف متوجہ رہیں۔ پورے غور سے نہایت خاموشی کے ساتھ خطبہ سنیں۔ اگر آواز نہ آرہی ہو تب بھی خاموشی سے کان لگائے رہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک آئے تو صرف دل ہی دل میں درود شریف پڑھ لیں۔

مکروہات

یہ باتیں مکروہ ہیں

(۱) عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ پڑھنا۔ [۶]

لہٰذا عم یعنی چچا۔ عمین دونوں چچا۔ محترم واجب الاحترام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ چچا جن کا ذکر مبارک اور خیر کے ساتھ خطبہ میں کیا جاتا ہے یہ ہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ جن کی کنیت ابو الفضل ہے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جن کی کنیت ابو عمارہ ہے جو جنگ احد میں شہید ہوئے اور دشمنوں نے غصہ میں آپ کے کان ناک وغیرہ کاٹ لئے سید الانبیاء رحمۃ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سید الشہداء کا خطاب دیا اسی خطاب کے ساتھ آپ کو خطبوں میں یاد کیا جاتا ہے۔ [۵] سورہ حجرات سے سورہ بروج تک جتنی سورتیں ہیں ان کو طوال مفصل کہا جاتا ہے۔ [۶] درمختار۔ [۷] نفس خطبہ ادا ہو جائے گا البتہ خلاف سنت ہونے کے باعث کراہت رہے گی۔

(۲) طویل خطبہ پڑھنا بالخصوص جب نمازیوں کو گرمی، سردی یا بارش وغیرہ کی پریشانی ہو۔

(۳) تشہد (التحیات) کی مقدار سے کم خطبہ پڑھنا۔

(۴) باتیں کرنا[1]۔ (۵) نماز سنت یا نفل شروع کرنا (۶) کھانا پینا (۷) کسی بات کا جواب دینا (۸) قرآن مجید وغیرہ پڑھنا[2]

غرض جن باتوں سے بھی خطبہ سننے میں حرج ہوتا ہو وہ سب مکروہ ہیں اور جس طرح خطبۂ جمعہ کے وقت مکروہ ہیں۔ خطبۂ عید یا خطبۂ نکاح کے وقت بھی مکروہ ہیں اور جس وقت سے کہ امام خطبہ پڑھنے کے لئے اس وقت سے مکروہ ہیں۔

تشریحات جیسے ہی جمعہ کی اذان ہو جائے مسجد کے لئے روانہ ہو جانا واجب ہو جاتا ہے اور خرید و فروخت ممنوع ہو جاتی ہے چلتے چلتے یا مسجد میں خرید و فروخت کرنا یا خرید و فروخت کی بات کرنا بھی جائز نہیں رہتا۔

(۲) خطبہ کی اذان خطیب کے سامنے ہونی چاہیئے۔ منبر کے پاس ہو یا ایک دو صفوں کے بعد یا ساری صفوں کے بعد اور اگر مسجد کے باہر ہو تو بھی جائز ہے۔

(۳) جمعہ کی نماز میں امام کے سوا کم سے کم تین آدمی ہونے ضروری ہیں۔

---

[1] خواہ دنیا کی ہوں یا دین کی۔

[2] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک خطبہ میں سنے تو دل دل میں درود پڑھے۔ زبان سے بالخصوص آواز سے درود شریف پڑھنا مکروہ ہے۔

اگر تین آدمی نہیں ہوں تو جمعہ کی نماز صحیح نہ ہوگی۔

(۴) خطبہ کے وقت بھی کم سے کم تین آدمی ہونے ضروری ہیں۔ مگر تنہا خطبہ پڑھ لیا تو خطبہ جائز نہیں ہوا۔[1]

(۵) اگر کوئی شخص جمعہ کے قعدہ اخیرہ میں آکر شامل ہوا وہ جمعہ کی دو رکعتیں ہی پوری کرے گا۔

سوالات

(۱) یہودی کن کو کہتے ہیں اور عیسائی کون ہوتے ہیں

(۲) یہودی کس دن کو مقدس مانتے ہیں اور کیوں اور عیسائی کس دن کو مقدس مانتے ہیں اور وجہ کیا بتاتے ہیں۔

(۳) جمعہ کے دن کا انتخاب کس نے کیا۔

(۴) جمعہ کے مقدس اور متبرک ہونے کے وجوہات بیان کرو

(۵) جمعہ کا خطبہ کس طرح پڑھنا چاہیئے۔

(۶) خطبہ کم سے کم کتنا ہونا چاہیئے۔ اور کس زبان میں ہونا چاہیئے۔

(۷) نماز جمعہ کس پر واجب ہوتی ہے

(۸) نماز جمعہ کے لئے کیا کیا شرطیں ہیں

(۹) روز جمعہ کے آداب کیا ہیں

(۱۰) وہ باتیں بتاؤ جو خطبہ کے وقت مکروہ ہیں۔

---

[1] ضروری ہے کہ نماز میں نیز خطبہ کے وقت کم از کم تین آدمی ہوں لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ وہی تین آدمی ہوں۔ پس اگر خطبہ سننے والے تین آدمی چلے گئے اور دوسرے تین آدمی جماعت کے وقت شریک نماز ہوگئے تو جمعہ ہوگیا۔

نماز عید

ہفتہ واری عید یعنی جمعہ اور نماز جمعہ کا ذکر آپ پہلے پڑھ چکے ساتھ ساتھ سالانہ عید کا بیان بھی پڑھ لیجئے

سال میں دو عیدیں آتی ہیں (۱) رمضان شریف کے ختم پر یعنی یکم شوال[1] المکرم کو اس کو عید الفطر[2] کہتے ہیں (۲) ذی الحجہ کی دس تاریخ کو جسے عید الاضحیٰ[3] کہا جاتا ہے۔

جمعہ کی طرح عید کی بھی دو رکعتیں ہوتی ہیں۔ دونوں میں قرأت آواز سے پڑھی جاتی ہے۔ دونوں میں خطبہ ہوتا ہے اور جن پر جمعہ کی نماز فرض ہوتی ہے۔ انھیں پر عید کی نماز واجب ہوتی ہے اور جو شرطیں جمعہ کی نماز کی ہیں وہی عید کی نماز کی بھی ہیں۔ فرق یہ ہے۔

---

[1] یاد کر لیا جائے کہ شوال سنہ ہجری یعنی اسلامی مہینوں کا دسواں مہینہ ہے۔ اسلامی مہینوں کے نام یہ ہیں۔ محرم۔ صفر۔ ربیع الاول۔ ربیع الثانی۔ جمادی الاول۔ جمادی الثانی۔ رجب۔ شعبان۔ رمضان۔ شوال۔ ذی قعدہ۔ ذی الحجہ۔ ان کے لئے تعظیمی الفاظ بھی استعمال کئے جاتے ہیں مثلاً محرم الحرام۔ صفر المظفر۔ رجب المرجب۔ شعبان المعظم۔ رمضان المبارک۔ شوال المکرم

[2] فطر اور فطرہ روزہ کھولنا۔ چونکہ رمضان المبارک کے پورے مہینے روزے کے بعد یہ دن افطار کا ہوتا ہے اسلئے اس کو عید الفطر کہتے ہیں

[3] اضحیٰ قربانی اور الضحیٰ کے معنی بھی چاشت کے ہیں اسلئے عید الضحیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ ضحیٰ کے معنی ہیں دھوپ پھیلنا اور دوپہر چونکہ یہ قربانی بھی دھوپ چڑھنے پر ہوتی ہے اسلئے اس قربانی کو ضحیٰ یا اضحیٰ یا ضحیہ کہتے ہیں اور شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بموجب جیسے ہو سکے نماز سے پہلے قربانی جائز نہیں۔

۱۔ جمعہ کی نماز فرض ہے۔ نماز عید واجب۔

۲۔ نماز جمعہ کا وقت زوال کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور نماز عید کا آفتاب نکلنے سے کچھ دیر بعد سے یعنی اشراق کے وقت سے شروع ہوتا ہے اور زوال سے کچھ پہلے ختم ہو جاتا ہے۔

۳۔ نماز عید کو جاتے آتے یہ تکبیر کہی جاتی ہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ
اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

اس کو تکبیر تشریق کہا جاتا ہے۔

۴۔ عید کی نماز میں چھ تکبیریں زائد کہی جاتی ہیں ان کو تکبیرات زوائد کہا جاتا ہے (تفصیل آگے آرہی ہے۔)

۵۔ عید کی نماز میں خطبہ بعد میں ہوتا ہے اور نماز جمعہ کا خطبہ نماز سے پہلے۔

۶۔ جمعہ کی نماز میں خطبہ فرض ہے اور نماز عید میں خطبہ سنت ہے

۷۔ جمعہ کی نماز میں دو اذانیں اور ایک تکبیر ہوتی ہے اور عید کی نماز میں نہ اذان ہوتی ہے نہ تکبیر۔

اب عید اور بقر عید کے مستحبات و فرائض علیحدہ علیحدہ معلوم کیجئے اور یاد رکھئے۔

مستحبات عید الفطر	غسل اور مسواک کرنا۔ اپنے پاس جو کپڑے ہیں ان میں سے اچھے کپڑے پہننا۔ خوشبو لگانا۔ نماز کو

جانے سے پہلے کھجور یا کوئی میٹھی چیز کھانا۔ عید گاہ میں نماز پڑھنا۔ پیدل جانا ایک راستہ سے جانا اور دوسرے سے واپس آنا۔ عید کی نماز سے پہلے گھر میں یا عیدگاہ میں نفل نماز نہ پڑھنا اور عید کی نماز کے بعد عیدگاہ میں نفل نہ پڑھنا

نماز پڑھنے کا طریقہ

نماز جمعہ کی طرح نماز عید کی بھی دو رکعتیں ہیں۔ خصوصیت یہ ہے کہ عید کی نماز میں چھ تکبیریں زیادہ کہی جاتی ہیں۔ آپ جب جماعت کی صف سیدھی کر کے نیت باندھنے لگیں تو دل میں یہی ارادہ کر لیں کہ

"میں دوگانہ عید الفطر چھ زائد تکبیروں کے ساتھ اس امام کے پیچھے پڑھ رہا ہوں۔"

اسی کو آپ زبان سے ادا کر لیں۔ پھر تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لیں۔ اور سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ پڑھیں۔

سبحانک اللہم ختم کرنے کے بعد دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے ہوئے اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ہاتھ چھوڑ دیجئے۔ پھر دوسری بار کانوں تک ہاتھ اٹھا کر اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہیے اور ہاتھ چھوڑ دیجئے۔ پھر تیسری مرتبہ کانوں تک ہاتھ اٹھاتے ہوئے اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہیے اور اس دفعہ ہاتھ چھوڑنے کے بجائے باندھ لیجئے۔ امام اعوذ باللہ اور بسم اللہ آہستہ اور الحمد اور سورت جہر سے پڑھے گا۔ آپ خاموشی سے کان لگائے سنتے رہیں گے۔ قرأت کے بعد رکوع اور سجدہ ہوگا۔ دوسری رکعت میں امام پہلے قرأت کرے۔ قرأت سے فراغت کے بعد دونوں ہاتھ کانوں تک

اٹھا کر تکبیر کہی جائے اور ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں۔ پھر کانوں تک ہاتھ اٹھا کر دوسری تکبیر کہی جائے اور ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں۔ پھر تیسری مرتبہ، اسی طرح کانوں تک ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہی جائے اور ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں پھر بغیر ہاتھ اٹھائے چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع میں جائیں اور قاعدے کے موافق نماز پوری کریں۔

پھر امام کھڑے ہو کر خطبہ پڑھے اور تمام لوگ خاموش بیٹھ کر سنیں عیدین میں بھی دو خطبے ہیں اور دونوں کے درمیان بیٹھنا مسنون ہے۔

تشریحات

۱۔ نیت کرتے ہوئے دوگانہ عید کے بجائے عید کی واجب نماز بھی کہہ سکتے ہیں۔

۲۔ کوئی بھی تکبیر ہو آپ امام کے تابع کی حیثیت سے تکبیر کہیں یعنی امام پہلے تکبیر کہے اور آپ اس طرح تکبیر کہیں کہ آپ کی تکبیر امام کی تکبیر کے بعد ختم ہو اگر آپ کی تکبیر تحریمہ امام کی تکبیر سے پہلے ختم ہو گئی تو آپ کی نماز نہیں ہوگی

۳۔ بقر عید کی نماز بھی بالکل اسی طرح ہوگی۔ البتہ نیت باندھتے ہوئے آپ دوگانہ عید الفطر کے بجائے دوگانہ عید الاضحیٰ یا عید الضحیٰ کی واجب نماز کہیں۔

۴۔ اگر کسی مجبوری کی بنا پر عید الفطر کی نماز پہلے روز نہ پڑھی جائے تو دوسرے روز پڑھی جا سکتی ہے۔ اس کے بعد نہیں۔

عید الاضحیٰ کے خاص احکام

عید الفطر کے مستحبات آپ پڑھ چکے ہیں یہی باتیں عید الاضحیٰ میں بھی مستحب اور مسنون ہیں۔ فرق صرف یہ ہے۔

۱۔ نماز سے پہلے ناشتہ نہ کیا جائے بلکہ نماز کے بعد اور اگر آپ کے یہاں قربانی ہو تو قربانی کے گوشت سے کیا جائے۔

۲۔ راستہ میں یہ تکبیر زور سے کہتے ہوئے جائیں۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

۳۔ اگر کسی مجبوری سے بقر عید کی نماز پہلے دن نہ پڑھی جا سکے تو اگلے روز یعنی ۱۱ کو اور اس دن بھی مجبوری ہو تو ۱۲ کو پڑھی جا سکتی ہے اس کے بعد نہیں پڑھی جائے گی۔

ماہ ذی الحجہ کے خاص دن، انکے نام اور تکبیرات تشریق	۹ ذی الحجہ سے ۱۳ ذی الحجہ تک یہ پانچ دن اس مہینہ میں خاص ہیں

حج کے موقع پر ان دنوں میں خاص خاص فرض ادا کئے جاتے ہیں ان کے نام بھی الگ الگ ہیں۔ ۹ ذی الحجہ کو یوم عرفہ کہا جاتا ہے۔ ۱۰ ذی الحجہ کو یوم النحر اور ۱۱، ۱۲، ۱۳ کو ایام تشریق کہتے ہیں۔ یہی تکبیر جو چند سطر اوپر آپ پڑھ چکے ہیں جو نماز کو جاتے ہوئے راستہ میں پڑھی جاتی ہے اس کو تکبیر تشریق کہتے ہیں۔ اس کی جمع تکبیرات تشریق ہے۔ ان پانچ دنوں میں ہر فرض نماز کے بعد تکبیر تشریق کہنا واجب ہے۔ نویں تاریخ کو نماز فجر کے بعد سے یہ تکبیر شروع ہوتی ہے۔ پھر ہر فرض نماز کے بعد تیرھویں تاریخ کی عصر تک یہ تکبیر کہی جاتی ہے ہر شخص کا سلام پھیرتے ہی آواز سے ایک مرتبہ یہ تکبیر کہنی چاہئے۔ البتہ عورتیں آواز سے نہ کہیں۔ اگر امام بھول جائے تب بھی مقتدی ضرور کہیں۔

جَنازہ اور نمازِ جَنازہ

جَنازہ | جیم پر زبر۔ مُردہ۔ اور جیم کے نیچے زیر۔ وہ تختہ جس پر مُردہ کو لٹاتے ہیں۔ مگر اُردو میں میّت کو جنازہ کہنے لگے ہیں۔

مومن کی پوری زندگی اللہ کی یاد میں گذرنی چاہیئے ایسی ہی اس کی موت ہونی چاہیئے۔ مبارک ہیں وہ جن کا خاتمہ اللہ کی یاد میں اور اللہ کے نام پر ہو، بچے کے دہنے کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر کہہ کر اس کو نامِ خدا سے آشنا کیا تھا۔ مرنے کے وقت نامِ خدا کی یاد دلاؤ اور جب مرجائے تو یہی نام لیتے لیتے اسے دفن کر دو۔ یہ تمہارا فرض ہے۔ رخصت ہونے لگے تو اس کے قریب مناسب آواز سے کلمہ پڑھو[1]۔ جب روح قبض ہونے لگے تو بسم اللہ

---

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس کی آخری بات لا الٰہ الا اللہ ہو وہ جنتی ہے[2] آپ کوشش کیجئے کہ مرنے کے وقت اللہ کی یاد اور اللہ کا دھیان قائم رہے۔ لہذا آپ کوئی ایسی بات نہ کیجئے جس سے دھیان بٹے۔ روپیہ پیسہ جائداد ترکہ وغیرہ کا اس وقت ذکر نہ کیجئے اسکے بچے اور وہ جن سے اس کو محبت ہے ان کو بھی سامنے نہ لائیے کہ یادِ خدا اور اللہ کے دھیان میں فرق نہ آئے[3] تاکہ وہ خود بھی کلمہ پڑھنے لگے۔ مگر یہ نہ کہو کہ کلمہ پڑھو۔ یہ بڑا مشکل وقت ہے حواس صحیح نہیں۔ خدا جانے وہ کیا سمجھے اور اس کی زبان سے آپ کے جواب میں کیا بات نکل جائے اور جب وہ ایک دفعہ کلمہ پڑھ چکے تو خاموش ہو جاؤ۔ یہ کوشش نہ کرو کہ برابر کلمہ جاری رہے کیونکہ حدیث شریف کا منشا یہ ہے کہ آخری بات جو اس کے منہ سے نکلے وہ کلمہ ہونا چاہیئے۔ ہاں اگر کلمہ پڑھ لینے کے بعد کوئی دنیا کی بات چیت کرلے تو کلمہ پڑھنے لگو جب وہ پڑھ لے تو پھر چپ ہو جاؤ۔

عَلیٰ مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللہ کہتے ہوئے منہ اور آنکھیں بند کر دو نہلانے کیلئے اٹھاؤ تو یہی کلمہ پڑھو۔ جب چارپائی اٹھاؤ جنازہ کو قبرستان لیجاتے ہوئے کا ندھا بدلو[1] یا جنازہ کو قبر میں اتارو تو یہی کلمہ پڑھو بِسْمِ اللہِ (اللہ کے نام پر) عَلیٰ مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ پر)

نمازہ جنازہ کا حکم نماز جنازہ اور اسی طرح میت کے اور کام یعنی کفن دینا دفن کرنا وغیرہ فرض کفایہ ہیں۔ اگر ایک دو آدمی بھی ان کو انجام دیدیں گے تو سب کے ذمہ سے فرض ادا ہو جائے گا۔ ورنہ سب گنہگار ہوں گے۔ یہی کفایہ کے معنی ہوتے ہیں۔

نماز جنازہ کی شرطیں (۱) میت مسلمان ہو (۲) پاک ہو (۳) کفن پاک ہو (۴) ستر ڈھکا ہوا ہو (۵) نماز پڑھنے والے کے سامنے رکھا ہوا ہو (۶) نماز پڑھنے والے میں پاک ہونے باوضو ہونے اور قبلہ رو ہونے وغیرہ کی وہ تمام شرطیں موجود ہونی چاہئیں جو نماز پڑھنے کی شرطیں ہوتی ہیں۔

ترکیب نماز جنازہ کی ترکیب یہ ہے۔

۱۔ صفیں جب درست ہو جائیں تو یہ نیت کرو۔ "میں خدا کے واسطے اس جنازہ کی نماز اس امام کے پیچھے پڑھتا ہوں[2]"

۲۔ پھر امام کے ساتھ تکبیر کہو۔ امام زور سے تکبیر کہے گا آپ آہستہ

---

[1] مگر زور سے نہیں آہستہ آہستہ [2] مرد ہوں یا عورتیں (درمختار) [3] اگر امام کے پیچھے رکھا ہوا لوگوں نے مثلاً ہاتھوں پر اٹھا رکھو۔ یعنی رکھا ہوا نہ ہو یا نظروں سے غائب ہو تو نماز جنازہ جائز نہیں۔

تکبیر کہیں اور دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر ناف کے نیچے باندھ لیں۔

۳۔ پھر امام اور مقتدی آہستہ آہستہ ثنا پڑھیں ثنا میں تعالیٰ جَدُّکَ کے بعد جلّ ثَنَاءُکَ[1] بھی کہہ لیں۔

۴۔ پھر امام زور سے اور مقتدی آہستہ سے بغیر ہاتھ اٹھائے دوسری تکبیر کہیں اور دونوں درود جو نماز کے قعدہ آخرہ میں پڑھے جاتے ہیں امام اور مقتدی سب آہستہ آہستہ پڑھیں

(۵) پھر دوسری تکبیر کی طرح تیسری تکبیر کہیں اور دعا جنازہ پڑھیں (جو آگے آرہی ہے)

۶۔ دعا جنازہ کے بعد امام زور سے اور مقتدی آہستہ سے چوتھی تکبیر کہیں

۷۔ چوتھی تکبیر کے بعد امام زور سے اور مقتدی آہستہ سے اول داہنی طرف پھر بائیں طرف سلام پھیر دیں۔

نماز جنازہ کی دعائیں

بالغ (مرد عورت) کا جنازہ ہو تو یہ دعا پڑھیں۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَ

اے اللہ بخشدے ہمارے زندوں کو ہمارے مُردوں کو

شَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا

جو حاضر ہیں ان کو جو غائب ہیں ان کو ہمارے چھوٹوں کو

---

[1] عظیم الشان ہے تیری تعریف۔

وَكَبِيْرِنَا وَ ذَكَرِنَا وَ اُنْثَانَا

ہمارے بڑوں کو ہمارے مردوں کو اور ہماری عورتوں کو

اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ

اے اللہ جن کو تو زندہ رکھے ہم میں سے پس زندہ رکھ اس کو

عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ

اسلام پر اور جس کو تو وفات دے ہم میں سے اس کو وفات دے

عَلَى الْاِيْمَانِ

ایمان پر

نابالغ لڑکے کا جنازہ ہو تو یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا

اے اللہ بنا دے اس کو ہماری (نجات کے) لئے آگے جانے والا

وَّاجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا

اور بنا دے (اس کی جدائی کی مصیبت کو) ہمارے لئے اجر اور ذخیرہ

وَاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّ مُشَفَّعًا

اور بنا دے اس کو ہمارا سفارشی اور سفارش قبول کیا ہوا (مقبول الشفاعت)

اگر جنازہ نابالغ لڑکی کا ہو تو اس پر بھی یہی دعا پڑھیں لیکن اتنا فرق کرلیں کہ تینوں جگہ اِجْعَلْهُ کے بجائے اِجْعَلْهَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا کے بجائے شَافِعَةً وَّمُشَفَّعَةً پڑھیں۔ یہ صرف لفظوں کا فرق ہے معنی وہی رہیں گے۔

نمازِ جنازہ سے فراغت کے بعد نمازِ جنازہ سے فارغ ہوتے ہی جنازہ کو اٹھا کر لے چلیں۔ چلتے وقت کلمہ شریف وغیرہ پڑھیں تو دل میں پڑھیں۔ آواز سے پڑھنا مکروہ ہے۔ میت کی پہلی منزل یعنی قبر اور حساب و کتاب اور قیامت کی ہولناکی اور بے اعتباری دنیا کا دھیان کریں اور دل میں میت کے لئے مغفرت اور نجات کی دعا کرتے رہیں پھر قبرستان میں پہنچ کر میت کو دفن کریں۔

سوالات

(۱) جنازہ کے اصلی معنی کیا ہیں اور اردو میں جنازہ کس کو کہتے ہیں

(۲) میت کی آنکھیں اور منہ بند کرتے وقت یا اٹھاتے اور لیجاتے وقت کیا پڑھنا چاہیئے

(۳) نمازِ جنازہ اور کفن دفن کا حکم کیا ہے۔ اگر فرض ہے تو فرض کس قسم کا ہے۔

(۴) نمازِ جنازہ کس طرح پڑھی جاتی ہے پڑھ کر دکھاؤ۔

(۵) جنازہ کی نماز میں پڑھنے کیلئے کیا دعا پڑھی جاتی ہے اور لڑکے اور لڑکی کی دعا میں کیا فرق ہے

(۶) تشریق، اضحیٰ اور فطر کے معنی بتاؤ اور ایام تشریق کب سے کب تک ہوتے ہیں۔

(۷) تکبیرات تشریق کیا ہیں اور کس تاریخ کے کس وقت سے شروع ہوتی اور کب ختم ہوتی ہیں۔

(۸) یوم عرفہ کس دن کو کہتے ہیں اور یوم نحر کس دن کو اور قربانی کن تاریخوں میں ہو سکتی ہے

(۹) نمازِ عید کس طرح پڑھی جاتی ہے۔ پڑھ کر دکھاؤ۔

(۱۰) عید الفطر کے مستحبات کیا ہیں۔ اور عید الاضحیٰ کے خاص احکام بیان کرو۔

(۱۱) نمازِ جمعہ اور عید کی نمازوں میں کیا فرق ہے تفصیل سے بیان کرو۔

طریقۂ تعلیم اور مسئلۂ تعلیم

(مصنفہ مولانا سید محمد میاں صاحب)

اس دور پر آشوب میں کہ بچوں کے لئے سرکاری تعلیم لازمی کردی گئی ہے۔ دینی تعلیم نہ کورس میں داخل ہے اور نہ سرکاری اسکولوں میں مذہبی اور دینی تعلیم کا کوئی انتظام ہے بچوں کو گر دینی تعلیم دی جاسکتی ہے تو صرف صبح شام کے تھوڑے وقت میں مگر بچے فطری اور قدرتی طور پر کھیل کے حریص ہوتے ہیں اور اسکول جانے والے بچوں کو صبح یا شام کا ہی وقت کھیل کود کے لئے ملتا ہے۔ اس وقت ان کو پڑھنا بہت مشکل ہوتا ہے اور ماں باپ کا بھی دل برا ہوتا ہے کہ وہ اپنے ننھے سے نونہال کو کھیل سے منع کر کے پڑھنے پر مجبور کریں۔ بس کیا صورت ہو سکتی ہے کہ بچوں کو دینی تعلیم سے دلچسپی پیدا ہو وہ کھیل کود کے وقت کو اپنی خوشی سے تعلیم میں صرف کر سکیں اور دین دار بن سکیں۔ یہ تمام باتیں اس کتاب میں سمجھا دی گئی ہیں۔ یہ کتاب استادوں کی رہنما ہے اور ان کے لئے ٹریننگ کا کام دیتی ہے۔

اس کتاب میں طریقۂ تعلیم کے علاوہ مسئلہ تعلیم سے متعلق اور بھی ایسے ضروری مضامین جمع کر دیے گئے ہیں جن کا مطالعہ ہر ایک ہمدرد ملت کے لئے ضروری ہے۔ ہماری بہنیں اور مائیں جن کی آغوش تربیت میں بچے دین دار بن سکتے ہیں ان کے لئے بھی اس کتاب کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ اس کتاب میں ان کو بھی مفید مشورے دیئے گئے ہیں قیمت غیر مجلد ایک روپیہ آٹھ آنے مجلد دو روپے (علاوہ محصول ڈاک)

ملنے کے پتے:- (۱) الجمعیۃ بک ڈپو، قاسم جان اسٹریٹ، دہلی ۶
(۲) کتابستان، قاسم جان اسٹریٹ، دہلی ۶